TEXT PROBLEM WITHIN THE BOOK ONLY

TEXT LIGHT WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL LIBRARY

OU_224312

UNIVERSAL LIBRARY

سلسلہ ثانی گیارہویں جلد

فسانہ لندن

1952
Checked 1965

ترجمہ مسٹریز آف لندن

مصنفہ

جارج ڈبلیو ایم رینالڈس

Checked 1969.

مترجم
تیرتھ رام فیروزپوری

پبلشرز
لال برادرس

۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

قیمت ۱۲/

فسانہ لندن

سلسلہ اول

مکمل اردو ترجمہ ۷ جلدوں میں

از منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری

رینالڈس کے ناولوں میں سب سے دلچسپ عبرت خیز اور سبق آموز ناول یہی ہے قابل مصنف نے اس میں نیکی اور بدی کے دو راستے معین کئے ہیں اور دو نوجوان ایک ہی وقت میں ان دو سڑکوں پر ایک ہی منزل مقصود کامیابی کی طرف روانہ ہوتے ہیں پہلی دشوار گذار اور پرشور مقامات سے گذرتی ہے ۔ مگر اس کے کنارے جابجا آسائشی فرودگاہیں موجود ہیں ۔ دوسری سیدھی ڈھلوان اور بظاہر شاداب مگر چلنے والے کے لئے ہر قسم کے خطرات سے پُر ہے مصنف یہ دکھانا چاہتا ہے ۔ کہ باوجود ہر قسم کی صعوبتوں کے نیکی کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے ۔

یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے ۔ مگر جزوی طور پر اس قدر متنوع ایسے عجیب اور اتنے حیرت خیز کیرکٹر شامل کئے گئے ہیں کہ انسان پڑھتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا ۔ اور ایک بار شروع کر کے ختم کئے بغیر طبیعت کو چین نہیں آتا ۔ غضب کا دلفریب ناول ہے اور اس پر مصنف کی جادو بیانی اور شستہ طرز تحریر نے غضب کر دیا ہے ۔

نیکی اور بدی ۔ گناہ اور پاکبازی ۔ افلاس و تمول کے بیشمار حیرت خیز نظارے پیش کئے ہیں ۔

اس کتاب کا ترجمہ بڑی محنت سے کیا گیا ہے ۔ ہوبہو [illegible] اصل عبارت کے مطابق ہے مگر پھر بھی ترجمہ معلوم نہیں ہوتا ۔ سیکڑوں سندات خوشنودی موصول ہوئی ہیں ۔

ضخامت ۲۳۰۰ صفحوں سے زیادہ قیمت ۵ محصولڈاک الگ ۔

جدا جدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں ۔ حصہ اول کی قیمت عہ اور باقی ہر حصہ کی ۱۲ر علاوہ محصولڈاک کے

لال بہادر سنز، پارسنز روڈ نولکھا لاہور

سلسلۂ ثانی

گیارھویں جلد

فسانۂ لندن

منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری

ایڈیٹر رسالہ ترجمان لاہور

سنہ ۱۹۲۳ء

لال برادرس

۷ - پارسنز روڈ - نولکھا لاہور

راج پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام لالہ ونش راج پرنٹر چھپا

اشاعت ثانی

قیمت ۱۲ ر

حقوق محفوظ

۱۰ لم ٦

فہرست مطالب

صفحہ	مضمون	باب
۱۱۹۶	فرنیک کرٹس کا مکان	باب ۱۰۲ -
۱۲۱۱	گرفتاری - اچنبھا	باب ۱۰۳ -
۱۲۲۶	دوبارہ مصالحت	باب ۱۰۴ -
۱۲۳۵	قید خانہ کنگز بنچ	باب ۱۰۵ -
۱۲۴۱	قیدخانہ کے حالات	باب ۱۰۶ -
۱۲۵۵	داستان الم	باب ۱۰۷ -
۱۲۸۰	داستان الم کا انجام	باب ۱۰۸ -
۱۲۹۴	پراسرار حبشی کے قیدی	باب ۱۰۹ -
۱۳۰۳	باقی ماندہ قیدی	باب ۱۱۰ -

سلسلہ ثانی

فسانہ لندن

گیارھویں جلد

باب ۱۰۲ فرینک کرٹس کا مکان

ہمارے ناظرین اس داستان کے پرمذاق ایکٹر فرینک کرٹس کو ضرور یاد کرتے ہوں گے جس کا ذکر اب ایک عرصہ سے نہیں آیا۔ اس لئے آئیے ہم ذرا ان ذات شریف کی حالت معلوم کریں۔ جو اب تک اپنی قابل قدر بیوی اور جگری دوست کپتان ولبنڈریس کی معیت میں بیکر سٹریٹ والے مکان کے اندر فارتی کے ملازموں سے محفوظ ہو کر محصور قلعہ کی فوج کی سی حیثیت بنائے بیٹھے تھے۔

کپتان ولبنڈریس اب تک اس مختصر قلعہ نشین فوج کا کمانڈر تھا۔ اور دشمن کی روک تھام کے لئے جتنی فوجی چالوں یا ترکیبوں کو عمل میں لانے کی ضرورت ہوتی۔ وہ سب اسی کے زیر نگرانی کام میں لائی جاتی تھیں۔ مکان کا صدر دروازہ ہمیشہ اندر سے بند اور مقفل رہتا تھا۔ اور جب کبھی اس پر دستک کی آواز سنائی دیتی۔ جان جینی اس گھر کا خادم پہلے اوپر سے جھانک کر یہ معلوم کر لیتا تھا کہ دستک دینے والا کون ہے جب کبھی کسی شخص کو سامان لانے کے لئے مکان سے باہر جانا ہوتا۔ تو کپتان دروازہ کے قریب باورچی خانہ کا مضبوط دستہ ہاتھ میں لے کر کھڑا ہو جاتا۔ اور ایسی بھیانک صورت بناتا کہ تاکہ فارتی کے ملازم جو آس پاس بھیس بدلے

پھرا کرتے تھے۔ اس جنگجو شخص کے سامنے آنے کی جرأت نہ کرسکتے۔

چنانچہ یہی مقصد پورا ہوتا تھا۔ اپنا اپنا سامان وہ مکان کے اندر ایک رسی میں باندھ کر ٹکا دیا کرتے تھے۔ گویا ان چیزوں کی خرید کے لئے مکان کا دروازہ کھولنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی تھی۔ لیکن اس کی طرف سے وہ سب ہمیشہ محتاط رہتے۔ کہ چیزوں کی قیمت پہلے وصول کرلی جائے۔ دودھ اور اخبار پہنچانے والے لڑکوں کے لئے یہ انتظام کردیا گیا تھا کہ دروازہ بدستور بند رہتا۔ اور وہ اپنے برتن دروازہ میں بنے ہوئے ایک چھوٹے سے رخنہ کے ذریعہ اندر داخل کردیتے۔ لیکن یہ دونوں بھی نقد تجارت کے اصول کے پابند تھے۔ اور اپنے پیسے روز کے روز وصول کرکے لے جاتے تھے۔

کپتان اولمنڈ اس واقعات کی موجودہ حالت سے بہت خوش تھا۔ کیونکہ ایسی باتیں اس کی مرضی کے عین مطابق تھیں۔ اُسے اس بات کی ذرا پرواہ نہ تھی کہ ہمسایوں کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے۔ یا وہ کسی طرح کی شکایت کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ کسی کی رائے پر توجہ دینے کا عادی ہی نہ تھا۔ جب سے اس نے اس مکان میں قدم رکھا یہاں ہروقت ایک ہنگامہ سا بپا رہتا تھا۔ ہر لمحہ نوکروں کو احکام پر احکام صادر ہوتے۔ اور دن میں کم وبیش بارہ مرتبہ وہ خود پستول سے مسلح ہوکر مکان کے مختلف حصوں میں گشت لگانے جاتا۔ مبادا ترقی امین کے آدمی کسی غیر محفوظ راستے سے اندر گھس آئیں۔ ایک اور تجویز جو کپتان کو اسی سلسلہ میں سوجھی وہ یہ تھی۔ کہ گھر کے سب آدمیوں کو جن میں نوکر۔ خادمائیں اور مسز کرٹس کے پانچوں بچے بھی شامل تھے۔ روزانہ ایک گھنٹہ مکان کے صحن میں فوجی قواعد کرائی جائے۔ کہتا تھا قلعہ نشین فوج کی مضبوطی اور حفاظت کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے۔ وہ تو مسز کرٹس نے بڑی منت سماجت سے کپتان کو یہ تجویز عمل میں لانے سے باز رکھا۔ ورنہ اس کا ارادہ پختہ ہوچکا تھا۔ اس کے باوجود اس نے جان چینی خادم کے لئے یہ حکم قطعی طور پر نافذ کردیا۔ کہ وہ صحن کے اندر ایک مچان بناکر صبح کو اور دن میں ہروقت ایسے موقعوں پر جب ملازموں کو خانگی کاروبار کے لئے عقبی دروازہ کھولنا پڑتا تھا۔ سنتری کی طرح اس پر چڑھ کر بیٹھا رہے۔ اس غریب نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا۔ تو کپتان نے بہت سی غلیظ گالیاں دے کر اسے دھمکی دی۔ کہ میں تم پر کورٹ مارشل کردوں گا۔ بیچارے نے مودبانہ طریق پر درخواست کی۔ کہ میری تنخواہ ادا کرکے مجھے رخصت کردیا جائے۔ وہ ابی

پرچنغا اُن جنجبر اعنر نے کہا "اس گستاخی کے لئے ایسے موقعوں پر فوجی قانون کی رو سے سزائے تازیانہ مقرر ہے۔ اور وہ یقیناً اُن کو یہ سزا دیتا۔ اگر بادرچن اس کی منت سماجت کرکے باز نہ رکھتی کیونکہ بادرچن کا جان سے پیارا تھا۔

مسز کرٹش اب کپتان موصوف کو بہت پسند کرنے لگی تھی۔ اور اس کی طرف سے پوری اجازت تھی۔ کہ جس طرح اس کے جی میں آئے کرے۔ کہا کرتی تھی "میں نے ایسا بااخلاق شریف دلیر اور بذلہ سنج آدمی عمر بھر میں نہیں دیکھا"۔ چنانچہ اُسے جلدی ہی محسوس ہونے لگا۔ کہ کپتان کی بے شمار صفات کے مقابلہ میں میرے شوہر کی تو کچھ بھی ہستی نہیں۔ جب کبھی مسز کرٹس افسردگی محسوس کرتی۔ تو کپتان فوراً اس کا علاج تجویز کر دیتا۔ صبح کا وقت ہو۔ تو کہا کرتا "آدہ! مجھے یسوع کی قسم۔ آپ کا ایسی حالت میں افسردہ ہونا تعجب خیز نہیں۔ کیونکہ دشمن نے سخت ضرب لگا رکھا ہے۔ میری رائے ہے تم ایک مٹن چاپ کھا کر پورٹ وائن کا گلاس پی لو۔ تو طبیعت سنبھل جائے گی"۔ یہ تجویز پیش کرنے کے ساتھ ہی وہ زور سے گھنٹی بجاتا۔ اور نوکر کو یہ چیزیں لانے کا حکم دیتا۔ یعنی ایک اپنے اور فرینک کے لئے بھی تاکہ دونوں مسز کرٹس کے ساتھ شریک طعام ہو سکیں۔ اور اگر شام کا وقت ہو۔ تو اس موقعہ پر مسز کرٹس کی افسردگی دور کرنے کے لئے وہ پوتین کے چند قطرے تجویز کرتا جسے قدیم آئرش طریق پر گرم کیا گیا ہو اور یہ کہتا ہوا کہ "میں اسے آپ کے لئے بہت ہلکا کر دونگا" وہ مسز کرٹس کے روبرو وسکی کا اتنا تیز مرکب پیش کرتا۔ کہ گلاس کو ہونٹوں کے قریب لے جانے کے ساتھ ہی اس خاتون کی آنکھوں سے پانی بہنے لگتا۔ گاہ بگاہ کپتان بچوں کی تفریح کا کام بھی اپنے ذمے لیتا۔ اور ایسے موقعوں پر خود چوپایہ بن کر گھوڑے کی طرح دوڑنے لگتا۔ اور بچوں سے کہتا "تم مجھ پر سوار ہو جاؤ"۔ پھر کچھ تو اس کی زوردار آوازوں۔ نعروں اور ہنسی کے باعث اور کچھ بچوں کے پیٹھ سے گر جانے کے بعد جو چیخ پکار ہوتی تھی۔ اس سے ایسا طوفان بے تمیزی بپا ہوتا۔ کہ ہمسایہ کے لوگ پریشان ہو جاتے۔ لیکن کپتان کی ان توجہات کے باعث جو وہ مسز کرٹس اور اس کے بچوں کی طرف دیا کرتا تھا۔ فرینک کی بیوی اُسے حسد کی نظر سے دیکھنے لگی تھی۔ اور یہ اس کا مقبول نظر بن چکا تھا۔ سر کرسٹو فربلنٹ سے پانسو پونڈ کی رقم وہ جس اُستادی سے لایا۔ اس نے مسز کرٹس کے دل پر خاص اثر کیا۔ وہ اسے حکمت عملی اور مردانگی کی قابل تعریف چال سمجھتی تھی۔ پھر قرق امین کے ملازموں کو مکان میں داخل ہونے

سے روکنے کے معاملہ میں اس نے جو ترکیبیں اختیار کیں۔ اور ان میں جہاں تک کامیابی حاصل کی اس کی وجہ سے بارہا مسز کرٹس کو کہنا پڑا۔ کہ "اگر کپتان اوبلنڈربس معرکہ واٹرلو میں اتحادی فوج کے کمان افسر ہوتے۔ تو فرانسیسی فوج کے دھوئیں نصف گھنٹہ کے عرصہ میں ہی بکھیر دیتے۔"

لیکن مسز کرٹس کا کپتان اوبلنڈربس کی نسبت کچھ بھی خیال ہو۔ بہرحال گھر کی خادمائیں اپنی موجودہ حالت سے بالکل مطمئن نہ تھیں۔ وہ چاہتی تھیں جسقدر جلد ممکن ہو۔ اس مصیبت سے نجات حاصل کریں۔ مگر کپتان اوبلنڈربس کا اس درجہ خوف لگا رہتا تھا۔ کہ کسی کو حرف شکایت زبان پہ لانے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ وہ اپنے لئے ایک وجہ اطمینان بھی موجود پاتی تھیں اور وہ یہ کہ سر کرسٹوفر کے پانسو پونڈ کی بدولت انہیں مکان کے اندر "محصور فوج" کی حیثیت میں رہتے ہوئے کھانے پینے کی سبھی آسائشیں حاصل تھیں۔ باورچی خانہ میں ہر قسم کے الوان نعمت جمع رہتے تھے۔ اور شراب اور پورٹ وائن کا ذخیرہ تو کبھی ختم ہی نہ ہوتا تھا خود کپتان کہا کرتا تھا کہ "لڑائی کو کامیاب خاتمہ تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اصطبل مرغ کی طرح تیار رہیں۔"

ہم اشارۃً بیان کر چکے ہیں کہ بکرسٹریٹ کا مکان جس میں یہ سب رہتے تھے ہمسایوں کے لئے سخت تکلیف کا موجب تھا۔ اور ایسا ہونا تعجب خیز نہیں۔ کیونکہ وہ تمام شور وغل جو عصبی مزاج کی عمر رسیدہ عورتوں اور مبتلائے نقرس مردوں کو پریشان کرنے والا ثابت ہو سکتا ہے اس مکان میں پیدا ہوتا تھا۔ دن نکلنے کے ساتھ ہی کپتان اوبلنڈربس اپنی خوابگاہ کی کھڑکی جو مکان کے عقبی حصہ میں واقع تھی۔ اس زور سے کھولتا۔ کہ لوگ سمجھتے یہ شخص پاگل ہو گیا ہے۔ اور پھر شب خوابی کی سفید ٹوپی اوڑھے وہ اس کھڑکی سے باہر کی طرف جھانک کر زور سے ہنکارتا "جان! جان! ہتھیار باندھ لو۔" ایسا کرنے سے اس کا مقصد دوگونہ ہوتا تھا۔ ایک یہ کہ جان کو بیدار کرنے کے لئے اس کے کمرہ تک جانا نہیں پڑتا تھا۔ دوسرے فارن کے ملازم جو مکان کے آس پاس ہی پھرا کرتے تھے۔ وہ اس آواز کو سن کر سمجھ لیتے کہ گھر والے جاگ چکے ہیں۔ کپتان کی آواز پاکر جان ایک اور کھڑکی سے سر نکالتا۔ اور کپتان کو جواب دیتا۔ جس کے چند منٹ بعد صحن کا دروازہ تعدد سے کھلتا اور جان دسپنہ کندھے پہ رکھے سنگین بردار سنتری کیطرح اس مچان پہ بیٹھ جاتا جو دشمن

کی جاسوسی کے لئے صحن میں بنائی گئی تھی۔ کم وبیش ایک گھنٹہ بالکل خاموش رہتی۔ اور اس اثنا میں کپتان تھوڑی سی نیند اور لے لیتا۔ اتنے میں پھر کھڑکی کھلتی۔ پھر کپتان کا سر نمودار ہوتا۔ اور اب کی مرتبہ وہ زور سے آواز دیتا۔ جان گرم پانی لاؤ۔ اس کی یہ آوازیں اتنی بلند ہوتی تھیں کہ ان کی گونج سارے محلہ میں سنائی دیتی تھی۔

ان پروحشت آوازوں اور شوروغل نے ہمسایوں کو اتنا تنگ کر دیا۔ کہ انھوں نے مالک مکان کو اطلاع دی۔ ہم ہفتہ عشرہ میں مکان چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ وجہ یہ تھی کہ اس گھر میں یہ ہنگامہ صرف صبح ہی کو برپا نہ ہوتا تھا۔ بلکہ دن بھر اور بعض اوقات رات کو بھی قائم رہتا تھا۔ کبھی کبھی کپتان جوش میں آ کر صحن مکان میں پستول چلانے لگتا۔ یا فرنیک کرٹس سے شمشیر زنی کا مقابلہ شروع کر دیتا۔ اگرچہ دونوں تلواروں کی بجائے باورچی خانے کے ریچھے ہاتھ میں لے لیتے تھے۔ جن کے بجنے سے نہایت خوفناک آوازیں پیدا ہوتی تھیں۔ بچوں کے کمرہ میں الگ شوروغل مچا رہتا تھا۔ کبھی کبھی کپتان اور بلنڈرلس شست گاہ کی کھڑکیوں میں نمودار ہو کر ان لوگوں کو نہایت غلیظ گالیاں دینے لگتا۔ جو پاس سے گذر رہے ہوں۔ اور جنھیں وہ اپنے نزدیک فارق کے ملازم سمجھ لے۔ اس کے منہ سے اس قسم کی بے نقط گالیاں سن کر لوگ اسے دیوانہ سمجھ کر مکان کے باہر بڑی تعداد میں جمع ہو جاتے۔ اور انھیں مخاطب کر کے دو بلنڈرلس اس شرارت سے تقریر شروع کر دیتا۔ گویا وہ آیندہ انتخاب پارلیمنٹ کا امیدوار ہے اک موقعہ پر جو ہر ہیں۔ ایک پادری صاحب نے جنگجو افسر کو غلیظ گوئی سے باز رہنے کی فہمائش کی۔ ادھر سے بھی جواب ملا۔ لیکن جب دیر تک تو تو میں میں سے یہ جھگڑا رفع نہ ہوا۔ تو فرنیک کرٹس نے کپتان کی مدد کے لئے آ کر کھڑکی سے پانی کی بھری ہوئی صراحی ان پادری صاحب کے سر پر انڈیل دی خس کم جہاں پاک۔

لیکن ان ساری تکالیف سے قطع نظر بڑی مصیبت ہمسایوں کے لئے یہ تھی کہ انہیں رات کو بھی آرام کا موقعہ نہ ملتا تھا جس وقت یہ لوگ دن بھر کے تھکے ماندے رات کے گیارہ بجے کے قریب آرام کے لئے چارپائی پر لیٹتے۔ تو فرنیک کرٹس شراب پی کر بدمست ہو جاتا اور اگرچہ کپتان اور بلنڈرلس میں قدرت نے یہ تاثیر رکھی تھی کہ وہ خواہ کتنی بھی شراب پی لے مدہوش نہ ہوتا تھا۔ تاہم بوتلوں کے زیر اثر وہ بھی معمول سے زیادہ شوروغل مچانے لگتا تھا چنانچہ رات کے گیارہ بارہ بجے سے اس مکان کی کھڑکیوں سے قہقہے۔ خوشی کے نعرے

ہستی کی آوازیں اس زور کی سنائی دیتیں۔ کہ آس پاس کے لوگوں کے لئے آنکھ بند کرنا ناممکن ہو جاتا۔ یہ شور دم بدم گھٹنے کی بجائے اور زیادہ تیز ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جس وقت صبح کا ذب کا وقت قریب آتا تو وہ ناقابل برداشت ہوجاتا۔ اس وقت کپتان اور اس کا دوست کرٹس دیوانوں کی طرح نعرے لگاتے اور شور وغل مچاتے صحن مکان میں دوڑنے لگتے۔ اور ان کی آوازیں سنکر محلے کے لوگ اس طرح چونک اٹھتے۔ کہ کوئی جانتے سارے محلہ میں آگ لگ گئی ہے۔ فرینک اور اولینڈرس دراصل یہ حرکات اسی لئے کیا کرتے تھے۔ کہ فرق امین کے آدمیوں کو معلوم رہے۔ ہم بیدار ہیں۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس بارہ میں ان کا منشا امید سے بڑھ کر پورا ہوجاتا تھا۔ کیونکہ ان کی بیداری کی خبر نہ صرف خفیہ ملازمان فارق کے کانوں تک پہنچتی بلکہ سارے ہمسایوں کو ہوجاتی تھی۔

غرض ان حالات کی بدولت مسٹر کرٹس کا مکان جو مسز گولڈ بری کی سکونت کے ایام میں بڑا پرامن اور پرسکوت تھا۔ شور وغل اور طوفان بے تمیزی کا مرکز بن گیا۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ بیڈلم اپنے بدترین ایام میں بھی یہاں واقع ہوتا۔ تو اس کا شور وغل اس سے زیادہ نہ ہو سکتا تھا۔

ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ جب کپتان اولینڈرس اول مرتبہ اس مکان میں سکونت پذیر ہوا۔ تو اس کی تجویز یہ تھی۔ کہ مسٹر اور مسز کرٹس بچوں سمیت کسی دن اتوار کی رات کو مکان سے رخصت ہو جائیں۔ اور ان کے بعد وہ گھر کا سارا اسباب دوشنبہ کی صبح کو فروخت کردے لیکن چونکہ فارق کے ملازم گرسنہ بلی کی طرح ہر وقت مکان کے آس پاس پھرتے رہتے تھے۔ اس لئے اس تجویز کو پہلے ایک ہفتہ کے لئے۔ اور اس کے بعد دوسرے اور پھر تیسرے ہفتہ پر ملتوی کردیا گیا۔ کپتان نے اب آخرکار یہ ارادہ کرلیا تھا۔ کہ محاصرہ کا مقابلہ اسوقت تک برقرار رکھا جائے جبکہ فرضخواہ ملازمان فرق امین کو ان کا معاوضہ ادا کرتے کرتے تنگ آجائیں۔ اور انہیں واپس بلالیں۔ اور چونکہ اس اثنا میں حالات جنگ کو مضبوطی کے ساتھ قائم رکھنے کے لئے سر کرسٹوفر ہنٹ سے پانسو پونڈ کی امداد لی گئی تھی۔ اس لئے یہ ارادہ اور بھی مصمم ہوگیا۔

اس کے بعد جب کپتان قابل قدر نائٹ کی خدمت میں کچھ اور روپیہ کی وصولی کی غرض سے حاضر ہوا۔ اور اپنے ساتھ فرینک کرٹس کی برائے نام ہنڈی لیتا گیا۔ تو اس کی وجہ

یہ نہ تھی۔ کہ سابقہ روپیہ ختم ہو چکا تھا۔ بلکہ محض یہ کہ اول تو خود وہ طبیعتاً ایسی باتوں کو پسند
کرتا تھا۔ دوسرے اس نے سوچا کہ ضرورت کے لئے پیش بندی کر رکھنا مصلحت ہے۔ گو کہ
اسے وہاں سے مایوس ہو کر واپس آنا پڑا۔ تب سے جتنی ناکامی اور غصہ مسٹر ہیس جو وہاں
کا اندازہ ہمارے ناظرین خود کر سکتے ہیں۔ اس کا خیال یہ تھا۔ کہ گاڑی کے اندر سے سر کرسٹوفر
بلنٹ نے ہی کہ مار کر مجھے فرش زمین پر گرایا ہے۔ اس لئے جنگجو کپتان نے اپنے دل میں
عہد کر لیا۔ ابھی ضرور اس سے بدلہ لے کے رہوں گا۔ پتھر کے فرش پر گرنے سے
اسے سخت چوٹیں آئیں۔ لیکن وہ ڈھیٹوں کی طرح کپڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور
قریب ترین شراب خانہ میں طبیعت کو سرد کرنے کے لئے پورٹ کا ایک گلاس پینے گیا۔ بعد ازاں
جب اسکی طبیعت ذرا سکون پذیر ہو گئی۔ تو واقعہ پیش آمدہ پر غور کر کے اس نے یہی بہتر سمجھا
کہ اس بدسلوکی اور بے عزتی کا ذکر بیکر سٹریٹ میں واپس جا کر فریڈرک کرٹس اور اس کی
بیوی سے نہ کیا جائے۔ چنانچہ یہ فیصلہ کر کے وہ مقصورہ میں۔ جس سے مراد مسٹر کرٹس
کے مکان سے ہے۔ واپس آیا۔ اور چونکہ ان اوقات میں جب وہ اس مقصورہ میں پہنچتے
یا اس میں داخل ہونے لگے۔ ان میں سے کسی کو پاس آنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ اس
لئے وہ حسب سابق اندر پہنچ گیا۔ مسٹر اور مسز کرٹس سے اس نے یہ بہانہ کر دیا۔ کہ سر کرسٹوفر
بلنٹ شہر سے باہر گیا ہوا ہے۔ اور ابھی ہفتہ عشرہ تک واپس نہ آئیگا۔ لیکن اس واقعہ کے
دو ہی دن بعد سر کرسٹوفر بلنٹ اور ڈاکٹر لیسلی کے حیرت خیز واقعات صدر مقام میں
ہر فرد بشر کی زبان پر مشہور ہو گئے۔ چنانچہ جب صبح کے اخبارات بیکر سٹریٹ کے اس مکان میں
پہنچے۔ تو ان واقعات کی ساری کیفیت صبح کے کھانے کی میز پر خود فریڈرک کرٹس نے آواز بلند
پڑھ کر سنائی۔ اس کیفیت سے ظاہر ہو گیا۔ کہ سر کرسٹوفر بلنٹ اس شب جب کپتان اس سے
ملنے گیا۔ نہ صرف باہر نہیں گیا ہوا تھا۔ بلکہ خاص لندن میں موجود تھا۔ یہ کیفیت سنکر جنگجو کپتان نے مصنوعی
طور پر سخت جوش کا اظہار کیا۔ اور بہت سی قسمیں کھا کر کہنے لگا۔ "اس بدذات نے مجھے جھوٹ
بیان کر کے ملاقات سے گریز کیا ہوا ہے۔ میں اس ناواجب طرز عمل کا ضرور بدلہ لوں گا۔" مگر اپنے دل
ہی دل میں اس نے اس بات کا عہد کر لیا تھا۔ کہ اب میں نائٹ کے مکان واقع جرمن سٹریٹ
کا رخ نہ کروں گا۔ کیونکہ وہ دیکھ چکا تھا۔ کہ سر کرسٹوفر نہ دھمکی اور نہ خوشامد سے زائد روپیہ
دینے پر آمادہ ہے۔ اس کے علاوہ اب جو کہ نائٹ کو آنریری مجسٹریٹ کا عہدہ مل چکا تھا

اس لئے کپتان نے یہ بھی سمجھا۔ کہ اس کے مکان پر جا کر ہنگامہ پیدا کرنا یا زدوکوب تک نوبت پہنچانا۔ دوراندیشی سے بعید ہوگا۔ چنانچہ وہ معہ پیمنٹ مختلف عذرات پیش کر کے مکان پر سے پھر آیا۔ اور چونکہ خرچ کے لئے روپیہ وافر موجود تھا۔ اس لئے کسی نے اسے سرکسٹم بلنٹ کے ہاں جانے کی زوردار تحریک بھی نہ کی۔

ہمارے ناظرین بھولے نہ ہونگے کہ جب قرقی امین کے دونوں ملازم مسٹر ہیک گریب اور پراگس مسٹر فرینک گرلش کو گرفتار کرنے بیکر سٹریٹ والے مکان میں پہنچے۔ تو کپتان اور بلنڈربس نے انہیں سخت زدوکوب کی تھی۔ چونکہ ایسے اہلکاروں کو اپنی عزت کا بہت پاس ہوتا ہے۔ اور وہ ہر شخص پر اپنا رعب قائم رکھنا عہدہ کی شان سمجھتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے بھی اس بات کا عہد کر لیا تھا۔ کہ جس طرح ممکن ہو۔ آخرکار مسٹر گرلش کو گرفتار ضرور کیا جائے۔ ورنہ ہماری آبرو خاک میں مل جائے گی۔ ان کے پاس نہ صرف مسٹر بیوننگ کی طرف سے مسٹر گرلش کی گرفتاری کا وارنٹ بلکہ مسٹر گرلش کے فرنشڈ ہوس میں ایک کیمرٹس مکان کے فرنیچر کی قرقی کا پروانہ بھی موجود تھا۔ اور ان دونوں اہلکاروں کا ساتھ سے وہ مکان کے اندر داخل ہونے کی نت نئی ترکیبیں سوچا کرتے تھے۔

انہوں نے مکان میں جانے کے بیشمار طریقے۔ جن میں سے کئی نہایت مضحکہ خیز تھے۔ سوچے چنانچہ ایک بار مسٹر پراگس نے ایک قصاب کا بھیس بدل لیا۔ اور سر پر ایک ٹوکرے میں گوشت کی ایک دو رانیں لگا کر مکان کے دروازہ پر زور کی دستک دیتے ہوئے آواز دی گوشت والا۔ اور اس آواز میں قصابوں کی ادا کو پوری طرح ملحوظ رکھا۔ مگر دروازہ کھلنے سے پہلے بالائی نشست گاہ کی کھڑکی کھلی۔ اور مسز خوار دلبنڈربس نے جس کا چہرہ فیل مرغ کی طرح سرخ تھا۔ سر نکال کر پراگس کو پہچانتے ہی اتنی گالیاں دیں کہ غریب کو بحال پریشان واپس ہٹ جانا پڑا۔ ایک اور موقعہ پر مسٹر ہیک گریب نے ڈاکیہ کا بھیس بدل لیا اور تیزی سے چلتا ہوا محصور مکان کے دروازہ پر گیا۔ وہاں اس نے زور کی دستک دیکر اپنے ہاتھ میں لی ہوئی چٹھیوں کو تیزی سے الٹ پلٹ کرنا شروع کر دیا۔ جیسا کہ چٹھی رسان عموماً کیا کرتے ہیں۔ مگر اب کی مرتبہ جان نے صحن میں بنی ہوئی مچان سے گردن دراز کر کے اسے پہچان لیا۔ اور محاصرین کی یہ چال بھی ناکام رہی۔ اس سے اگلے دن آتشدان صاف کرنے والے دو آدمی محلہ میں نمودار ہوئے۔ جن کی رنگت رات کی تاریکی کی طرح سیاہ تھی اور جن کی صورت دیکھ کر گمان ہوتا تھا۔ کہ انہوں نے عمر بھر نہ پانی اور صابن کی صورت

نہیں دیکھی۔ اور وہ نہ صرف آتشدانوں کو صاف کرتے ہیں۔ بلکہ انہی میں رہتے اور کھاتے پیتے بھی وہیں ہیں۔ لیکن جب وہ مخصوص مکان کے دروازہ پر پہنچے۔ تو انہوں نے دیکھا۔ کہ کپتان اور فریڈ نیک کرٹس انہیں پہچان کر منہ چڑا رہے ہیں۔ غرض ان کی یہ چال بھی کامیاب نہ ہوئی۔

اس طرح ہر ایک کوشش میں ناکام رہنے کے بعد انجام کار سٹریک گریب اور پرائس نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ اب ہم جبراً مکان کے اندر داخل ہونگے چنانچہ وہ کرٹس کے مکان پر دھرنا مار کر بیٹھ گئے۔ اور جی میں سوچ لیا۔ کہ خواہ کچھ ہو دروازہ کھلتے ہی ضرور اندر داخل ہو جائیں گے۔ مگر جب وہ کھلا۔ اور انہوں نے اندر نگاہ کی۔ تو یہ دیکھ کر ان کے اوسان خطا ہوگئے۔ کہ جنگجو کپتان ایک بھاری سا دستپنہ ہاتھ میں لئے اسے خوفناک طریق پر ہلا رہا ہے۔ اب کی مرتبہ بھی انہوں نے دلیری کی بجائے دور اندیشی پر عمل کرنا بہتر سمجھا۔ اور مکان میں داخل ہونے کی حماقت سے باز رہے۔ لیکن جب ان کے باقی ہم پیشہ دوستوں نے ان پر پھبتیاں اڑانی شروع کیں۔ اور فریق مخالف کے وکلا نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ لوگ فریق امین کو رشوت دیکر بچ رہتے ہیں۔ تو ان کا تحمل حد انتہا سے گذر گیا۔ اور رم شراب کے دو گلاس سامنے رکھکر انہوں نے اس بارہ میں مشورہ شروع کیا۔ کہ اس جنگ میں ہمیں کونسی چال اختیار کرنی چاہیئے۔ جس سے کامیابی ہو۔ بہت کچھ بحث کے بعد آخر کار وہ جس فیصلہ پر پہنچے۔ وہ یہ تھا۔ کہ ہماری سابقہ چالیں چونکہ بالکل ناکام رہی ہیں۔ اس لئے اب ہمیں چھاپہ مار کر "قلعہ" کو سر کرنا چاہیئے۔

جس رات حبشی کو کاملنٹ ہوس کا عجیب معاملہ پیش آیا۔ اسی رات کو دس بجے کا وقت تھا۔ کہ بیکر سٹریٹ میں ذیل کے واقعات ظہور پذیر ہوئے۔

دسترخوان بڑھایا جا چکا تھا اور رم کی۔ گرم پانی۔ شیشے کے گلاس وغیرہ متفرق اشیا میز پر چن دی گئی تھیں۔ جس کے قریب ڈیننگ کرٹس۔ اس کی قابل قدر بیوی اور کپتان اور لمبڈرلس ایسے اطمینان کے ساتھ جو حالات پیش آمدہ میں ممکن سمجھا جا سکتا ہے بیٹھے تھے۔ ذرا کمرہ سے جاتے دیکھکر کپتان نے چلا کر کہا "ابے او جانسن کے بچے ٹھہر جا۔ تو نے یہ نہیں بتایا۔ کہ سارا رقبہ خوفناک ہے؟"

"جی ہاں" خادم نے عرض کیا۔
"اور باورچی خانے کی کھڑکی بند کر دی ہے۔ مکان کا پچھلا دروازہ صحن کا دروازہ بڑی احتیاط سے بند کر دیا ہے۔"
"جی ہاں اور سارے مکان کی گشت بھی لگا چکا ہوں۔"
"اور کیوں جان قلعہ کے اندر سب چیزیں کافی مقدار میں موجود ہیں ... اور سپوتین بھی بافراط ہے؟" اور لینڈلیس نے پوتین کے متعلق خصوصیت سے زور دے کر پوچھا۔
"جی ہاں سب چیزیں کافی مقدار میں موجود ہیں۔ آج رات باہر جانے کی ضرورت نہ ہوگی۔"
جنگجو کپتان نے کہا "بہت اچھا ... جان!"
"جی حضور"
"تم بھی وسکی کا ایک گلاس پی لو۔ اور دیکھو رات کو سوتے وقت اپنے سرہانے رکھ لیا کرو۔ لیوع کی قسم ہمیں ہر وقت دشمن کا مقابلہ کرنے کو مسلح رہنا چاہئے۔"
جان نے کہا "میں آپ کے احکام کی پوری طرح تعمیل کروں گا۔" اور پھر شراب کا ایک گلاس پی کر وہ کمرہ سے چلا گیا۔
کپتان نے اپنی کرسی فرنیک کرش کے قریب سرکالی اور کہنے لگا "اب ہمیں مطمئن ہو کر بیٹھنا چاہئے۔ کیونکہ ہم آج رات تو آپ کا مزاج افسردہ نہیں ہے!"
"نہیں کپتان صاحب میں شکریہ ادا کرتی ہوں۔" مسز کرش نے نہایت شگفتہ لہجہ سے جواب دیا۔ "طبیعت میں ذرا اضطراب تو ہے۔ مگر اسے ان عجیب حالات میں جن میں ہماری زندگی بسر ہو رہی ہے۔ ایک قدرتی بات سمجھا جا سکتا ہے۔"
"عجیب!" کپتان نے حیرت زدہ ہو کر کہا "ہم ہماری زندگی تو نہایت شاندار ہے۔"
"شاندار بھی ایک ہی کہی۔" فرنیک گفتگو میں حصہ لے کر کہنے لگا "کاش ہمارا دوست مارکوئیس آف سور ڈتج بھی یہاں آ جائے۔ خدا قسم پھر ہم بڑے مزے سے رہیں۔"
کپتان نے اس فقرہ پر توجہ نہ دیتے ہوئے وسکی کی بوتل اٹھا کر مسز کرش سے مخاطب ہوتے ہوئے انداز ترغیب سے کہا "ہم آپ کی اجازت سے ...!"

"نہ کپتان صاحب۔ میری طبیعت۔ میرا مطلب ہے۔۔۔ خیر آپ اصرار کرتے ہیں۔ تو یونہی ذرا۔۔۔ ذرا سا قطرہ دے دیجئے" مسز کرٹس نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

اوملنڈرلبس کہنے لگا "میڈم میں بالکل ذرا۔۔۔ ذرا۔۔۔ ذرا سا قطرہ پیش کروں گا اور وہ بھی اتنا کمزور کہ ایک ماہ کا بچہ پی لے۔ اور کمرہ میں چلتے وقت اس کی چال میں لغزش پیدا نہ ہو"

اوملنڈرلبس کی گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ بچوں کی خصوصیات جسمانی کے متعلق اس کی واقفیت نہایت مبہم اور محدود ہے۔ پھر اس نے ایک بڑے گلاس میں شراب اور پانی کی مساوی مقدار ملا کر اسے پیش کرتے ہوئے کہا "لیجئے حاضر ہے اور اگر یہ صنف نازک کے لئے سب سے موزوں گلاس ثابت ہو۔ تو آئندہ مجھے اوملنڈرلبس نہیں ولنڈیز کہیئے گا"

مسز کرٹس نے پھر مسکراہٹ کے آثار پیدا کر لئے۔ اور بولی "کپتان صاحب میں آپ کی عنایات کی ممنون ہوں"

کپتان نے میز کے نیچے اپنا پاؤں مسز کرٹس کے پاؤں کے قریب رکھکر اسے آہستگی سے دبایا۔ اور اس کے جوابی دباؤ سے یہ معلوم کر کے کہ ادھر سے بھی اظہار محبت ہو رہا ہے اور میری حرکت ناگوار نہیں گذری کہا "لم شکریہ تو مجھے آپ کا ادا کرنا چاہئے۔ ہمیشہ مرد خواتین کا شکریہ ادا کیا کرتے ہیں"

سادہ لوح فریڈرک کو اس کا مطلق علم نہیں تھا۔ کہ میز کے نیچے کیا کارروائی ہو رہی ہے گفتگو اسی انداز سے جاری رہی۔ اور کپتان اور فریڈرک اپنی اپنی لغو بیانیوں اور دروغ بافیوں میں ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ادھر میز کے نیچے جنگجو کپتان اور مسز کرٹس کے درمیان اظہار محبت کی علامات بھی گرمجوشی کے ساتھ بڑھتی گئی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مسز کرٹس کی طبیعت اب کی مرتبہ معمول سے زیادہ افسردہ ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہ کپتان کے لطیفوں اور حیرت انگیز کہانیوں کو سن سنکر بہت ہنستی تھی پھر بھی بار بار یہ شکایت کرتی تھی۔ کہ آج طبیعت منتشر ہے جس کا علاج کپتان کی طرف سے یہ تجویز ہوتا۔ کہ ایک اور گلاس آخر جب رات

کے بارہ بجے اور وہ اٹھ کر اپنے کمرہ کی طرف جانے لگی - تو اس نے معلوم کیا - کہ شراب کے تین گلاسوں نے جو اس نے کپتان کے اصرار سے پی لئے تھے - نشے سے چال میں لڑکھڑاہٹ پیدا کر دی ہے - یہ دیکھ کر کپتان اپنی نشست سے اٹھ کر اس کی خوابگاہ کا دروازہ کھولنے لگا - اور اس موقعہ پر شب بخیر کہتے ہوئے مسز گرفن نے اس کا ہاتھ اس انداز سے دبایا جس کے متعلق ناول نویس کہا کرتے ہیں - کہ عورت کی اس ایک حرکت میں بے پایاں دفتر معانی پوشیدہ ہوتا ہے -

واپس آ کر کپتان نے کہا "یار گرفن - مقدس ڈیپنے کی قسم - تمہاری بیوی ایک جوہر ہے بہت - اتنی حلیم ... اور اسی قدر ملنسار - اور مزا یہ کہ تین پیتے وقت کیا مجال کہ کوئی بے جا ناز کرتی ہو - سچ تو یہ ہے کسی شریف گھرانے کو زیور کہلانے کی مستحق ہے - آؤ ہم اس کی صحت کا ایک جام پئیں -"

فرینک جو اب تک نشے میں چور نظر آتا تھا - بولا "شوق سے - مگر کپتان میری طبیعت اس زندگی سے بیزار ہونے لگی ہے - کہ کسی نہ کسی طرح اس مصیبت کا خاتمہ ہونا چاہیئے"

کپتان بھی آج معمول سے زیادہ مست تھا - یہاں تک کہ بیکر سٹریٹ میں سکونت اختیار کرنے کے دن سے اب تک وہ کبھی اتنا مدہوش نہیں ہوا تھا - بولا "طاقتوں کی قسم - فرینک میں خود تم سے یہی بات کہنے کو تھا -"

"مگر سوال یہ ہے کہ کیا چاہیئے" گرفن نے ہچکی لیتے ہوئے پوچھا -

"کرنا کیا چاہیئے" آرنلڈ لیس نے اپنے دوست کے لفظوں کو دہرا کر کہا "میری صلاح ہے میں تم کل فرانس کو چلے جاؤ - اور اس مکان کا انتظام میرے ذمہ رہنے دو - میں اس کی ہر ایک چیز کسی دلال کے ذریعہ فروخت کر کے تمہاری بیوی کو بھی اور روپیہ کو ایسی حفاظت کے ساتھ وہیں لے آؤں گا - کہ یا وہ سب میرے [illegible] پہنچے"

فرینک نے اپنا گلاس دوبارہ پر کرتے ہوئے کہا "کپتان میرا ارادہ یہاں سے تنہا جانے کا نہیں - لیکن جب شراب کا خمار ذرا اتر جائے - تو ہم اس سوال پر غور کریں گے"

آرنلڈ لیس کہنے لگا "یسوع کی قسم - مجھے تو تنہا جانا بالکل نہیں سوجھتا" - لیکن اصل واقعہ یہ ہے [illegible] نشست پر بیٹھا ہوا بڑبڑا رہا تھا

اور باوجود بڑی کوشش کے اپنے آپ کو سنبھالنے سے قاصر نظر آتا تھا۔

اب رفتہ رفتہ گفتگو کم ہونے لگی۔ مگر شراب کا دور بدستور جاری رہا حتی کہ فونیک وسکی کی بوتل تک ہاتھ بڑھانے کی کوشش میں دھڑام سے فرش زمین پر گر پڑا۔ کپتان نے یہ حالت دیکھ کر زور کا قہقہہ لگایا۔ مگر جب وہ اپنے دوست کو اٹھانے کے لئے کھڑا ہوا۔ تو خود بھی لڑکھڑا کر اس کے اوپر گر پڑا۔ آخر بڑی جدوجہد کے بعد وہ سنبھلا۔ اور فونیک کو فرش سے اٹھا کر صوفہ پر لٹا دیا۔ جہاں وہ شراب کے نشہ میں بالکل بے خبر ہوگیا۔ اب کپتان نے ایک شمع ہاتھ میں لی۔ اور لڑکھڑاتا ہوا کمرے سے باہر چلا۔ ساتھ ساتھ کہتا جاتا تھا۔" طاقتوں کی قسم۔ اگر مجھے اس بات کا یقین نہ ہو ۔ ۔ ۔ کہ ۔ ۔ یعنی اگر یہ خبر مکمل نہ ہو ۔ ۔ ۔ کہ ۔ ۔ ۔ تو مجھے کہنا پڑے ۔ کہ میں ۔ ۔ ۔ کہ ۔ ۔ ۔ آج اپنی عمر میں اول مرتبہ بیہوش ہوگیا ہوں۔"

مگر یہ ایسا نتیجہ تھا۔ جسے اخذ کرنا کپتان کیلئے ضرور ناگوار ہوتا تھا۔ پس اس نے اس خیال کو ذہن سے دور کرنے اور اپنے آپ کو یہ یقین دلانے کے لئے کہ میں پوری طرح ہوش میں ہوں۔ شمع کی روشنی میں صدر دروازہ کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ جیسا سونے سے پیشتر وہ ہمیشہ کیا کرتا تھا۔

بدمست شرابیوں کی طرح پھٹی پھٹی آنکھوں سے دروازہ کو دیکھتے ہوئے۔ وہ خود سے کہنے لگا" طاقتوں کی قسم! یہ بیمار تو کہ ۔ ۔ ۔ کہ ۔ ۔ ۔ جان بڑا ہوشیار آدمی ہے ۔ ۔ ۔ کہ ۔ ۔ ۔ مجھے اس کا پورا تجربہ ہوچکا ہے ۔ ۔ ۔ کہ ۔ ۔ ۔ یسوع کی قسم! دیکھو تو اس نے دروازہ میں دو زنجیریں لگا رکھی ہیں۔ اور اوپر نیچے دو دو کنڈیاں لگی ہیں۔ اور مقدس دسپنے کی قسم!" کپتان نے ذرا بلند آواز سے کہا۔ اور ساتھ کے ساتھ ہی اس کے چہرہ پر دیوانوں کی طرح خوشی کے آثار نمودار ہوگئے۔" اب یہ مکان ہر طرح محفوظ ہے کیونکہ ۔ ۔ کہ ۔ ۔ ۔ دونوں دروازے بھی دو ہی لگے ہوئے ہیں۔"

اس عجیب دریافت سے بہت خوش ہوکر اور یہ سمجھ کر کہ میرے ہاتھ میں دو موم بتیاں ہیں۔ یہاں تک کہ ہر چیز کو ایک کی بجائے دو دیکھتے ہوئے ہچکولے افسر ڈیوڑھی سے گذر کر زینہ پر چڑھنے لگا۔ جو آج اسے غیر طور پر عمودی۔ ڈھلوان اور ناہموار نظر آتا تھا ہر قدم

(۱) ... شراب نوشی کے باعث ہچکی کی آمد (مترجم)

پر شبہ کریں کرانا۔ اور ساتھ ساتھ اس "بے وقوف" کاریگر کو گالیاں دیتا جس نے اس قسم کا زینہ تیار کیا۔ کپتان او لینڈرلیس بصد خرابی پہلی منزل تک پہنچا۔ مگر وہاں اس کا پاؤں دہلیز پر جو پھسلا۔ تو چاروں شانے چت کمرے کے فرش پر گر پڑا۔ شمع بھی ہاتھ سے گر کر گل ہو گئی اور سر زور کی چوٹ لگنے سے اس طرح بھنا گیا کہ آنکھوں کے سامنے سیکڑوں شہاب ثاقب اڑتے ہوئے نظر آئے۔

"خون اور آفت کی قسم!" جنگجو افسر نے غصے میں بھر کر کہا۔ "ضرور کوئی زوردار زلزلہ آیا ہے... ہک... طاقتوں کی قسم! میں... ہک... حقیقت میں آج... ہک... بیہوش ہو گیا ہوں!"

وہ پھر اپنی جگہ سے اٹھا۔ اندھیرے ہی میں زینہ کو ٹٹولنے لگا۔ آخر کسی قدر تلاش کے بعد جب اسے زینہ کا سراغ مل گیا۔ تو اس نے پھر اوپر چڑھنا شروع کیا۔ مگر اس کا اسے مطلق علم نہ تھا۔ کہ میں سر کے بل چل رہا ہوں۔ یا پاؤں کے۔ صرف اتنا جانتا تھا۔ کہ کوئی مجھے زور سے چکر دے رہا ہے۔

لڑکھڑاتا ہوا زینہ پر قدم قدم چڑھتا۔ وہ اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا۔ "کپتان او لینڈرلیس یہ تمہیں ہو۔ یا کوئی اور ہے! اگر تمہیں ہو... ہک... تو مجھے تمہاری طرف سے آج سخت ندامت اٹھانی پڑی ہے۔ اور مقدس وسپنی کی قسم! میں تمہاری... ہک... ایسی مرمت کروں گا۔ کہ بیٹا کپتان... ہک... او... ہک لینڈرلیس تم یاد ہی رکھو گے۔"

اس طرح کی باتیں کرتا۔ وہ بعد خرابی بصرہ دوسری منزل پر پہنچ گیا۔ مگر وہاں جا کر یہ تھا۔ کہ اپنے کمرے تک پہنچنے کے لئے کس طرف کو جانا چاہئے۔ صرف اتنا یاد تھا۔ کہ میرا کمرہ کہیں پاس ہی ہے۔ مگر اس کا مطلق علم نہ رہا تھا۔ کہ اس میں پہنچنے کے لئے دائیں طرف کو چلنا چاہئے۔ یا بائیں کو۔ یونہی بلا مقصد اس نے ادھر ادھر کمرے کے دروازہ کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔ اور جب آخر کار اس کا ہاتھ ایک دروازے سے لگا۔ تو وہ بلا تامل اسے کھول کر اس کے اندر داخل ہو گیا۔

باب ۱۰۳ گرفتاری ابیجا

اسی رات کو نو بجے کا وقت اور بیکر سٹریٹ میں کالے سنہ ... چند آدمی کہ پھر اسی سڑک کے فٹ پاتھ کی طرف بازار سے گزر کر اس مکان کے سامنے ہوئے جس پر کرائے کو دیا جاتا ہے لکھا۔ ان کی نقل و حرکت جاسوسانہ طور پر تھی اور انہوں نے ایسی کارروائی شروع کی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اُس کوٹھی کا محاصرہ کرنے والے لوگ ہیں۔

ان لوگوں میں کئی آدمی ایسے تھے کہ جن میں ہمارے دوست مسٹر گریس اور پرائس یعنی قارتیا کے دو نوکر ملازم تھے۔ اور ان کے ہمراہ اس وقت مرد اور اسی قسم کے بد وضع آدمی تھے جیسے بالعموم چھپ کر شراب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔

مسٹر گریس نے غور سے مکان کا معائنہ کیا۔ تاکہ غلطی سے کسی اور مکان میں نہ گھس جائیں۔ پھر سیڑھی کو دیوار کے ساتھ لگا کر گزشتہ گناہ کی کھڑکی کے باہر کی سوتی تھی۔ مسٹر پرائس کو اوپر چڑھنے کا حکم دیا۔ لیکن معلوم ہوتا تھا مسٹر پرائس اس حال میں ادب و اخلاق کی کسی خاص کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے آقا کی پیش روی کے لئے ہرگز آمادہ نہیں ہوتا تھا لیکن مسٹر گریس کا رب اتنا متکبر المزاج شخص تھا کہ وہ اس عزت سے بردار نہیں ہوتا تھا۔ سے وہ دونوں آدمی انہوں نے صاف کہدیا کہ ہم کسی حالت میں پہلے اوپر نہ جائیں گے۔ غرض ساری تجویز خاک میں ملی جاتی تھی۔ انجام کار پرائس نے ہی اپنے اندیشوں پر غالب آکر اوپر چڑھنا منظور کیا۔

وہ اپنے بدن کو گھسیٹا ہوا سیڑھی پر چڑھنے لگا۔ اور اس کی ہمت مردانہ کو دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر وہ اسی خوشنما جسم میں شہید ہو جاتا تو کسی ذی حیثیت شاعر کو ضرور اس کی مدح میں ایک نظم تصنیف کرنی پڑتی لیکن افسوس کہ کسی کو یہ سعادت نصیب نہ ہوئی کیونکہ وہ اس زینہ پر اس طرح چڑھ گیا جیسے ... بہرحال مسٹر پرائس گزشتہ گناہ کے ... امید کا ... حفاظت سے پہنچ گیا۔

گریب چڑھنے لگا۔ اور اس کی تقلید باقی دو شخصوں نے بھی کی۔ اس اثنا میں پراگس نے نشستگاہ کی کھڑکی کا ایک شیشہ الماس دار آلہ کی مدد سے کاٹ لیا تھا۔ اور اب اس رخنہ میں ہاتھ ڈال کر اس نے کھڑکی کو اندر سے کھول لیا۔

یہ کام ہو گیا تو چاروں آدمی یکے بعد دیگرے نشستگاہ میں گھس گئے۔ اور اب وہ ان بہادروں کی حیثیت میں جنہوں نے کسی مستحکم قلعہ پر شب خون کے ذریعہ قبضہ کر لیا ہو۔ اس مکان پر قابض نظر آنے لگے۔ بیشک نے آج یکمشت ان کے محاصرہ کا مقابلہ بڑی کامیابی سے کیا تھا۔

مسٹر پراگس نے جیب سے ایک اندھی لالٹین نکال کر روشن کی۔ اور مسٹر میک گریب نے رم کی شیشی نکال کر اس کی تھوڑی تھوڑی مقدار سب میں تقسیم کی۔ کیونکہ ان کے حوصلہ کو بلند رکھنے کے لئے اس کی خاص ضرورت تھی۔ پھر انہوں نے دبے پاؤں اس کمرہ سے نکل کر مکان کے اندرونی زینہ کی راہ سے ہوتے ہوئے صدر دروازہ کھولا۔ اور باہر سے چوبی سیڑھی اٹھا کر مکان کے اندر صحن میں رکھ دی۔ تاکہ اگر اتفاقاً پہرہ دار گلی میں گشت کرتے ہوئے سیڑھی کو لگا ہوا دیکھے تو "چور چور" کی آوازیں دینے لگیں۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ اطمینان سے مکان میں داخل ہوئے۔ صدر دروازہ کو احتیاط سے اندر کی طرف بند کر دیا۔ اور کنجی مسٹر میک گریب نے اپنی جیب میں ڈال لی۔

پہلے یہ چاروں پہلی منزل کی نشستگاہ میں داخل ہوئے۔ جہاں مسٹر فرنیک کرلش اس صوفہ پر جہاں کپتان نے انہیں فرش سے اٹھا کر لٹا دیا تھا۔ اب تک بے خبر سو رہے تھے۔ مسٹر میک گریب نے لالٹین کی روشنی میں فرنیک کرلش کی صورت کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا "یہی وہ جوان ہے۔ جس کی ہمیں تلاش تھی۔ میں ایک آدمی کی مدد سے ابھی اسے یہاں سے اٹھوا کے لے جاتا ہوں۔ اور پراگس تم نے دوسرے آدمی کے ساتھ اس مکان پر قابض رہنا۔"

پراگس نے کہا "یہ بات تو بالکل ناممکن ہے۔ بھلا ہم دو آدمی اس آتش شیطان کا کیونکر مقابلہ کر سکیں گے؟"

اس نے یہ الفاظ اتنے بلند لہجہ میں کہے کہ کرلش کی آنکھ کھل گئی۔

وہ چونک کر اٹھا۔ اور آنکھیں مل کر نیم بے خبری کی سی حالت میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ کیونکہ

رات کی بسیار نوشی کا خمار ابھی تک نہ اترا تھا۔ آخر جب رفتہ رفتہ اسے یقین ہوا کہ کمرہ میں چار اجنبی شخص موجود ہیں۔ تو بھاری گلوگیر آواز سے کہنے لگا "شیطان کی قسم تم کون ہو اور یہاں کس لئے آئے ہو"؟

میک گریب نے عرض کر کہا "ابھی معلوم ہو جائے گا۔ ہم کون ہیں۔ تم ذرا ہوش میں آؤ اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ہم بھی انسان ہیں بھوت نہیں ہیں"۔

فرنیک کو جب معلوم ہوا کہ یہ فرق ایمن کے آدمی ہیں۔ تو اس نے زور کی جمائی لی۔ اور کہنے لگا "یار تھوڑی دیر اور سو لینے دو۔ ابھی تو میں نیند بھر کر لیا بھی نہیں ہوں"۔

میک گریب کہنے لگا "اب یہاں رہنا یا سونا ناممکن ہے۔ جینیسری لین کی حوالات تیار ہے"

فرنیک اس ناگوار حالت سے متوحش ہو کر کانپنے لگا۔ اس کے دانت کچھ تو خوف اور کچھ سردی کی وجہ سے بج رہے تھے۔ بولا "اس وقت کیا بجا ہوگا"؟

میک گریب نے جیب سے ایک بھاری چاندی کی گھڑی نکال کر کہا "پونے چار کا عمل ہے"

فرنیک بولا "اس سے معلوم ہوا کہ میں ضرور کچھ عرصہ سو چکا ہوں"۔ پھر وہ میز کی طرف دیکھ کر کہنے لگا "ہاں مجھے یاد آ گیا۔ رات میں نے ذرا زیادہ پی لی تھی"

پراگس تلخ لہجہ میں کہنے لگا "تیرا ابھی یہی خیال ہے۔ مگر کیا ہوا۔ جزیرہ سپائیک میں نہیں پہنچ کر بہت سے آدمی مل جائیں گے"۔

"جزیرہ سپائیک"! فرنیک نے متعجب ہو کر کہا۔ پھر جب وہسکی کے خمار آلودہ ذہن میں کچھ بیداری آئی۔ تو کہنے لگا "ہاں میں سمجھ گیا۔ تمہارا اشارہ پنج کی حوالات سے ہے لیکن دوستو جیسا میرے یار علی صاحب لینڈ کا مقولہ تھا۔ انسان کو ہمت نہ ہارنی چاہئے۔ اگر پنج ہی کو چلنا ہے۔ تو مضائقہ نہیں۔ میں اس کے لئے تیار ہوں۔ مگر اس کی تو اجازت دو۔ کہ میں اس واقعہ کی اطلاع اپنی بیوی کو دیتا چلوں"۔

میک گریب گھبرا کر کہنے لگا "ہم تمہیں اس خوفناک آئرش کو بیدار کرنے کی اجازت نہ دینگے۔ ہم تو ابھی تمہیں یہاں سے لے جائیں گے۔ وہ بیدار ہو کر جو چاہے خفا ہو یا شور و غل مچایا کرے۔ ہمیں اس کی پرواہ نہ ہوگی"۔

کرلش نے کہا "میں ایمانداری سے وعدہ کرتا ہوں۔ کہ کپتان کو ہرگز بیدار نہ کروں گا لیکن مجھے جانے سے پہلے بیوی سے تو مل لینے دو"۔

میک گریب کہنے لگا "تمہارے اس آئرش دوست نے تم سے جو بد سلوکی کی تھی۔ اس کے بعد تم کسی رعایت کے مستحق تو نہیں ہو۔ لیکن جب ہم تمہیں اپنی بیوی سے ملنے کی اجازت دیتے ہیں۔ تو تمہیں بھی اپنی شرط واپس لے لینی چاہیئے۔ قبول نہ ہونے دینگے۔"

فرینک نے کہا "اگر یہی بات ہے تو میرے ساتھ ساتھ اوپر خوابگاہ کے دروازہ تک چلے آؤ۔ میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔"

میک گریب بولا "پراکس تم میرے ساتھ رہو۔ اور دیکھو مسٹر کرلش ہم تمہیں پھر خبردار کئے دیتے ہیں کہ ہمارے پاس پستول موجود ہیں۔ اگر تمہارے آئرش دوست نے پھر بیدار ہو کر کوئی بیجا حرکت کی تو ہم ذاتی حفاظت میں فیر کرنے سے دریغ نہ کرینگے۔"

فرینک کہنے لگا "پچھلی مرتبہ بھی اس نے جو کچھ کیا۔ اس میں میرا قصور نہ تھا۔ بہر حال تم اصرار کرتے ہو تو میرے ساتھ ساتھ آجاؤ۔"

یہ کہکر کرلش نے شمع روشن کر کے ہاتھ میں لی۔ اور آہستہ آہستہ زینہ پر چڑھنے لگا۔ میک گریب اور پراکس دونوں سایہ کی طرح اس کے پیچھے تھے۔ دوسری منزل پر پہنچکر فرینک ایک دروازہ کے سامنے رکا۔ اور اسے کھولنے کو تھا۔ کہ میک گریب نے دبی زبان سے کہا "دیکھو میں پھر تاکید کرتا ہوں کوئی شرارت نہ ہو۔ ورنہ خدا جانتا ہے۔ آپ کی مرتبہ ہم جان لڑا دینگے۔ مگر خالی ہاتھ نہ جائیں گے۔"

کرلش بھی اسی طرح آواز دبا کر کہنے لگا "میں یقین دلاتا ہوں۔ کہ یہ میری بیوی کی خوابگاہ ہے۔ یہاں کپتان کا کیا کام؟"

اتنا کہہ کر وہ کمرہ کا دروازہ کھلا چھوڑ کر اندر داخل ہو گیا۔ اور فارق کے دونو آدمی باہر کھڑے رہے۔

شمع ہاتھ میں لئے فرینک کمرہ کے اندر پلنگ کی طرف بڑھا۔ اور "میری جان۔ جانِ من" کہنے کو تھا کہ حیرت زدہ اور متعجب ہو کر رک گیا۔ منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ آنکھیں پھیل گئیں۔ اور چہرہ پر ایک زردی پیدا ہو گئی۔ کیا دیکھتا ہے کہ بیوی کے قریب کپتان اوبلیقس بیٹھے ہوئے ہیں۔

دونوں بے خبر سو رہے تھے۔ اور کپتان کا چہرہ شراب کی وجہ سے [illegible] [illegible] لال [illegible]۔

"خدا کی قسم! آج اس کی بدمستی کی حد ہو گئی ہے" بہت دیر کے بعد کرشن نے اس وقت کہا جبکہ
اس کی طاقت تکلم بحال ہوئی۔ اور اس جوش اور غصہ کے زیر اثر جو ایسے موقعہ پر اکثر
سخت جذباتی شخص میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اور انسان میں غیر معمولی دلیری کا مادہ پیدا کر دیتا ہے
اس نے پاس رکھی ہوئی تپائی سے پانی کی بھری ہوئی صراحی اٹھا کر سارا ٹھنڈا پانی کپتان
اوپلینڈ کے سینہ پر گرا دیا۔

"قتل اور غارت کی قسم!" جنگجو کپتان نے خواب دیدہ کی طرح بیدار ہو کر چلاتے ہوئے
کہنے لگا۔ اور پھر پلنگ سے اٹھ کر فریڈرک کرشن پر دست شفقت پھیرنے کو تھا کہ پچھلے
سے چیخ کی آواز سن کر رک گیا۔ اس نے چونک کر ادھر دیکھا۔ تو معلوم کر کے حیرت
زدہ ہو گیا۔ کہ میں کہاں ہوں۔ اب اسے معلوم ہوا کہ فریڈرک نے میرے ساتھ یہ سلوک
کیوں کیا۔ چنانچہ فوراً ہی غصہ پر قابو پا کر اس نے زور سے کہا "یسوع کی قسم!
اور میرے دوست فریڈرک یہ سب غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ رات میں اتنی بوتلیں
پی گیا۔"

"ارے آؤ! یہ تو وہی آئرش شیطان ہے" جب قزاق ایرنگ کے آدمیوں میں سے ایک نے
دروازہ کے پاس کھڑے ہوئے گھبرا کر گلا پھاڑ آواز سے کہا۔
دوسرے کی آواز سنائی دی۔ "پرواہ نہ کرو۔ اگر اس نے اب کی مرتبہ ہم
پر ہاتھ اٹھایا تو ہم ضرور فیر کر دیں گے۔" اور فوراً ہی اس نے ان دو شخصوں کو جنہیں وہ پیچھے چھوڑ
آیا تھا۔ اوپر آنے کے لئے زور سے آواز دی۔

دفعتاً سارے گھر میں ایک ہنگامہ سا پیدا ہو گیا۔ مسز کرشن اس بے حرمتی کو دیکھ کر
چارپائی پر پڑی چیخیں مار رہی تھی۔ اور کپتان صاحب گلے میں صرف ایک قمیص پہنے اس
شخص کی طرف جو یکایک غسل خانہ سے نکل آیا ہے۔ کمرہ کے دروازہ کی طرف
لپکے جا رہے تھے۔ پیچھے پیچھے کرشن تھا۔ جس کا کپتان کے پیش کردہ عذر سے غصہ ابھی
ٹھنڈا نہ ہوا تھا۔ اور قزاق ایرنگ کے وہ دو آدمی جنہیں نچلی منزل میں ٹھہرا لیا گیا تھا۔ بے
تحاشا اوپر کو بھاگے آ رہے تھے۔ مختلف بالا خانوں سے نوکروں کی آوازیں سنائی
دے رہی تھیں۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ لیکن گمان غالب ہے۔ کہ وہ بھی اپنے دل میں
معلوم کر چکے تھے۔ کہ قزاق ایرنگ کے آدمی آج مکان کے اندر بغرض رہزنی آ گھسے ہیں۔

جس وقت کپتان نے اس شمع کی روشنی میں جو کرلش کے ہاتھ میں تھی۔ مسٹر گریب اور پیرانگس کے معروف چہرہ کو پہچانا۔ تو وہ زور سے چلا کر کہنے لگا "حیوان کے بچو۔ ورنہ اتنی فرصت نہیں تو تمہارے دھڑ دون گا"

لیکن معلوم ہوا کہ اس مرتبہ ان دو شخصوں نے بھی پوری جرات سے کام لینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک ایک پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ جس سے کپتان کا جوش سرد ہو گیا۔ اور وہ پیچھے کو ہٹ گیا۔ ادھر کرلش بھی خوف زدہ ہو کر کہنے لگا "صاحبو کسی بے جا کارروائی کی ضرورت نہیں۔ میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں"

اور فرینڈلیس کمرہ میں ادھر ادھر کوئی ایسی چیز تلاش کرتے ہوئے جس سے حملہ آوروں کی مدافعت کی جا سکے۔ کہنے لگا "یسوع کی قسم! اور میرے دوست میں ہرگز تمہیں ان کے ساتھ جانے نہ دوں گا"

اتنے میں وہ دونوں آدمی بھی جنہیں نچلی منزل میں چھوڑا گیا تھا۔ اوپر پہنچ گئے۔ اور اب کرلش کے لئے سوائے اپنی حوالگی کے کوئی چارہ کار نہ رہا۔

"فرینک! فرینک!" اس کی بیوی نے خوابگاہ کے اندر سے چیختے ہوئے کہا۔

"کرلش میرے دوست احمق نہ ہو" کپتان نے بھی گرج کر کہا "ہم اب بھی ان کو مار کر بھگا سکتے ہیں"

لیکن فرینک نے نہ بیوی کی التجا اور نہ دوست کی درخواست پر توجہ دی اور فرتی امین کے آدمیوں کے ساتھ جلد جلد قدم اٹھاتا نیچے اترنے لگا۔ ایک تو وہ پستولوں سے بہت خوف کھاتا تھا۔ دوسرے خوابگاہ میں جو نظارہ دیکھ چکا تھا۔ اسی نے اسے اتنا پریشان کر دیا۔ کہ اب وہ اس مکان میں ٹھیرنا بہر حال پسند نہ کرتا تھا۔ اس واقعہ سے اسے سخت صدمہ پہنچا۔ اور اگرچہ اس کا انتقام لینے کا اس میں یارا نہ تھا تاہم وہ اس کا تحمل بھی نہ ہو سکتا تھا۔ پس اس نے افسردگی کے ساتھ اپنا قسمت کو واقعات پر چھوڑ دیا۔

مسٹر گریب دو فالتو آدمیوں میں سے ایک کے ساتھ تیمز کو لے کر جنیری کی طرف روانہ ہوا۔ اور پیرانگس اور دوسرا آدمی مسٹر ہٹ والے مکان پر قابض رہے

رات نہایت سرد اور تاریک تھی۔ اور قریباً ساڑھے چار کا وقت تھا۔ جب فریڈرک کرلش میک گریب کی معیت میں اس کے مکان پر پہنچا۔ بسیار نوشی کی وجہ سے اس کے سر میں اتنا درد تھا۔ کہ دماغ پھٹا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ تو قدرتی سردی تھی۔ کچھ خوف اور کچھ شراب کا خمار اتر جانے کے مراجعانہ اثر کی بدولت اس کا بدن زور سے کانپ رہا تھا۔ اور چونکہ خیالات بھی نہایت افسردہ کن تھے۔ اس لئے مجموعی طور پر اس وقت اس کی حالت سخت قابل رحم تھی۔ چنانچہ جس وقت وہ میک گریب کے ساتھ اس مکان پر پہنچا۔ تو اندر داخل ہو کر کسی قدر ہلکی آواز سے اپنے آپ سے خطاب کر کے کہنے لگا "ہائے افسوس میں نے کس حماقت میں زندگی بسر کی"

خوش قسمتی سے اس کی جیب میں کچھ نقدی موجود تھی۔ ایک پونڈ میک گریب کے ہاتھ میں دے کر اس نے کہا "میں نہایت ممنون ہوں گا۔ اگر تم میرے کسی علیحدہ کمرہ میں انگیٹھی کا انتظام کر دو۔ اور اس میں آگ جلوا دو"

میک گریب نے حریصانہ انداز سے نقدی جیب میں ڈال لی۔ اور کہنے لگا "تھوڑی دیر یہیں انتظار کرو۔ میں خادمہ کو حکم دیتا ہوں"

میک گریب کے ساتھی نے اس کثیف مرطوب کمرہ میں جسے قانونی فرم کی اصطلاح میں دفتر کے شاندار نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ ایک لیمپ جلا دیا۔ اور جب میک گریب خادمہ کو بلانے گیا۔ کرلش اسی ذہنی پریشانی کی حالت میں جو کسی خوفناک واقعہ سے پہلے پیدا ہوا کرتی ہے۔ اپنے افسردہ کن خیالات کو دور کرنے کے لئے کمرہ کے سامان پر نظر ڈالنے لگا۔

کمرہ میں ایک دقیانوسی میز پڑی تھی۔ جس پر قلم تراشی کے بے شمار قطعے لگے ہوئے اور کئی مقامات پر سیاہی کے داغ تھے۔ ایک چھوٹی سی الماری میں چند پرانی قانونی کتابیں اور ایک قانونی جنتری موجود تھی۔ انگلستان اور ویلز کے شرف اور نائب شرف افسروں کی فہرست اور ایک اور فہرست [illegible] کی بھی تھی۔ جس سے عدالتوں کے اوقات کا پتہ چلتا تھا۔ دو تین شکستہ کرسیاں۔ ایک سال خوردہ کلاک جس کی ہم آہنگ آواز سے طبیعت اور زیادہ پریشان ہوتی تھی۔ بس یہ اس کمرہ کا سامان تھا

ہر چیز گندی اور سال خوردہ نظر آتی تھی۔ کمرہ میں بجز چار دیواری [illegible]

اور کچھ اس قسم کی بدبو آرہی تھی۔ جو ایسے مرطوب کمروں سے جنہیں عرصہ دراز تک بند رکھا گیا ہو۔ محسوس ہوتی ہے۔

اس سرد مایوسی بخش اور افسوسناک کمرہ میں فریڈریک کرلش کو بیٹھا نصف گھنٹہ بحالت انتظار رکھا گیا۔ جو شخص اس کا نگران تھا۔ وہ بھی پاس ہی ایک کرسی پر اونگھتا تھا۔ کبھی وہ اس قدر سو جاتا تھا۔ کہ اس کا سر گھٹنوں کے قریب آجاتا۔ مگر پھر فرض کی یاد سے چونک کر یکایک زور سے سر کو اٹھا لیتا۔ جس سے فریڈریک کی پریشانی اور زیادہ بڑھتی تھی۔ آخر نصف گھنٹے کے انتظار کے بعد مسٹر میگ گریب واپس آیا۔ تو اس کے منہ سے رم کی تیز بو آرہی تھی۔ اور اس کے پیچھے پیچھے ایک بدوضع کثیف پوشاک بوڑھی عورت تھی۔ جس نے گھبراہٹ کی حالت میں الٹے سیدھے کپڑے پہن رکھے تھے۔ اور بہت ناراض معلوم ہوتی تھی۔ جس کی وجہ شاید یہ ہو کہ اسے اتنا سویرے جگایا گیا۔

کرلش سے مخاطب ہو کر مگر اس کی طرف دیکھے بغیر وہ خشک لہجہ میں کہنے لگی "میرے پیچھے چلے آؤ"۔

اسے ساتھ لئے ہوئے وہ ایک مختصر سے مسقف راستہ سے گذری اور پھر دونوں آگے پیچھے ایک تنگ زینہ پر چڑھنے لگے۔ بڑھیا کے ایک ہاتھ میں دھندلی سی شمع تھی۔ اور دوسرے کو اس نے لَو ہوا زدگی سے بچانے کے لئے اس کے آگے کر رکھا تھا۔ اس شمع سے بمشکل اتنی روشنی خارج ہوتی تھی۔ کہ مکان کی افسردہ کن حیثیت اور زیادہ نمایاں صورت اختیار کر لیتی تھی۔ یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ سوائے اس کمرہ کے جسے "دفتر" کا نام دیا گیا تھا۔ باقی سارا مکان فلاکت اور نکبت کا بہترین نمونہ تھا۔ اس کے ہر حصہ میں تاریکی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اور ہر جگہ اتنا کوڑا کرکٹ اور گرد جمع تھی۔ کہ فریڈریک کرلش جیسے سطحی نظر رکھنے والے شخص نے بھی اسے محسوس کیا۔

بڑھیا اسے ساتھ لے کر دوسری منزل پر راستہ کی جانب ایک کمرہ میں پہنچی۔ جہاں اس نے موم بتیاں جلا دیں۔ اور انگیٹھی میں چند گیلی لکڑیاں اور پتھر کے کوئلہ کا چورا ڈال کر اس کو آگ دکھانے کی کوشش کرنے لگی۔ کمرہ بظاہر نشست گاہ کا کام دیتا تھا۔ مگر اس میں کہیں جا بجا جالا بھی موجود تھا۔ دیواروں پر بے شمار تصاویر لگی ہوئی تھیں۔ جن کے فریم بگڑے ہوئے اور جن کے سنہری ملمع کی چمک اڑ گئی تھی۔ ایک جانب الماری کا پرانی

طرز کے کٹ کے گلاس شیشے لگے ہوئے تھے۔ کمرہ میں بچھی ہوئی چٹائی کئی مقام پر پھٹی ہوئی تھی۔ اور اس پر جا بجا چربی اور بیئر کے داغ نمودار تھے۔ میز پر بچھی ہوئی چادر پر بھی سیاہی اور شراب کے دھبے لگے ہوئے تھے۔ کھڑکیوں میں لگے ہوئے پردے بظاہر کسی اچھے کپڑے کے تھے۔ مگر اب گرد کی کثرت نے ان کی صورت مسخ کر دی تھی۔ کھڑکیوں کے شیشے اتنے میلے تھے۔ کہ دوپہر کے وقت بھی ان سے شعاع آفتاب بدقت کمرہ کے اندر پہنچ سکتی تھی غرض یہ جگہ نہایت بے رونق اور افسردہ کن معلوم ہوتی تھی۔ ایسا گمان ہوتا تھا۔ کہ اس کی تیاری میں پہلے تو خوب دل کھول کر روپیہ صرف کیا گیا ہوگا۔ لیکن بعد ازاں مکینوں کی غفلت اور کاہلی نے اس کا ستیاناس کر دیا

بڑی دشواری سے جب آخر کار آتشدان میں آگ سلگنے لگی۔ اور بڑھیا دبے پاؤں کمرہ سے رخصت ہو گئی۔ تو فرنیک کرشن چارپائی پر جس کے اوپر بستر بچھا ہوا تھا لیٹ گیا۔ طبیعت نہایت بد مزہ تھی۔ اور وہ اس بات کا خواہشمند تھا۔ کہ جس قدر نقدی میرے پاس موجود ہے۔ وہ دے کر بھی چند گھنٹوں کی پر آسائش نیند حاصل ہو جائے۔ تو مضائقہ نہیں۔ مگر نیند ایک ایسی نعمت ہے جسے کوئی ارضی وسائل حاصل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ کچھ دیر کروٹیں لینے کے بعد وہ دن کے ۸ بجے کے قریب چارپائی سے اٹھا۔ تو بدن اسی طرح تھکا ہوا اور دماغ بدستور پریشان تھا۔

اس کا چہرہ شراب کے اثر سے بخار کی طرح جل رہا تھا۔ اور اب وہ اس بات کا خواہشمند تھا۔ کہ سرد پانی ملے۔ تو اس سے چھینٹیں دے کر طبیعت کو فرحت دے۔ اس خیال نے اسے کسی حد تک خوش بھی کر دیا۔ کہ سرد پانی سے ہاتھ منہ دھو کر طبیعت سنبھل جائیگی۔ مگر صراحی کو دیکھا تو خالی پڑی تھی۔ اور کمرہ میں تولیہ کی قسم سے کوئی چیز نام کو بھی موجود نہ تھی۔ اس نے گھنٹی بجائی۔ پانچ منٹ گذرے۔ تو آخر وہی بڑھیا آہستہ آہستہ کمرہ میں داخل ہوئی اس نے پانی اور تولیہ لانے کو کہا۔ اور وہ خالی صراحی لے کر کمرہ سے چلی گئی۔ پانچ منٹ اور گذر گئے۔ تو وہ دوبارہ نمودار ہوئی۔ مگر اب کی مرتبہ تولیہ لانا بھول گئی تھی۔ پاؤ گھنٹہ اور گذرا تو وہ تیسری مرتبہ ایک فٹ مربع کا پتلا سا چیتھڑہ جسے تولیہ کا نام دیتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ لیکر آئی۔ واپس جانے کو تھی۔ کہ کرشن نے دیکھا صابون موجود نہیں۔ دس منٹ اور گذر گئے۔ تو صابون کی ایک معمولی سی ٹکیہ پیش کی گئی۔ حالانکہ اس ساری

تکلیف کے لئے۔۔۔ کیونکہ آسائش تو ہم اسے کسی صورت میں نہیں کہہ سکتے۔۔۔ غریب قیدی نے ایک پونڈ پیشگی ادا کیا تھا۔

فرینک اپنی موجودہ ذلت پر سخت نادم اور افسردہ تھا۔ عاجزی سے کہنے لگا۔ "نیک عورت جس قدر جلد ممکن ہو۔ میرے کھانے کے لئے کوئی چیز لانا"۔

بڑھیا نے کمرہ سے رخصت ہونے کے لئے پلٹتے ہوئے بدمزاجی سے کہا۔ "کچھ تیار ہوتا ہے۔ تو لے آونگی"۔

کرلس نے ڈھٹائی سے پوچھا۔ "آخر میں کب تک انتظار کروں؟"

وہ بولی "میری بلا جانے۔ ابھی تو باورچی خانہ میں آگ بھی نہیں جلائی گئی"۔ اور بس اتنا کہکر وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی کمرے سے چلی گئی۔

سخت مایوس اور پریشان ہو کر وہ غریب منہ ہاتھ دھونے کی فکر میں ہوا۔ لیکن افسردگی کا احساس اب تک باقی تھا۔ پانی سرد اور معزح ہونے کی بجائے گاڑھا اور چپچپا محسوس ہوتا تھا۔ تولیہ اتنا چھوٹا تھا۔ کہ چند ہی منٹ میں سارا بھیگ گیا۔ اور ناچار اس غریب کو چارپائی کی چادر کے ایک سرے سے منہ پونچھنا پڑا۔ چونکہ کمرہ میں ناخن صاف کرنے کا برش موجود نہ تھا۔ اس لئے وہ ہاتھوں کو پورے طور پر صاف نہ کر سکا۔ اور کنگھی نہ ہونے کی وجہ سے بال بھی الجھے ہوئے اور پریشان ہی رہے۔ غرض یہ کہ ہاتھ منہ دھونے کے بعد وہ پہلے سے بھی زیادہ افسردگی محسوس کرتا تھا۔ اور یہ احساس باوجود بڑی کوشش کے رفع نہ ہوا۔

اب وقت گذارنے کے لئے اس نے اس کمرہ کی تصاویر کا معائنہ شروع کیا۔ حتی کہ انہیں باربار دیکھنے سے ان کا یہاں تک شناسا ہو گیا۔ گویا اس کمرہ میں رہتے۔ اسے کئی برس گذر گئے ہوں۔ پھر وہ ایک کھڑکی میں بیٹھ کر راہروں کو دیکھنے لگا۔ اب ۹ کا عمل تھا۔ اور وکلا کے محرر اپنے اپنے دفتروں کو جارہے تھے۔ کثیف پوش آدمی ہاتھوں میں کاغذ کے پراسرار ٹکڑے لئے جلد جلد قدم اٹھاتے نظر آتے تھے۔ اور گاہ بہ گاہ کوئی خوش پوش آدمی سیاہ سوٹ پہنے ہاتھ میں نیلے رنگ کا بیگ لئے عدالت چینسری کی طرف جاتا دکھائی دیتا تھا۔ یہ بظاہر کسی بیرسٹر کا ملازم تھا۔ کبھی کبھی تین چار آدمی اکٹھے اس گلی سے گذرتے تھے۔ ان کی صورت دیکھتے خیال پیدا ہوتا تھا۔ کہ وہ ایلے ہیں۔ جو پرتگال سٹریٹ کی عدالت دیوالہ

کی طرف جارہے ہیں۔

جس مکان کی سلاخ دار کھڑکی میں کرٹش بیٹھا ہوا باہر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے بالمقابل شراب خانہ کے سامنے چند نہایت بدوضع آدمیوں کا ہجوم تھا۔ نوع انسانی سے تھوڑی سی واقفیت رکھنے والا شخص بھی ان کی صورتوں سے آسانی معلوم کر سکتا تھا کہ یہ لوگ کون ہیں۔ یہ ایسے آدمی تھے۔ جن کا چینسری لین کے معاملات سے بالواسطہ تعلق ہے۔ مثلاً قرقی امین کے چپراسی۔ ان کے نائب یا ایسے لوگ جنہیں ان مکانات پر قابض رکھا جاتا ہے۔ جنکے متعلق قرقی عمل میں آنیوالی ہو۔ جب یہ لوگ مصروف نہ ہوں۔ تو ان کا قیام اکثر شرابخانوں کے دروازوں پر ہی ہوتا تھا۔ گاہ بگاہ وہ کوئی چیز پینے کیلئے اندر بھی چلے جاتے ہیں۔ اور اس وقت ان کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مالک شراب خانہ کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ وہ ساقنوں کو "مس" کہکر بلاتے۔ اور دیٹر کو اس کے ابتدائی نام سے مخاطب کرتے ہیں۔ بظاہر یہ لوگ نہایت کثیف پوش۔ بدنما۔ بدوضع اور خوشامدی ہوتے ہیں لیکن اگر وہ بدنصیب جن سے ان کا واسطہ پڑتا ہے۔ انہیں معقول معاوضہ نہ دیں۔ تو یہ نہایت گستاخی سے پیش آتے۔ اور گالیاں دینے لگتے ہیں۔

نصف گھنٹہ اور گذر گیا۔ اور اب چینسری لین میں خاصی رونق نظر آنے لگی۔ چند بیرسٹر سیاہ گون پہنے سروں پر وگ رکھے ادہر ادہر پھر رہے تھے۔ خوش پوش وکیل ذاتی یا کرایہ کی گاڑیوں اور ٹمٹموں سے اترتے ہوئے دکھائی دئے۔ اور ان کے محرر پیلے آہستہ چلتے ہوئے دفتر کے قریب پہنچکر نیم سوختہ سگار کے ٹکڑے کو پھینک دیتے اور اپنی سست رفتاری کو تیز گامی سے پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر کے ہاتھ میں چھوٹی دستی چھڑیاں تھیں۔ جنہیں وہ خوب زور سے ہلاتے تھے۔ اور اپنے پالش شدہ بوٹوں تنگ پتلونوں اور خوشنما بھڑکیلی واسکٹوں کو دیکھکر خوش ہوتے تھے۔

ان سب لوگوں کو آزاد پھرتے دیکھ کر فرنیک کرٹش کے منہ سے بے اختیار ایک سرد آہ نکلی۔ وہ نہایت فکرمند بیٹھا اپنی مصیبتوں پر غور کر رہا تھا۔ کہ اتنے میں بڑھیا سامان خاشت ایک قاب میں رکھے کمرہ میں داخل ہوئی۔ فرنیک کا حلق بالکل خشک تھا۔ اور پانی پینے کی اسے عادت نہ تھی۔ اس لئے اب اس نے شوق سے گرم چائے پینا شروع کی۔ لیکن معلوم ہوا۔ وہ نہایت ناقص تھی۔ باوجود پیاس کی شدت کے وہ اسے خوشگوار

معلوم نہ ہوئی۔

اس نے توس چکھا۔ تو اس کا مکھن اتنا اُبلا ہوا تھا۔ کہ بے اختیار طبیعت متنفض ہونے لگی۔ اور جب انڈے کو توڑا۔ تو اس کا ذائقہ بھوسے کی طرح تھا۔ وہ اسے ایک دو چمچوں سے زیادہ نہ کھا سکا۔

طوعاً و کرہاً فرنیک نے چائے کی دو پیالیاں لیں۔ اور پھر بڑھیا کو بلا کر کاغذ کا ایک تختہ لانے کا حکم دیا۔ بہت دیر کے بعد وہ کاغذ کا ایک پرزہ لیکر نمودار ہوئی۔ اس کے ایک ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی ڈنڈی کا قلم اور ایک دوات بھی تھی۔ جس کی روشنائی میں سیاہی الگ اور پانی الگ نظر آتا تھا۔ فرنیک نے بدقت ایک مختصر سا رقعہ اس وکیل کے نام لکھا جس سے وہ واقف تھا۔ اور جو قریب ہی کیری سٹریٹ میں رہتا تھا۔ بڑی دشواری سے آخر ایک قاصد ملا۔ جس نے پچاس قدم کا فاصلہ طے کرنے کا معاوضہ اٹھارہ پنس لیا۔

کوئی نصف گھنٹہ کے عرصہ میں مسٹر پیرٹن یعنی وہی وکیل جس کا ذکر کیا گیا ہے نمودار ہوا۔ ٹھگنے قد کا پتلا دبلا سانولے رنگ کا آدمی تھا۔ آنکھیں چھوٹی لیکن نہایت تیز اور ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔

وکیل نے کمرہ میں داخل ہو کر کہا "کیوں مسٹر کرٹس کیا حال ہے؟ اس مصیبت میں کیونکر مبتلا ہو گئے۔؟"

نوجوان نے جواب دیا "جانے دیجئے۔ کہ میرے یہاں آنے کا باعث کیا ہوگا لیکن مجھے زیادہ تکلیف تو اس حوالات کی ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کسی طرح بنچ میں جاؤں۔ پھر یقین ہے سر کرسٹوفر ولن مجھے زیادہ عرصہ زیر حراست نہ رہنے دیگا۔"

وکیل نے پوچھا "آپ کا مطلب یہ ہے کہ پروانہ حوالگی حاصل کیا جائے؟ مگر کیا اس کا آپ کو یقین ہے۔ کہ مقدمہ کوئینز بنچ کی عدالت میں ہی پیش ہوگا۔ کیونکہ اگر وہ عام پالی مقدمات کی عدالت میں پیش ہوا۔ تو اس صورت میں آپ کو فلیٹ میں بھیجا جائے گا۔"

"[illegible] جانے مقدمہ کی سماعت کہاں ہے۔" فرنیک نے پریشان ہو کر کہا۔ "ہاں مگر دیکھئے میرے پاس وہ کاغذ موجود ہے۔ جو میک گریب نے دیا تھا۔"

"دکھائیے" مسٹر پیرٹن وکیل نے پرزہ کاغذ ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ [illegible] ٹھیک ہے۔ . . . . اوہ! اس نے چند منٹ کی خاموشی کے بعد یکایک چونک کر کہا [illegible]

دستاویز میں تو آپ کا نام درج کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ فرنیک کی بجائے فرانسس لکھا ہوا ہے"

"اچھا" قیدی نے کہا۔ اور اس کا دل اپنے قانونی مشیر کے الفاظ پر مبہم امیدوں سے بھر گیا۔

پیرٹن کہنے لگا "میری رائے میں ... دیکھئے میں صرف اپنی رائے کا اظہار کرتا ہوں یقینی طور پر نہیں کہتا ... میری رائے یہ ہے کہ آپ کو اس مشکل سے نجات دلانے میں دقت پیش نہ آئے گی۔ بہر حال نکتہ قابل آزمائش ہے۔ اس کے لئے مجھے آج سہ پہر کو جج میں درخواست پیش کرنی ہوگی۔ اگر ہم اس کوشش میں ناکام رہے ... یعنی اگر ... تو پھر کل جج کو رجوع کریں گے"

اکثر دیکھا جاتا ہے۔ کہ حوالات میں زیر حراست لوگ اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ ہم اپنے وکیلوں کے پیش کردہ کسی تخفیف سے عذر پر رہا ہو جائیں گے۔ ناکامی کا انہیں خیال ہی نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ کامیابی کی امید میں دو تین پونڈ۔ جو ان کے پاس موجود ہوتے ہیں۔ انہیں بھی صرف کر ڈالتے ہیں۔ جج کی درخواست میں ایسے قیدیوں کے لئے کوئی خاص سحری اثر پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور وہ ایسا سمجھتے ہیں۔ کہ آزادی کا دروازہ ہاتھ لگانے سے فوراً ہی کھل جائے گا۔

فرنیک کرشن بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہ تھا۔ چنانچہ اس نے مسٹر پیرٹن سے کہا "آپ ضرور فوراً ہی اس بارہ میں کوشش کریں"۔ حالانکہ وکیل نے ابھی اس سے کہا تھا۔ کہ سہ پہر سے پہلے کوئی کارروائی عمل میں نہ لائی جا سکے گی۔

غریب کتنی بھاری غلط فہمی میں مبتلا تھا! اس نے یہ نہیں سوچا۔ کہ مسٹر پیرٹن پہلے سے اس بات کا یقین رکھتا ہے۔ کہ اس کوشش میں مطلق کامیابی نہ ہوگی۔ در اصل اس کا مقصد اس قسم کا مشورہ پیش کرنے سے یہ تھا۔ کہ قیدی سے جس قدر نقدی ممکن ہو وصول کر لی جائے۔

جب پیرٹن رخصت ہو گیا۔ تو فرنیک کرشن نے کمرہ کے اندر اس حیران بوڑھے یہودی کی طرح ٹہلنا شروع کیا۔ جس کے لئے ساری دنیا ایک محدود مقام ثابت ہوئی تھی۔ اس نے تعداد کو پہلے دو تین مرتبہ دیکھا۔ کہ آخر اسے محسوس ہونے لگا۔ یہ سب لوگ میرے ہمیشہ کے واقف ہیں۔ پھر وہ کھڑکی کی طرف گیا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ مسٹر میک گریگر اپنے ایک آدمی کے ساتھ

ایک عجیب سی گاڑی میں مضافات لندن کی طرف کسی اور بدنصیب پر چڑھائی کرنے جا رہا ہے۔ یہ اس وقت تک اس کھڑکی کے پاس کھڑا رہا۔ حتیٰ کہ گاڑی بالکل نظروں سے غائب ہو گئی۔ پھر اس کے دل میں خیال آیا۔ کہ لاؤ کوئی اخبار ہی پڑھیں۔ اس نے گھنٹی بجائی۔ اور جب وہی بڑھیا نمودار ہوئی۔ تو اس نے اس سے اخبار لانے کو کہا۔ قریباً دس منٹ کے بعد وہ ایک پرچہ اخبار ڈیلی ٹیلیگراف کا قریباً پندرہ دن کا پرانا اور ایک اخبار ٹائمز کا کوئی دس دن پہلے کا چھپا ہوا لے کر آئی۔ کرٹس کو اتنے پرانے اخبارات دیکھ کر بہت رنج ہوا۔ مگر ضبط سے کام لے کر اس نے بڑھیا کی طرف ایک شلنگ پھینکا۔ اور کہنے "ہاں مجھے آج کا تازہ پرچہ منگا دو"۔ وہ شلنگ اٹھا کر چلی گئی۔ اور کوئی نصف گھنٹہ بعد اسی صبح کا اخبار ٹائمز لے کر واپس آئی۔ فرینک کرٹس سہ پہر کے دو بجے تک اسی اخبار کے مطالعہ میں مصروف رہا۔ اتنے میں لنچ کا کھانا مہیا کیا گیا۔ جس میں ایک خام چاپ تھا۔ ایک نہایت پھیپھا آلو اور ایک پائنٹ شراب جو بے ذائقہ اور گرم کی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

ان چیزوں کو بدقت زہر مار کر کے وہ پھر بیکار ہو گیا۔ وقت گذرتے میں نہیں آتا تھا اور اب اول مرتبہ اسے اس بات کا رنج ہونے لگا۔ کہ میرا دوست او بلنڈرلیس یہاں پر مجھ سے ملنے نہیں آیا۔ دل میں سوچتا تھا "اگرچہ اس نے میری بیوی کے معاملہ میں سخت بیوفائی کی ہے۔ تاہم میں اس کی صحبت کی دلچسپیوں کی خاطر اس واقعہ کو نظر انداز کر سکتا ہوں"۔ مگر اس خواہش کے باوجود او بلنڈرلیس نہ آیا۔ ناچار غریب نے وقت گذارنے کے لئے پھر اخبار ہی کو دیکھنا شروع کیا۔ خبروں کا مطالعہ وہ پہلے ہی کر چکا تھا۔ اب اس نے اشتہارات بھی دیکھ ڈالے پھر ایک دو سگار پیئے۔ اس طرح بمشکل شام کے پانچ بجے تک وقت گذارا۔

آخر اس وقت مسٹر پیرٹن واپس آیا۔ اور فرینک کرٹس اس کی اطلاع سننے کا بیتابی سے انتظار کرنے لگا

وکیل نے اس انداز سے کرسی پر بیٹھ کر گویا وہ کام کرتا کرتا بالکل تھک گیا ہو۔ کہنا شروع کیا "دوست اس معاملہ میں گو ناکامی ہوئی۔ لیکن خیر ایک بات موجب تسکین ہے ..."

[illegible] امید سے کہ شاید رہائی کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ شوق سے پوچھا "وہ کیا؟"

پیرٹن بولا یہی کہ ہماری طرف سے کوشش میں کوتاہی نہیں ہوئی۔ آج عدالت میں بڑے جج فوزلہیم کا اجلاس تھا۔ اس سے میں اس سوال پر دیر تک بحث کرتا رہا۔ اس نے سب باتیں سنکر قلم کی ڈنڈی سے ناک کو رگڑا۔ جیسا کہ وہ ہمیشہ کسی مشکل سوال پر غور کرتے وقت کیا کرتا ہے۔"

"آپ اس فوزلہیم کی عادات پر لعنت بھیجئے" مسٹر فرنیک کرلش نے گھبرا کر کہا "جب کامیابی نہ ہوئی۔ تو اس سے کیا تسکین ہوتی ہے۔ کہ وہ ذراسی رکاوٹ کی وجہ سے نہ ہوئی۔ یا بڑی رکاوٹ کی وجہ سے۔ جیسا میرے دوست پرنس آف مالابار نے ایک بار کہا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ تین سال گذرے۔ بولون میں ہمارا ڈویل ہوا تھا۔ میری گولی سنسناتی ہوئی اس کے کان کے پاس سے گذر گئی۔۔۔ مگر ہاں ذکر معاملہ پیش آمدہ کا تھا۔ یہ بتلائیے کیا میرے لئے اب کوئی چارہ کار نہیں؟"

"اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ کہ یا تو قرضہ ادا کر دیجئے یا بنچ میں چلے جائیے" وکیل نے معاملہ کو نہایت اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہوئے کہا۔

"خیر تو پھر بنچ ہی سہی" فرنیک نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا۔

مسٹر پیرٹن بولا "میں کل آپ کے لئے پروانہ حوالگی حاصل کر لونگا۔ اور سہ پہر کو پانچ بجے کے قریب چپراسی سارجنٹس ان میں آپ کا منتظر ہوگا۔ یا شاید وہ آپ کو سامنے کے شراب خانہ ہی میں مل جائے گا"

کرلش نے وکیل سے درخواست کی۔ کہ آج کی شام میرے پاس رہ کر بسر کیجئے۔ لیکن مسٹر پیرٹن نے مصروفیت کا عذر پیش کیا۔ اور قیدی کو یہ وقت شراب اور تمباکو پی کر بسر کرنا پڑا۔ یا کبھی کبھی وہ اخبار ٹائمز کے اشتہارات یا کبڑ کی یا تصاویر کو دیکھنے لگتا تھا۔ آخر رات کے دس بجے تھے۔ کہ مسٹر کرلش ذہنی اضطراب۔ بدنی تکلیف اور تنہائی کی پریشانیوں سے تھکا ماندہ اس امید سے چارپائی پر لیٹا۔ کہ آج تو آرام کے ساتھ سو سکوں گا۔ لیکن غنودگی پیدا ہونی شروع ہوئی تھی۔ کہ اسے بدن اور اعضا کے ہر حصہ میں سوئیاں سی چبھتی محسوس ہونے لگیں۔ اس کی ہیبت کا اندازہ کرنا دشوار نہیں۔ جب اسے معلوم ہوا کہ چارپائی میں بے شمار کھٹمل ہیں۔

مسٹر کرلش قدرتاً نہایت نازک مزاج واقع ہوا تھا۔ اس کی چارپائی یا بستر میں کسی

بہی کھٹمل ہو۔ تو وہ بالکل سو نہ سکتا تہا۔ کھٹملوں کو اس کے خون سے طبعی رغبت تہی۔ اور ایسا خوفناک حملہ تو اس پر عمر بھر میں نہیں ہوا تہا۔ چارپائی میں ہزار ہا کھٹمل تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک فرنیک کے خون کا پیاسا تہا۔

سخت پریشان حالت میں آخر وہ گبھرا کر چارپائی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ موم بتی جلائی مگر باوجود بڑی تلاش کے ایک بہی کھٹمل نظر نہ آیا۔ معلوم ہوتا تہا۔ ان کی فوج یکا یک کہیں روپوش ہو گئی ہے۔ قسمت انسانی کی طرح ان کی موجودگی کا بہی فقط احساس ہوتا تہا آنکھوں کو نظر نہیں آتے تھے۔ چونکہ فرنیک کراٹش کو روشنی میں نیند نہ آتی تہی۔ اس لئے وہ شمع کو گل کر کے پھر چارپائی پر لیٹ گیا۔

تہوڑی دیر چین رہا۔ اس کے بعد پھر دہی اذیت وہ فوج نمودار ہونے لگی۔ غریب کبھی اپنے بدن کے ایک حصہ کو کہجاتا تہا۔ کبھی دوسرے کو۔ اسی طرح وقت گذرتا گیا۔ اور آخر بڑی مشکل سے رات کے گیارہ بجے اس کی آنکھ لگی۔

مگر اس وقت خواب میں بہی کھٹملوں کی فوج اور فرق امین کے آدمی ہی اس کے پیچھے لگے رہے۔

باب ۱۰۴ دوبارہ مصالحت

صبح کے سات بجے فرنیک کی آنکھ کھلی۔ تو طبیعت بدستور مضمحل اور بدن تھکا ہوا تہا۔ سر میں شدت کا درد۔ اور بدن رات کی کہجلی سے جا بجا چھلا ہوا تہا۔ ظالم کھٹملوں نے اس کے چہرہ پر بہی اتنے وار کئے۔ کہ اب تک نشانات قائم تھے۔ اور آنکھیں سوجی ہوئی نظر آتی تھیں۔ یوم گذشتہ کی طرح آج بہی پانی کی مقدار نہایت ناکافی تہی۔ اس لئے غریب اچھی طرح ہاتھ منہ نہ دہو سکا۔ غرض ہر لحاظ سے اس کی حالت بیحد قابل رحم تہی۔

صبح کا کہانا کہانے سے پیشتر اس نے چند ضروری اشیاء لانے کے لئے ایک قاصد کو بیکر سٹریٹ روانہ کیا۔ چونکہ اپنی بیوی کے نام خط لکہنا اسے منظور نہ تہا۔ اور اولیندر لیبی کی نسبت وہ نہیں جانتا تہا۔ کہ وہ اب تک اسی مکان میں رہتا ہے یا نہیں۔ اس لئے اسے جن چیزوں کی ضرورت تہی۔ ان کے متعلق اس نے قاصد کو زبانی پیغام

دے کر چھوڑ دیا۔

آج کو کوہ لال کے کپڑے سے کسی طرح چھڑا دیا تھا۔ لیکن کرسٹن کو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کسی نے اسے قبول طلب کر لئے ہیں۔ حالت پہلے سے بہتر ہو گئی ہے۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھا تا کہ آج یہ دوست ملا ہے تو کس طرح پہنچ سکتی تھی۔ اس نے کہا تو سہارا کیا اور اس کے ساتھ باہر نکلا اور ... کھڑکی میں تھوڑا سا پانی پڑا۔ اسی وقت میں وہ تو صرف ایک دو قدم ... سے باہر نہ نکلیں لیکر واپس آگیا۔

فریڈرک نے اس سے پوچھا "گھر پر کون کون آدمی تھا؟"

وہ کہنے لگا۔ "جناب ایک مسٹر ڈگلس تھے۔ اور دوسرا ان کا ہمراہی۔ جو معلوم ہوتا تھا اس سے کام چلتا نہیں"

کرسٹن نے پھر کہا "ان کے سوا کوئی اور بھی تھا یا نہیں؟"

قاصد نے جواب دیا "جی ہاں ایک موٹی سی لیڈی بھی تھی جس نے مجھے جن کا ایک گلاس پینے کو دیا۔ اور ایک لمبا سا آدمی بھی تھا جس نے میرے سر پر تھپڑ مارا"

"کس لئے؟" فریڈرک نے جو باوجود پوری کوشش کے اپنی ہنسی کو ضبط نہ کر سکا۔ پوچھا۔

"کہتا تھا تم دوسروں کے طریق پر گفتگو نہیں کرتے ... ہاں مجھے یاد آگیا اس نے آپ کے نام ایک رقعہ بھی بھیجا ہے"

یہ کہکر قاصد نے ایک عجیب طرح پر تہ کی ہوئی چٹھی کرسٹن کے حوالہ کی۔ جو اس نے کھول کر پڑھا۔ لکھا تھا:۔

یسوع کی قسم! او میرے دوست مجھے تم سے اس بات کی سخت شکایت ہے کہ تم نے میرے ساتھ دوستانہ سلوک نہیں کیا۔ کل سے اس انتظار میں بیٹھا ہوں۔ کہ تمہاری طرف سے کوئی رقعہ آئیگا۔ لیکن تم نے یہ خیال کیا جو ایک سطر بھی لکھ کر بھیجی ہو۔ تمہاری نیک بیوی بہت پریشان ہے۔ اور تمہاری یاد میں اس کی بھوک بالکل جاتی رہی ہے۔ وہ کہتی ہے۔ تم میری طرف سے بدگمان ہو گئے ہو۔ مجھ سے جدا ہونا ممکن ہے لیکن دغا دینے کی کوشش کر رہا ہوں اور دوست فریڈرک اگر تم معاملہ پر اچھی طرح غور کرو تو معلوم ہو جائیگا کہ اگرچہ حالات میرے خلاف ثابت ہوئے۔ مگر یاد رکھو۔ تمہارا دوست ایسا احمق اور خود غرض بھی نہیں۔ جو تم سے غداری کرے۔ طاقتوں کی قسم! وہ تو رات تمہارے واقعات سے اپنا بستر بچھانے میں غلطی ہو گئی۔ ایک تو دن بھر کی پریشانی دوسرے پودینہ کا بکثرت استعمال تیسرے کم بخت شمع کا گل ہو جانا۔ ایسی حالت میں اس قسم کی غلطی ہونا معمولی بات ہے۔ شیطان کی قسم۔ اس وقت جب تم نے پانی چھینٹا مجھے اپنی غلطی کا مطلق علم نہیں تھا۔ کہ کہاں پڑا ہوں۔ اس لئے میرے دوست تم یہ بات دل سے نکال دو

ہماری محبت میں فرق نہیں آنا چاہیئے۔ سہ پہر کو میں مسز کرٹس کو ساتھ لیکر تم سے ضرور ملنے آؤں گا۔ اور تم مینوز سہ پہر کا کہانا وہیں مل کر کھائینگے۔ جس کے لئے میں کہانے کی چیزیں اور بوتلیں بھیجے دیتا ہوں۔ براگس اور اسکا آدمی دونوں اب تک مکان پر قابض ہیں۔ اور میری حالت ایک شکست یافتہ جنرل کی سی ہے۔ مگر ان کا سلوک بہت اچھا رہا ہے۔ اس نے مجھے ان میں سے کسی کی اصلاح یا مرمت کی ضرورت نہیں دی۔ اور ہاں جس آدمی کو تم نے پیغام دے کر بھیجا۔ وہ تو نرا احمق ہے۔ اس لئے اگر وہ بتیں یہ چٹھی دینا بھول جائے۔ تو اس سے جھوٹا مٹک لینا۔ تمہاری پیاری بیوی نے میری معرفت دس لاکھ بوسے بھیجے ہیں۔ اور یقین رکھو۔ میں ہمیشہ تمہارا سچا دوست رہوں گا۔

گورمن اوبلنڈس

فرنیک کرٹس اس عجیب وغریب چٹھی کو آخر تک پڑھ کر کہنے لگا۔ "بہت خوب" اس نے قاصد کو اس کا معاوضہ دیکر رخصت کر دیا۔ اور اب بیٹھکر یہ سوچنے لگا۔ کہ مجھے اپنی بیوی اور کپتان کا کس طریق پر خیر مقدم کرنا چاہیئے۔

ایک طرف وہ حقیقت میں یہ حالات کو دیکھتے ہوئے یہ سمجھتا تھا۔ کہ مجھے ان کی بیوفائی سے سخت صدمہ پہنچا ہے۔ کیونکہ اس بات کا اسے چٹھی پڑھ کر بھی یقین نہ ہوا تھا۔ کہ مسز کرٹس بیوفا نہیں۔ یا کپتان نے غداری نہیں کی۔ یہ خیال اسے ان کے ساتھ مصالحت کرنے میں مانع تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کئی معاملات اسے ان کے ساتھ دوستانہ تعلق قائم رکھنے پر مجبور کرتے تھے۔ مثلاً تنہائی۔ دوستوں کی عدم موجودگی۔ واقعہ پیش آمدہ کو مشتہر کرنے کی شرمساری۔ اور سب سے بڑھکر وہ خوف جو اسے گورمن اوبلنڈس کی ذات سے لگا رہتا تھا۔ یہ سارے وجوہ اس ایک خیال کے مقابلہ میں بہت زور دار تھیں۔ اور جوں جوں کہانا کہانے کا وقت قریب تر آتا گیا۔ ان کی اہمیت دوبالا ہوتی گئی۔ حتٰے کہ جب کپتان کی طرف سے مرغ کے گوشت۔ کباب۔ شراب کی بوتلوں۔ پھلوں اور سگاروں کا بھرا ہوا ٹوکرا آپہنچا۔ تو یہ آخری وجوہ اس کے باقی خیالات پر غالب آگئیں۔ اور فرنیک کے دل میں جو تامل باقی تھا۔ وہ بالکل رفع ہو گیا۔

اب اس نے خود بڑے اہتمام سے دسترخوان بچھایا۔ اور مختلف اشیاء کو اس پر قرینے سے چنا۔ شراب کی ایک دو بوتلیں کہول کر ان کا ذائقہ چکھا۔ تو معلوم ہوا کہ نہایت خوشگوار ہے۔ جب وہ ان کاموں سے فارغ ہوا۔ تو اس کا مزاج بہت کچھ درست ہو چکا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ جب اس کی بیوی کپتان کی معیت میں وہاں آئی۔ تو اس نے

ان کا ایسے طریق پر خیر مقدم کیا۔ گویا ان کی طرف سے اسے کبھی کوئی وجہ شکایت نہ ہو۔

مسز کرٹس نے اپنے شوہر کو حوالات میں دیکھ کر غم و غصہ کے زیادہ بیہوشی کا اظہار ضروری سمجھا۔ مگر جب مسٹر کرٹس نے اسے یہ کہکر روکا۔ کہ یہاں پر ایسی حرکات کرکے بیوقوف نہ بنو۔ تو وہ جلدی ہی سنبھل گئی۔ اور یہ تینوں دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں مصروف ہوئے۔ کپتان نے تجویز پیش کی۔ کہ شراب پینے کے گلاس چونکہ بہت چھوٹے ہیں۔ اس لئے ہمیں بڑے گلاسوں میں شراب پینی چاہئے۔ مسز کرٹس نے نیم ملانہ طریق پر اس کی مزاحمت کی۔ مگر آخرکار وہ بھی رضامند ہو گئی۔

جب یہ تینوں کھانا کھا چکے۔ تو جنگجو کپتان کہنے لگا۔ "یار کر۔۔ رے۔ لس اب آئندہ کے لئے تمہارا کیا ارادہ ہے؟ یہ تو ناممکن ہے۔ کہ تم نے ہمیشہ کے لئے یہیں رہنے کا فیصلہ کر لیا ہو۔۔"

فرنیک قطع کلام کر کے کہنے لگا۔ "نہیں اس ملعون کوٹھری میں تو میں چند گھنٹے بھی اور بسر نہیں کر سکتا۔ میرا ارادہ پانچ بجے پنج میں چلے جانے کا ہے۔"

"پنج" کپتان نے خوش ہو کر کہا۔ "یسوع کی قسم! اور میرے دوست یہ تجویز میں دانائی پر مبنی ہے۔ پنج ایک بہت شاندار مقام ہے۔ اور وہاں تمہیں گھر کی طرح آسائش حاصل رہیگی۔ اس جگہ کی پورتر لندن کی بہترین شراب گنی جاتی ہے۔ اور کسی اور وجہ سے نہیں۔ تو پینے کی خاطر ضرور پنج میں جانا چاہئے۔" پھر وہ اخلاق آمیز طریق پر مسز کرٹس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ "تم میں ایسی ہلکی شراب کا مداح تو نہیں ہوں۔ مگر اتنا ضرور ہے۔ کہ اصلی آئرش پوتین کے بعد دوسرا درجہ پنج کی پورتر ہی کا ہے۔ اس کے علاوہ وہاں کی تفریحات بے شمار ہیں۔ سیر کرنے کے لئے پرنہ۔ اور اگر ان سے طبیعت اکتا جائے۔ تو رکیٹ کھیلنے کا میدان موجود ہے۔ اس جگہ کا ڈالفن۔ پپ۔ چندہ خانہ۔ شراب خانہ غرض کہاں تک بیان کیا جائے۔ پنج قیدخانوں میں بہشت سے کم نہیں۔" جنگجو کپتان نے اس کے دلفریب مناظر کی تعریف میں محو ہو کر کہا۔ "میری اپنی طبیعت یہ چاہتی ہے۔ کہ وہیں رہوں۔"

فرنیک کرٹس لاپرواہی سے کہنے لگا۔ "یہ ممکن ہو۔ تو میں تمہارے ساتھ جگہ تبدیل کرنے کو تیار ہوں۔"

اولڈ رس صداقت آمیز لہجہ میں کہنے لگا۔ "یہ ٹھیک نہیں۔ کیونکہ میں تمہیں اس مقام کی

دلفریب صورت کو محروم رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ تم اب کیا کرنا چاہتے ہو۔ وہ آتش ہمارے تعاقب پر تو ابھی سوچ چکے ہونگے۔ اور مجھے یقین ہے کہ کسی نہ کسی طرح ایک تجویز ضرور کر لی ہونگے۔"

گریش نے کہا۔ "میرا ارادہ ہے کہ ہم ادھر ہی رہ کر عدالت کے پیچ کے قریب تو کسی مکان کا انتظام کرنا ہوگا۔ ہوسکے تو اگر مسٹر سٹورٹ میری مدد کی۔ تو پھر پتا لگایا جا سکے کہ دیوالہ کی عدالت اس کو چھوڑ دیں پرواہ نہیں۔ کہ دونوں میں سے کیا ہو۔ چنانچہ پہلے دوسرے اور ارل آف لنگسی کیسٹ والا ہمارے سابقہ پڑا تھا۔"

مسٹر سیرچ کی قسم" اورنچلیس نے غصہ سے چلا کر کہا "میں خود مسٹر کیتھ سے ملوں گا۔ اور اگر چہ کئی مرتبہ اس کم بخت نے مجھے دھکا دے کر گاڑی سے گرا دیا تھا۔۔۔"

"گرا دیا تھا!" جیکسن نے اس اطلاع کو جو سہواً کپتان کے منہ سے نکل گئی تھی مسکرا کر تعجب کرتے ہوئے سنکر کہا "کیا کہتے ہو۔ مسٹر سٹورٹ نے تمہیں گرا دیا تھا!"

"خون اور غارت کی قسم!" کپتان نے منہ لال کر کے گرجتے ہوئے کہا "یہ کتنی غلط بیانی ہو گئی۔ در اصل خود میں نے مسٹر سٹورٹ کو گرا دیا تھا۔ اگرچہ یہ بات میں نے تمہارے سامنے بیان کرنی مناسب نہیں سمجھی۔ مگر کیا ہوا۔ اب میں اس سے مل کر اس واقعہ کے لئے معافی مانگ لوں گا۔ اور اگر اس نے خوشی سے مجھ کو معاف نہ کیا۔ تو اس کی کھال ادھیڑ کے رکھ دوں گا۔ ایسی صورت میں اے دوست تم اچھی طرح سمجھ سکتے ہو کہ گورمن اونچلیس جیسے اونچلیس پارک کوئی نادر ۔۔۔ را آرنبلڈ جیسے شخص کی دوستی کتنی قابل فخر ہے۔"

مسٹر گریش نے کہا "اگر میں بیگر سٹریٹ میں رہ کر کچھ کیا گیا ہوں ۔۔۔ عدالت کے قریب اپنے کے نواحات میں بیٹھ کر بہتر رہے گا۔ اب تو ایسے وقت تک دو دفعہ میں بیٹھ کر دیکھنا رہا سب میری طرف دیکھ رہے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے وہ ہماری حالت سے واقف ہو چکے ہیں۔"

کپتان اونچلیس نے ایک عالی جرأت طرز میں اپنے سر کو غصہ سے ہلاتے ہوئے کہا "تم نے مجھ سے نہیں کہا۔ ورنہ میں انہیں دکھا دیتا۔ کہ کسی شریف خاندان کے بیٹے سے کیا معنے رکھتا ہے۔"

اس اثنا میں کہ یہ لطف باتوں میں وقت گذرتا گیا۔ اور آخر شام کے سوا پانچ بج گئے اس وقت مسٹر ... ... اطلاع دی ہے کہ پروانہ حوالگی کے متعلق کارروائی مکمل ہو چکی ہے۔ اب عنقریب آپ کو ... پہنچا دیا جائے گا۔

یہ اطلاع پاکر فرینک کرشو کے کچھ جان میں جان آئی۔ اور خادمہ کو اخراجات کا بل لانے کے لئے کہا۔ تقریباً پانچ منٹ میں ایک پرزہ کاغذ اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ جس پر حسب ذیل رقوم درج تھیں:۔

مسٹر کرشو کا حساب

	پنس	شلنگ
کمرہ	—	۱۰
صبح کا کھانا	۰	۳
انڈے	۶	۰
کیرے سٹریٹ کے لئے قاصد	۶	۲
اخبارات کا مطالعہ	—	۱
دن کا کھانا	۰	۵
پورٹ وائن	۶	۰
چائے اور سگار	۶	۵
روٹی اور پنیر یعنی رات کا کھانا	۶	۲
پورٹ وائن	۶	۰
کمرہ	۶	۱۰
صبح کا کھانا	۰	۳
انڈے	۹	۰
تم صبح ... سیکنڈ سٹریٹ	۰	۳
دسترخوان۔ چھری کانٹوں وغیرہ کا استعمال (کھانا اپنا تھا)	۶	۲
متفرق اخراجات	۰	۵
کل میزان	۶	۱۵ ش ــ ۳ پونڈ

فرینک کرشو ان رقوم کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ اور خادمہ عورت سے کہنے لگا "اے خاتون یہ حساب بالکل غلط ہے۔ اور اس میں دو رقمیں ایسی بھی ہیں۔ جو میں نے اپنی گرہ سے ادا کی یعنی کل اور آج کے قاصد کا خرچ"

بڑھیا کہنے لگی "جناب آپ کا کہنا۔ یہ حساب بالکل درست ہے۔"

فرنیک نے باقی رقوم کو دیکھ کر اور بھی زیادہ متعجب ہو کر کہا" اس کے علاوہ تم نے پندرہ دن کے پرانے دو اخباروں کو پڑھنے کی قیمت ایک شلنگ لگائی ہے۔ اور پھر یہ پانچ شلنگ فالتو اور درج ہیں۔ آخر یہ فالتو کیا بلا ہے؟ کیونکہ تم نے حساب میں تو پہلے ہی کوئی رقم نہیں چھوڑی"

عورت بے صبری سے کہنے لگی" یہ فالتو خرچ صابون موم بتیوں وغیرہ کا ہے"

"یسوع کی قسم! اور شاید پہلے میں اس صابن سے مسٹر میک گریب کی صفائی تو کر لوں"

کپتان ادلینڈرسن نے سخت غصہ میں بھر کر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا" بدمعاش بڑھیا کہیں کے۔ کیا تم میرے دوست کو لوٹنا چاہتی ہو؟"

ممکن تھا معاملہ ناگوار صورت اختیار کر لیتا۔ لیکن مسٹر پیرٹن کی مداخلت سے ٹل گیا۔ وہ کہنے لگا" اس بارہ میں زیادہ جھگڑا کرنا فضول ہے۔ کیونکہ شریف آدمیوں کو اختیار ہوتا ہے۔ جو رقوم وہ چاہیں لگا لیں۔ میری رائے میں زیادہ بحث کے بغیر روپیہ ادا کر دینا ہی بہتر ہوگا" چنانچہ دو پونڈ ساڑھے پندرہ شلنگ کی رقم ادا کر دی گئی۔ اور ایک نصف کراؤن کا سکہ بڑھیا کو بھی بطور بخشش دیا گیا۔ مگر اس نے یہ رقم ناک بھوں چڑھاتے ہوئے وصول کی۔ گویا وہ اس سے چوگنی رقم کی امید رکھتی تھی

آخر جس وقت بڑھیا کمرہ سے چلی گئی۔ تو فرنیک بولا" اچھا اندھیر ہے۔ دنیا میں کہیں نہیں دیکھا۔ فرض کرو۔ میں ایک غریب آدمی ہوتا۔ اور یہ اخراجات ادا نہ کر سکتا ..."

پیرٹن وکیل کہنے لگا" اس صورت میں فوراً ہی تمہیں وارنٹ کرا کے اس شیرف کے حوالات میں بھیج دیا جاتا۔ اصل بات یہ ہے کہ متمدن ملکوں میں بھی امیری اور غریبی کا امتیاز برتا جاتا ہے"

کرسٹی بولا" میرا خیال تو یہ تھا کہ قانون کی نظروں میں امیر و غریب یکساں ہیں"

وکیل کہنے لگا" اصطلاحی طور پر یہ صحیح ہے۔ مگر عملی طور پر اس میں صریح اختلاف ہو جاتا ہے۔ روپیہ میں بہت زبردست طاقت ہے۔ اسی سے انسان شریف کہلاتا ہے اور شریف کے ساتھ محض روپیہ کی وجہ سے ضرور بہتر سلوک کیا جاتا ہے۔ پنچ اور تلبٹ کی قسم کے مقامات اپنی گرفت میں لئے ہیں جو ضابطہ حوالگی کے اخراجات برداشت

کر سکتے ہوں۔ باقیوں کے لئے سوائے جیلخانے کے اور کوئی جگہ نہیں۔ تم اس حوالات ہی کو دیکھ لو۔ یہاں بھی وہی لوگ آسائش سے رہ سکتے ہیں۔ جنہیں اخراجات ادا کرنے کی توفیق ہو۔"

"یا یوں کہئے۔ کہ لٹنے کی۔" فرینک نے طنزاً کہا "لیکن خیر جہاں اور تکلیفیں ہیں۔ ایک یہ بھی سہی۔ مگر بتلائیے۔ میں ایج میں کب بھیجوں گا؟"

وکیل نے جواب دیا "میری رائے میں وہاں لے جانے والا آدمی شراب خانہ میں منتظر بیٹھا ہوگا۔"

"بس تو میں چلتا ہوں۔" کرلش نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"طاقتوں کی قسم! اور ہم تمہیں ضرور بنچ میں چھوڑنے جائیں گے۔" کپتان اولینڈر لیس نے کہا "ممکن ہے۔ وہاں کسی پہرہ دار یا منتظم کو یہ بتانے کے لئے کہ اس خوشگوار مقام کا کس طریق پر انتظام کیا جا سکتا ہے۔ چند گھونسے لگانے کی ہی ضرورت پیش آئے۔"

فرینک کوئی ایسی ترکیب سوچ رہا تھا۔ جس سے اپنی بیوی کو کپتان سے جدا کر سکے کہنے لگا "کپتان تم نے میرے ساتھ چلنا۔ لیکن مسز کرلش کو کرایہ کی گاڑی میں سوار کر کے واپس بھیج دو۔" پھر اس نے اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا "کل صبح میری جان تم نے اس قید خانہ کے قریب کوئی کرایہ کا مکان تلاش کر لینا۔"

مسز کرلش کو یہ انتظام پسند نہ تھا۔ کہنے لگی "تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں رات کو تنہا اس مکان میں ان بدمعاش آدمیوں کے پاس رہوں؟"

فرینک نے جلدی سے اپنے جنگجو دوست کی طرف دیکھے بغیر کہا "اب جبکہ میں گھر سے باہر رہتا ہوں۔ میری رائے میں کپتان کا وہاں رہنا درست نہ ہوگا۔" یہ الفاظ اس نے کہہ تو دیئے۔ مگر دل میں متعجب ہوا کہ میں نے ایسی جرأت کیسے کی۔

خوش قسمتی سے کپتان نے صرف اس فقرہ پر کسی طرح اظہار ناپسندی نہ کیا۔ بلکہ خود بھی اس کی تائید کی۔ اس نے یہ سوچا کہ بکر سٹریٹ میں مسز کرلش کی صحبت میں رہنے کی نسبت میں بنچ میں فرینک کرلش کے پاس زیادہ پر لطف طریقہ سے وقت گزار سکوں گا کیونکہ بنچ کے انتظامات سے یہ پہلے ہی اچھی طرح واقف تھا۔ اس کے بعد مسز کرلش کے لئے بھی زیادہ اصرار کا موقعہ نہ رہا۔ لیکن اس نے کپتان کی طرف قہر آلود نگاہ سے دیکھا

جیسا کہ اس کے جواب میں اس پر الٹا بے رحمی کی گفتگو کرائی۔

آخر جب مسٹر کرش اپنے شوہر سے رخصت ہوئی تو کپتان اور فیڈرلیس اسے ساتھ لے کر گاڑیوں کے اڈہ کی طرف چلا۔ چونکہ اسے حوالات کا کمرہ پہونچانے کی بہت عجلت تھی۔ اس لئے خیال یہ تھا کہ اسے مسٹر کرش کو نا شروع ہونے میں وقت ہی ضرور ہوگا۔

جب وہ واپس آگیا تو ایک شخص کو بلا کر اس کا اسباب ملنے والے شراب خانہ میں بھیج دیا گیا۔ جس کی اجرت اس نے ایک شلنگ وصول کی۔ وہ پہونچا تو وہ سارجنٹ گریب اور کپتان اور فیڈرلیس کی بہت بیا پنج کی طرف روانہ ہوا۔ پہونچ کر انہیں شراب خانہ میں چھوڑ کر ہی رخصت ہو گیا تھا۔

اس شراب خانہ کی پہلی منزل کی سامنے والی نشست گاہ میں کچھ سادہ پوش بدوضع آدمی سگار اور گرم پانی ملی ہوئی جن پی رہے تھے معلوم ہوتا ہے۔ ان کی گفتگو خود ان کے لئے بہت دلچسپ تھی۔ اگرچہ رجسٹروں کے لئے وہ ہنسانا دق کرنے والی بات ہوئی کیونکہ ساری باتیں اس روز کے واقعات عدالت دیوالیہ یا جج کے متعلق ہی تھیں۔ کیونکہ اس قسم کے لوگ تھے۔ جیسے کہ ان لوگوں کے سر روز سہ پہر کو وقت مقررہ پر وہاں جمع ہوا کرتے تھے۔ اور ان کی گفتگو بھی ہمیشہ ایک ہی مضمون پر ہوتی تھی۔ ناظرین سمجھ گئے ہونگے۔ کہ یہ عدالتی پیادے تھے۔ اور ان کا تعلق دیوانی قید خانوں اور انصاف کی عدالتوں سے تھا۔ اس لئے زیادہ تر اپنے معاملات پر ہی ان میں گفتگو ہوتی تھی۔ جب انہیں فلیٹ یا بنچ کی مصروفیتوں سے فراغت ہوتی۔ تو یہ والسٹر یا پرتگال سٹریٹ میں جمع ہو جاتے۔ اور اگر دل لگی کہیں نہ ملتی۔ تو پھر ان کا اڈہ یہ شراب خانہ سمجھا جاتا تھا۔

انہی حضرات میں سے ایک کے سپرد میک گریب نے مسٹر فرانسس کرش کو پہنچا لے جانے کا کام سپرد کیا۔ اور چونکہ پیادہ مذکور نے ابھی اپنا سگار اور شراب کا گلاس ختم نہیں کیا تھا۔ اس لئے فرینک کرش اور کپتان اور فیڈرلیس انتظار کرنے کے لئے پاس ہی بیٹھ گئے آخر نصف گھنٹہ بعد کرایہ کی گاڑی طلب کی گئی۔ اور اس میں سوار ہو کر عدالتی پیادہ۔ قیدی اور اس کا جنگجو دوست کنگز بنچ کے جیلخانہ کی طرف روانہ ہوئے

راستہ میں کرش نسبتاً خاموش رہا۔ قدرتی طور پر اس کی طبیعت میں ان خیالات

انحصار یہ تھا کہ یہ نیا مقام کس قسم کا ثابت ہوگا لیکن کپتان اس طرح جلدی جلدی باتیں کر رہا تھا گویا وہ اپنے دوست کی کمی پوری کرنے پر تلا ہوا ہے۔ عدالت کا پیادہ یہ سوچ بھی رہا تھا کہ اسے اس شخص کو غیر معمولی واقفیت رکھنے والا یا انتہا درجہ کا دروغ گو سمجھنا چاہیئے۔ کہ اتنے میں گاڑی ایک بھیانک وضع کی پختہ دیوار میں بنے ہوئے نشیب دروازہ کے سامنے رک گئی۔

کپتان اولبنڈرلیس نے جھٹ اپنا سر گاڑی کی کھڑکی سے نکال کر کہا "یسوع کی قسم الیو۔ ہم یہاں پہنچ گئے۔ فرنیک وہ مکان جس کے سامنے درخت اگے ہوئے ہیں۔ مارشل کا ہے۔ اور میں خود کسی دن اس کے برابر رتبہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ مگر آؤ میرے دوست انتظار کر رہا ہے!"

آخر کار سب سے پہلے کپتان گاڑی سے اترا۔ اس کے بعد فرنیک کرلش اور سب سے آخر میں پیادہ۔ جس بھیانک خشتی دیوار کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے اندر ایک احاطے سے گزر کر تینوں چند پختہ سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے کنگز بنچ کی بالائی ڈیوڑھی میں پہنچ گئے۔

باب ۱۰۵ قیدخانہ کنگز بنچ

یہ جگہ بہت تنگ۔ میلی اور بدنما تھی۔ ایک دیوار کے ساتھ بہت بڑا کلاک لگا ہوا تھا۔ آتش دان میں تیز آگ جل رہی۔ اور ایک موٹا۔ تنومند۔ ادھیڑ عمر کا پہرہ دار جس کی بولی میں دیہاتی لہجہ پایا جاتا تھا۔ اندرونی دروازہ کے قریب ایک اونچے سٹول پر بیٹھا ہوا ان لوگوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جو جیل خانہ سے باہر آتے یا اندر ان کے چہروں پر آگ کی تیز روشنی پڑتی تھی۔ اس کے قریب کئی خادم عورتیں اور تاجر جمع تھے۔ جنمیں سے کچھ تو ایل شراب پی رہے تھے۔ اور کچھ بنچ کے معاملات پر بحث کرنے میں مصروف تھے۔ ایک اور پہرہ دار جو قد کا ٹھگنا اور عادات میں پھرتیلا تھا۔ اور جسے عام طور سے لوگ لیفر کہکر بلاتے تھے۔ ایک اونچی چوبی دیوار کے اندر بنے ہوئے احاطہ میں بیٹھا ایک میلی پرانی کتاب کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ جس میں قیدیوں کے نام درج کئے جاتے تھے

پیادہ نے مسٹر فرنیک کرلش کو اس شخص کے روبرو پیش کیا۔ اور مسٹر لیفر نے اس کا نام

بھی اس میلی کتاب میں درج کر لیا۔ اس کے بعد اس سے تین داخلہ طلب کی گئی جو اس نے ادا کر دی۔ پھر جب ان مبادیات سے فراغت ہوئی تو مسٹر لیفنر نے اسے اندر جانے کی اجازت دیدی۔ اس پر بڑے پہرہ دار نے جس کے متعلق بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ موٹا تازہ اور ادھیڑ عمر کا تھا۔ وہ دروازہ کھول دیا جس کے قریب وہ بیٹھا تھا۔ اور کپتان اولڈ ریس اپنے دوست کو ساتھ لئے ایک مختصر سے احاطہ میں سے گذر کر پچھلی ڈیوڑھی سے ہوتا ہوا کنگز بنچ کے رقبہ میں داخل ہو گیا۔

وہاں پہنچکر کپتان اولڈ ریس بائیں طرف کو مڑ کر یکایک رک گیا۔ اور ایک نشیبی عمارت کو جس کی چھت ڈھلوان بنی ہوئی تھی۔ تعریفی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر وہ غیر معمولی خوشی کا اظہار کر کے بولا "جانتے ہو یہ کون سی جگہ ہے؟"

فرینک نے جواب دیا "میرے خیال میں برتن دھونے کی یا کوئلے کا ذخیرہ رکھنے کی جگہ ہوگی۔"

"یسوع کی قسم! اور میرے دوست تم اس خوشنما قید خانہ کے سب سے دلکش مقام کی توہین کر رہے ہو" کپتان نے جوش میں آ کر کہا "یہ تو اس جگہ کا قہوہ خانہ ہے"

مسٹر کرٹس کو اس بیان سے مایوسی تو بہت ہوئی۔ مگر یہ دیکھ کر کہ کپتان اس کا بہت مداح ہے۔ اور میرے لئے اس کی مذمت نامناسب ہوگی۔ وہ خاموش رہا۔ اور کپتان کے پیچھے قہوہ خانہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس جگہ کا اندرونی حصہ صرف اتنا تھا۔ کہ اس میں چار چھوٹی چھوٹی میزیں بچھائی جا سکیں۔ ایک وقت میں دس بارہ آدمیوں سے زیادہ اس میں نہیں بیٹھ سکتے تھے

جس وقت کپتان اور مسٹر فرینک کرٹس اندر داخل ہوئے۔ تو کم و بیش اتنی ہی تعداد وہاں موجود تھی۔ اپنے لئے کوئی نشست خالی نہ دیکھ کر کپتان نے بازو سینہ پر رکھ کر ایک فربہ اندام شریف صورت بڈھے کی طرف قہر آلود نظروں سے دیکھنا شروع کیا۔ اور اپنے الفاظ کو براہ راست اس سے مخاطب کئے بغیر زور سے کہنے لگا "مقدس ڈنسٹن کی قسم اور کسی شخص کو ایک بنچ پر میرے اور میرے دوست کے لئے جگہ مہیا کرنی چاہئے ورنہ میں ابھی اس کی چٹنی بنا دوں گا"

عمر رسیدہ شخص [illegible] ہٹ گیا۔ اور اسی طرح دو تین اور شخصوں کے

سگار جلانے سے اسی جگہ پیدا ہوگئی۔ جس پر کپتان اور [illegible] گرش بیٹھ سکیں۔ [illegible]
[illegible] میز کے قریب بیٹھے ہوئے حاضرین پر [illegible] سے [illegible] نظر ڈالی۔ گویا ان کا
[illegible] ہاتھوں کی قسم [illegible] کلاس کی [illegible]
چونکہ [illegible] کپتان کی طرف [illegible] گیا [illegible]
[illegible] سیاہ [illegible] اور [illegible] شراب خانہ کا [illegible]
دونوں کو ایک [illegible] کر دیا۔ کیونکہ [illegible] شراب کی [illegible] شراب خانہ [illegible] تھی
مسٹر نیک گرش نے اپنی جگہ پر بیٹھ کر حاضرین کی طرف دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ ان میں
[illegible] کے رنگ شامل ہیں۔ کم و بیش ہر طبقہ کے نام [illegible] موجود تھے۔ مثلاً کوئی
گزشتہ قسمت امیر۔ ایک خستہ حال شکاری۔ ایک تباہ شدہ دوکاندار۔ ایک دیوالیہ تاجر
اور [illegible] شدہ پادری۔ ان کے علاوہ ایک شخص [illegible] میں حصہ لینے والا ایک چابک
سوار۔ ایک وکیل۔ ایک غریب مصنف اور ایک دو ایسے آدمی بھی تھے۔ [illegible]
[illegible] کا [illegible] استعمال ہونے والا لفظ برتا جاتا ہے۔
یہاں پر ان [illegible] مراتب کی شان مفقود تھی۔ اور سب کا درجہ مساوی نظر آتا تھا
[illegible] قرضوں کے جیل خانہ میں سارے ذاتی امتیازات جلدی ہی مٹ جاتے
ہیں۔ اس جگہ لارڈوں کے بیٹے بھی کسی بڑ قصاب کے چھوٹے گلاس میں شراب پینا کسر
شان نہیں سمجھتے
جب کپتان [illegible] اور مسٹر نیک گرش دونوں اس جگہ داخل ہوئے تو حاضرین
نے یہ سمجھ کر کہ [illegible] میں سے [illegible] گفتگو جو ان میں ہو رہی تھی منقطع کر دی۔ اور چند منٹ تک
کامل خاموشی چھائی رہی۔ مگر اس کے بعد جب وہ شراب جو کپتان نے طلب کی تھی
لائی گئی۔ اور ان دونوں نے سگار بھی طلب کئے۔ تو حاضرین یہ معلوم کر کے کہ یہ بھی
ہماری طرح مشاغل تفریح کی تلاش میں ہیں۔ پھر اپنی اصلی حالت پر آگئے۔ اور جو عیب
ان پر [illegible] کی خوفناک صورت سے طاری ہوا تھا۔ رفع ہو گیا۔
[illegible] ایک [illegible] صورت نوجوان نے جو سگار اور پورٹ وائن پی رہا تھا گفتگو کا آغاز
کرتے ہوئے پوچھا۔ آج پرتگال سٹریٹ میں جیکسن کے معاملہ کا کیا ہوا؟
جس سے یہ سوال پوچھا گیا۔ وہ ایک کثیف پوش بھاری بھرکم آدمی تھا۔ [illegible]

اُسے چھڑانے کے لئے واپس قید خانہ میں بھیج دیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ فریق مخالف اسے پورے طور پر سزا دلانے کے لئے آمادہ ہو چکا ہے۔ اس کا سارا قرضہ ہنڈیوں کی صورت میں ہے۔ جنہیں وہ ادا نہیں کر سکتا۔"

نوجوان نے کہا "مسٹر گرسٹن تم ہنڈیوں کا ذکر کرتے ہو۔ میرا اپنا سارا قرضہ ہنڈیوں کی صورت میں ہے۔ اور کل رقم ستر ہزار پونڈ نکلتی ہے۔ حالانکہ میں حلفیہ بیان دینے کو آمادہ ہوں۔ کہ مجھے تین ہزار پونڈ سے زیادہ نہیں دئے گئے۔ مجھے اندیشہ ہے کہیں میرا بھی وہی حال نہ ہو۔"

"نہیں دوست پٹیفر۔ مجھے اس کی امید نہیں۔" ایک اور بےڈھنگے قد کا شخص کہنے لگا۔ جس نے بولنے سے پہلے ایک دو منٹ تک شراب کا گلاس منہ سے لگائے رکھا تھا "تمہارے والد ایک لارڈ ہیں۔ جو بجائے خود ایک بہت بڑی اہمیت رکھنے والا معاملہ ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے پر اسرار طریق پر حاضرین کی طرف دیکھا۔

آنریبل مسٹر پٹیفر نے امیرانہ انداز سے کرسی پر پیچھے کو جھک کر کپتان ادھنڈرلیس اور فرینک کرسٹن کو خصوصیت سے متوجہ کرنے کے لئے کہا "یہ درست ہے کہ میرے والد لارڈ کالبٹن ہیں۔ اور میں ان کا دوسرا بیٹا ہوں۔ لیکن بہر حال کسی لارڈ کا دوسرا بیٹا ہونا کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔"

"یسوع کی قسم! اور تم بالکل سچ کہتے ہو۔" کپتان نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا "میرے دادا ڈبلن کے آرچ بشپ تھے۔ اور میرا باپ ان کا بیٹا تھا۔ اور میں اپنے باپ کا بیٹا ہوں۔ مگر اس کے باوجود طاقتوں کی قسم! میں ایک معمولی کپتان ہوں۔ لیکن اگر میرا پانچ لاکھ کے قریب روپیہ چانسری میں رکا ہوا نہ ہوتا۔ تو میں نواب ہو کر بسر کیا کرتا۔ اگرچہ اب بھی میرے پاس ایک بگھی اور گھوڑا موجود ہے۔ اور میرا دوست کرسٹن یعنی یہ صاحب بھی لاکھ پونڈ کے لئے آج پنج میں نہ آتے۔ جو یقیناً نہایت افسوسناک بات ہے۔"

اس پر فرینک جو در دو غگوئی میں اپنے جنگجو دوست سے پیچھے رہا کر شان سمجھتا تھا۔ اس گفتگو سے اشارہ پا کر کہنے لگا "لیکن کپتان صاحب آپ کو معلوم ہے جس وقت میرا چچا ڈیوک واپس آیا۔ خدا قسم وہ مجھے ایک دن بھی یہاں نہ رہنے دے گا۔"

"درست ہے۔ بالکل درست ہے" ایڈمنڈ برنس نے زور سے کہا "اور اس کے بعد ہم ایسے طریق پر جنگ کریں گے۔ کہ دشمن یاد ہی رکھیں۔"

کپتان اور فریڈرک کرٹس کی ان باتوں سے حاضرین پر ایک حد تک رعب طاری ہو گیا۔ اگرچہ دو تین پرانے قیدیوں نے ایک دوسرے کو آہستہ سے چھو کر اس قسم کے اشارے کئے۔ گویا یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ دیکھو۔ دروغ بیانی کی حد ہو گئی ہے۔ مگر اس کے باوجود ان میں سے کسی نے ظاہر میں شک کر کے کپتان کو مشتعل کرنے کی جرات نہ کی۔

اتنے میں ایک افسردہ صورت آدمی جس نے بہت پھٹا ہوا سیاہ رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اور جس کے چہرے سے مصیبتوں کا اثر نمایاں تھا۔ کپتان کو جینیسری کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہتے ہوئے وہ اس کونے سے جس میں وہ دبکا بیٹھا تھا ذرا آگے کو بڑھ آیا۔ اور پر اہمیت لہجہ میں بولا "معاف فرمائیے۔ میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ مجھ سے زیادہ جینیسری کی تلخ واقفیت اور کسی کو نہ ہوگی"

حاضرین میں سے ایک بولا "پراؤٹ تم اپنی داستان ان کے سامنے بھی ضرور بیان کرو۔ بخدا تمہاری حالت بہت افسوسناک ہے۔ اور میں اسے کسی مہذب ملک کے لئے بدنامی کا موجب سمجھتا ہوں"

"بدنامی!" اسی عمر رسیدہ شخص نے جس کا نام پراؤٹ تھا کہا اور پھر وہ طنز آمیز لہجہ اختیار کر کے بولا "بدنامی تو ایک معمولی لفظ ہے۔ میں اسے ایک نہایت خوفناک اور بدنما داغ ندامت قرار دیتا ہوں۔ جس کے لئے ہمارے قانون ساز جوابدہ ہیں۔ گزشتہ بائیس سال سے میری یہی حالت ہے۔ اور میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ جینیسری کی عدالت ہر ایک انسان کے لئے نہایت تباہ کن اثر رکھتی ہے۔ افسوس ہے کہ میرے پاس زیادہ سخت الفاظ موجود نہیں۔ ورنہ اسے اس سے بدتر قرار دینے کو تیار ہوں"

اس کا لہجہ بتدریج تیز تر ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ اس کے آخری الفاظ منہ سے نکلتے وقت اس کے چہرے پر بخار کی سی سرخی نمودار ہو گئی۔ اور آنکھیں جو عموماً بے رونق نظر آتی تھیں۔ چمکنے لگیں۔ چھاتی پھیل گئی۔ ہونٹ کانپنے لگے۔ اور ان سختیوں کی یاد نے جو اس نے برداشت کی تھیں۔ اس کے خستہ حال وجود میں ایک قسم کا جوش سا پیدا کر دیا۔

یاد ایڈورڈ کیا چیز ہے؟ اگر یہ دوران وہ جو بات کو کبھی بھول سکتا تھا؟ درحقیقت اس کے خیالات اس کی ایک عدالت کی طرف ملے دیتے تھے۔ اور بات کو وہ خود اب بھی اس کے سی دیکھتا تھا جس قدر باتیں وہ سنتا دیکھتا یا پڑھتا اس کا گہرا اثر انگلینڈ کی ... سے ہر ایک کا تعلق اس کی ایک سوال سے ہوا کرتا تھا جو وہ کہا کرتا تھا کہ آخر سبب کیا ہے اس قدر تکالیف کے بعد کیا کیونکر حاصل کر سکتا ہوں اور جب اسے کوئی جواب نہ ملتا تو وہ کہا کرتا تھا کہ مجھے نافرمانی پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ان کی سخت ایذا ... جب کوئی ایسا واقعہ جو انسان کے واقف کچھ باتیں ہوں اس کے ... میں آتا جس سے اس کے دل کو تسکین ہو جاتی تھی۔ اور جس روز سے آپ کو تفصیل معلوم کرتا رہا کہ وہ اکثر کیا کرتا تھا تو اس کے لئے بھی وہ عدالت چینسری کو ذمہ دار قرار دیتا تھا۔ غرضیکہ کوئی معاملہ ہو اپنے آپ کو چینسری کا مظلوم ظاہر کرتا تھا۔ اور اگر اس کی بات قابل یقین سمجھی جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ اس عدالت سے زیادہ ذہنی اذیت کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔

چند منٹ کے وقفہ کے بعد براؤنلو نے پھر کہا "یہ سب کچھ انصاف کے نام پر ہو رہا ہے۔ ایک باضابطہ عدالت میں بانی ... اور تعلیم یافتہ جج بیٹھتا ہے۔ اور اس کے سامنے قابل بیرسٹروں کی قطار کھڑی ہوتی ہے۔ مگر اس کے باوجود اس عدالت کے فیصلے اتنی تباہی کا موجب ہوتے ہیں۔ جو ناقابل بیان نہیں"۔

وہ پھر رک گیا۔ اور اس کے بعد شراب کے چند گھونٹ پی کر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا "اس انتظام کو جس قدر جلد دور کیا جائے۔ بہتر ہے۔ اس میں بے حد اصلاح کی ضرورت ہے"۔

اب اس نے ان مقدمات کی تفصیل سنانی شروع کی۔ جن کا تعلق عدالت چینسری سے تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آزیبل مسٹر سپیفر نے کہا "حضرت کچھ اپنے مقدمہ کی نسبت بھی بیان کیجئے"۔

بڑھاپا ذکر چھیڑنے کو تھا۔ کہ دروازہ کا گھنٹہ بجنے کی آواز سنائی دی۔ یہ گھنٹہ ایک شخص کے ہاتھ میں تھا۔ جو جا بجا پھر کر اسے بجاتا اور کہتا تھا کہ تمام اجنبی مردوں عورتوں بچوں کو اب باہر چلے جانا چاہیئے"۔

فرنیک گرلس نے اپنے دوست کیتاں سے آواز دبا کر پوچھا کیا تم بھی چلے

جاؤ گے۔

اولڈ فیلس کہنے لگا تم نے ٹھیک کیا ہے۔ یہ قیدخانہ کا منتظم تمہارے علاوہ مجھے بھی
ایک بستر دے دیگا۔ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں روپیہ سے ہر چیز میسر آسکتی ہے

نصف گھنٹہ تک اور معاملات پر بحث کرتے ہوئے گذر گیا۔ اور اس کے بعد پھر اس
قسم کی آوازیں آئیں۔ کہ جن شخصوں کا اس قیدخانہ سے تعلق نہیں۔ وہ باہر چلے جائیں۔ اس
پر قیدخانہ کی نشستیں ہی خالی ہونے لگی ہیں۔ اور اب صرف اولڈ فیلس اور فرنیک
کیپٹن ہی رہ گئے۔ باقیوں کے چلے جانے کی یہ وجہ تھی۔ کہ جس وقت وہ لوگ جن کا
جیلخانہ سے تعلق نہ ہو۔ واپس جانے لگتے۔ تو قیدی ان سے ملتے اور انہیں چھوڑنے کے
لئے دروازہ تک ساتھ جایا کرتے تھے۔

کپتان نے قیدخانہ کی گھنٹی زور سے بجائی۔ اور جب ویٹر نمودار ہوا۔ تو اس نے
کہا۔ میں قیدخانہ کے منتظم سے ملنا چاہتا ہوں۔" اس کے بعد اولڈ فیلس کا منتظم قیدخانہ
سے اطمینان بخش طریق پر معاملہ طے ہو گیا۔ اور اس نے دونوں دوستوں کے لئے سونے
کی جگہ مہیا کرنے کا وعدہ کیا۔ شراب کی ایک اور بوتل لائی گئی۔ اور کپتان نے کرش سے
اصرار کیا۔ کہ صبح کا وقت تم جیل کے مختلف حصے دیکھنے میں صرف کیا کرو۔ اور شام کا
تفریح میں۔" چنانچہ یہ تفریح رات کے گیارہ بجے تک جاری رہی۔ آخر اس وقت
قیدخانہ کی روشنی گل کردی گئی اور ان دونوں کو ان کی خوابگاہ میں پہنچا دیا گیا۔
خوابگاہ کے کمرے تابوت سے دوگنے بڑے تھے۔ لیکن آسائش کے لحاظ سے
ان میں اور تابوت میں کچھ زیادہ فرق نہ تھا

باب ۱۰۶ قیدخانہ کے مزید حالات

اس سے دوسرے دن صبح کے ساڑھے سات بجے کے قریب ویٹر نے آکر مسٹر
کرش کے دروازہ پر دستک دی۔ اور کہنے لگا۔ "آپ تیار ہو جائیں تا کہ آپ
نے باہر کی ڈیوڑھی میں جانا ہے۔ کیونکہ وہاں آپ کی ضرورت ہے"

فرنیک جھٹ بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور ویٹر سے کہنے لگا کون مجھ سے ملنا

جاسکتا ہے" اس خیال سے اسے خوشی بھی ہوئی۔ کہ شاید سر کرسٹوفر بلنٹ میرا تعارف ادا کرکے مجھے ... دلانے آیا ہے

اس نے خادم ... سے اس بارہ میں مزید سوالات پوچھنے چاہے مگر وہ اتنے میں واپس جا چکا تھا۔ پس کرش نے فکر و اضطراب کی حالت میں ہی کپڑے پہنے۔ اور جب منہ ہاتھ دھو اور کپڑے پہن کر فارغ ہوا۔ تو اٹھنے کے قریب وقت ہو گیا تھا۔ چنانچہ اپنے دوست کپتان کی خوابگاہ کے پاس سے گذرتے ہوئے اس نے اس پر زور سے مکا مارا۔ اور اس کے بعد ... پھاٹک کیطرف روانہ ہوا۔

یہ پھاٹک ابھی کھلا نہیں تھا۔ لیکن اس کے قریب بہت سے قیدی جمع تھے بعض نے لباس شب خوابی پہنا ہوا تھا۔ اور بعض نے صرف قمیص اور پاجامہ لیکن ان کی حالت مجموعی طور پر اس قدر افسوسناک تھی جس کی مثال کسی دوسری جگہ نہیں دیکھی جاتی۔ آخر کار یہ پھاٹک کھلا۔ اور باہر سے کئی آدمیوں کا مجمع جس میں قاصد خادمہ عورتیں گولے کھیل بیچنے والے لڑکے اور مچھلی والے شامل تھے۔ اندر داخل ہوا۔

جب یہ لوگ گذر چکے۔ تو فرنیک کرش نے اندر داخل ہو کر ایک بازو والے ایک پہرہ دار کو جو آتشدان کے سامنے کھڑا تھا۔ پوچھا "مجھے یہاں کس نے بلایا ہے؟"

اس نے جواب دیا "میں نے اور میرے ساتھیوں نے"

فرنیک نے پوچھا "کس لئے؟"

وہ بولا "آپ کی شبیہ حاصل کرنے کے لئے"

"میری شبیہ!" نوجوان نے متعجب ہو کر کہا۔ اور اس کے بعد وہ یہ دیکھنے کے لئے ادھر ادھر جھانکنے لگا۔ کہ شاید کوئی مصور سامان تصویر کشی لئے موجود ہوگا۔ مگر جب اس قسم کا کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ تو اس نے اس خیال سے تند صورت اختیار کر لی۔ کہ شاید یہ شخص مجھ سے مذاق کرتا ہے

اس پر وہ پہرہ دار جو بجائے خود ایک بااخلاق آدمی تھا۔ کہنے لگا "حضرت شبیہ حاصل کرنے سے اس جگہ یہ مطلب لیا جاتا ہے۔ کہ کسی نئے قیدی کو دن کی روشنی میں اچھی طرح دیکھ کر اسکی صورت بخوبی ذہن نشین کر لی جائے۔ بات یہ ہے ساس کا دل میں

... کیونکہ ہم اسے کالج ہی کہا کرتے ہیں... تین چار سو آدمی موجود ہیں۔ اور آپ سمجھ سکتے ہیں۔ ان تین چار سو کو شناخت کرنا سہل کام نہیں۔"

فرنیک اب معاملہ کی اصلیت کو سمجھ کر ہنسنے لگا۔ اور بولا "میں تمہارا مطلب سمجھ گیا۔"

جبکہ وہ گفتگو کر رہا تھا۔ چند اور پہرہ دار نمودار ہوئے۔ اور ان میں سے ہر ایک اسے "صبح بخیر" کہکر غور سے اس کے بدن کے ہر حصہ کو دیکھنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ یہ لوگ اس کے سارے اعضا کو پوری طرح ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں۔ فرنیک نے بہت کوشش کی۔ کہ لاپروائی کا اظہار کرے۔ مگر وہ اپنے اضطراب کو ضبط نہ کرسکا۔ اور آخر جب یہ امتحان قریباً پانچ منٹ کے عرصہ میں ختم ہوا۔ تو وہ زیادہ مطمئن نظر آنے لگا۔

اب پہرہ دار واپس چلے گئے۔ اور کرلش تنہا اس ایک بازو والے پہرہ دار کے پاس رہ گیا۔

آخر الذکر کھلے ہوئے دروازہ کے قریب جہاں سے کرکٹ کھیلنے کا میدان اور عمارات کا بڑا حصہ صاف نظر آتا تھا۔ ایک سٹول پر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا "کیوں صاحب آپ اس جیلخانہ کو کہاں تک پسند کرنے لگے ہیں؟ میری رائے میں تو یہ بہت عمدہ مکان ہے۔"

فرنیک نے جواب دیا "بے شک اور اگر یہ اس سے برا ہوتا۔ تو میں وجہ شکایت نہ تھی۔ لیکن میری رائے میں یہاں پر تمہیں طرح طرح کے قیدیوں سے واسطہ پڑتا ہوگا!"

پہرہ دار نے قیدی کی طرف پر اہمیت نگاہ سے دیکھکر کہا۔ "آپ کا خیال درست ہے۔ دیکھیے وہ شخص جو آپ کو چھوٹا سا نیلا کوٹ پہنے رکیٹ کھیلنے کے میدان میں پھرتا نظر آتا ہے۔ آج سے قریباً بیس سال پیشتر اپنی گاڑی پر سوار ہوکر جاتا تھا۔ اس وقت اس کے ساتھ وردی پوش نوکر بھی تھے۔ مگر اب وہ چند سال سے یہاں ہے۔ مگر میدان میں گرد ہلنے کا بدلہ چرانے پر تیار رہتا ہے۔"

فرنیک کانپ کر کہنے لگا "کیا اس کمرے سے یہاں سے واپس جانا چاہتا ہے؟"

پہرہ والے نے جواب دیا "آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ وہ یہاں بیٹھا چاہتا ہے

کرش نے واقعی متعجب ہو کر کہا "کیا کہتے ہو؟ اپنا قیدی! کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ جو عمداً اور قصداً یہاں ٹھیرا ہوا ہے؟"

پہرہ دار بولا "جی ہاں اس ایک شخص پر کیا منحصر ہے۔ اور بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جو اسی طرح سے یہاں ٹھیرے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ عرصہ دراز تک یہاں رہتے رہتے کہ ان کے سارے دوست رشتہ دار مر جاتے ہیں۔ اور ان کے لئے قید خانہ سے باہر کوئی سامان دلچسپی باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ جب ان کے قرضخواہ بھی مر جاتے ہیں۔ اور ان کی رہائی کا پروانہ آجاتا ہے۔ تو یہ لوگ اسے جیب میں ڈال کر حقہ چپلد کہتے ہیں۔ اور یہاں سے جانے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ باہر کوئی ہمارا خبرگیراں نہیں۔ اور یہاں کئی ایک دوست آشنا موجود ہیں۔ اور کچھ نہ کچھ کھانے کو بھی مل ہی جاتا ہے"

فرنیک کہنے لگا "یہ نہایت عجیب بات ہے"

پہرہ دار جو قیدی کو اپنی پراسرار گفتگو سے اور زیادہ متعجب کرنا چاہتا تھا۔ بولا۔ "یہاں اس سے بھی عجیب تر باتیں ظہور میں آتی ہیں۔ آپ ان شخصوں کی نسبت کیا خیال کریں گے۔ جو از خود اس جیلخانہ میں آجاتے ہیں۔ اور اپنی ساری عمر یہیں گذارنے پر آمادہ ہیں"

کرش نے جواب دیا "میرے نزدیک تو جو کچھ تم کہہ رہے ہو۔ مذاق ہے"

"مذاق!" پہرہ دار نے اظہار تعجب و ناراضگی کرتے ہوئے کہا "نہیں صاحب یہ مذاق نہیں۔ حقیقت ہے۔ دیکھئے وہ موٹا تازہ شخص جو سامنے ایک جاکٹ پہنے کچھ سودا خرید تا نظر آتا ہے۔ اس کا واقعہ اسی قسم کا ہے وہ جعلسازی یا اسی قسم کے کسی اور جرم کا مرتکب ہوا تھا۔ جس کے لئے اس کے خلاف وارنٹ گرفتاری نکل چکا تھا۔ وہ اس خیال سے مفرور نہیں ہونا چاہتا تھا کہ ایسا نہ ہو۔ میں دیہات میں گرفتار ہو جاؤں۔ اس نے ایک دوست کو کہہ کر یہ انتظام کیا کہ اس کی گرفتاری عدم ادائے قرضہ کے لئے عمل میں لائی گئی۔ بعد ازاں وہ پروانہ والگی کے ذریعہ بنچ میں داخل ہو گیا۔ اور اس کے خلاف وارنٹ گرفتاری یہاں پر لایا گیا۔ مگر اس وارنٹ کی تعمیل نہیں ہو سکتی ہے۔ کیسے تیہ تک مقر قرضہ ادا کرے۔ اور چونکہ وہ قرضہ

ادا کرنے کا ارادہ ہی نہیں رکھتا۔ اس لئے وارنٹ کی تعمیل ہونے کی کوئی ممکن صورت نہیں۔"

کرٹس نے کہا: "اس سے تو معلوم ہوا۔ کہ بہت جو لوگ جن کو جیل خانہ نیوگیٹ میں پہنچنا چاہئے۔ بنچ کو ایک پُر آسائش مقام پاکر اس میں پناہ گزین ہو سکتے ہیں لیکن مثل ہے۔ کہ انسان تجربہ ہی سے سب کچھ سیکھتا ہے۔"

پہرہ دار کہنے لگا: "دیکھئے میں آپ کو ایک اور عجیب تر واقعہ سناتا ہوں۔ وہ لمبے قد کا مضبوط آدمی جو چھڑی ہاتھ میں لئے ادھر ادھر ٹہلتا نظر آتا ہے۔ کئی سال سے اس جگہ رہتا ہے۔ اور امید نہیں کہ چند سال سے پہلے یہاں سے جائے۔ اس کے قرضخواہ اسے تین پونڈ ہفتہ وار جیب خرچ اس لئے ادا کرتے ہیں۔ کہ وہ بنچ میں زیر حراست رہنے پر آمادہ ہے۔"

کرٹس نے بہت متعجب ہو کر کہا: "کیا کہتے ہو! اس کے قرضخواہ اس کا جیب خرچ ادا کرتے ہیں؟"

پہرہ دار نے جواب دیا: "جی ہاں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص کی بہت سی اراضی اس وقت اس کے دو تین خاص قرضخواہوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہی اس کا انتظام کرتے اور اس کی آمدنی کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ اگر یہ شخص عدالت دیوالیہ میں پیش ہو تو جائداد کی آمدنی کا حصہ سب قرضخواہوں میں تقسیم ہو جائے۔ اسے روکنے کے لئے وہ تین خاص قرضخواہ اسے تین پونڈ ہفتہ وار وظیفہ دیتے ہیں۔ اور یہ چاہتے ہیں۔ کہ یہ عدالت دیوالیہ میں نہ جائے۔ اس میں ان کا بھی فائدہ ہے۔ اور یہ شخص بھی خوش ہے۔ اس کی بیوی یا یوں کہنا چاہئے۔ کہ اس کی لیڈی بھی پاس ہی رہتی ہے۔ اور ان کے بچے بڑے خوبصورت اور پیارے ہیں۔ دیکھئے وہ سامنے اس بے فکری کے ساتھ کھیل کود رہے ہیں۔ گویا قید خانہ کی بجائے کسی محل میں رہتے ہوں۔ حالانکہ یہ سب کے سب اس جگہ زمانہ حراست میں پیدا ہوئے تھے۔"

فرنک نے پوچھا: "بھلا وہ لنگڑا عمر رسیدہ شخص کون ہے۔ جو ہاتھ میں اخبارات لئے پھر رہا ہے؟"

پہرہ دار نے جواب دیا: "وہ بنچ کا اخبار فروش ہے۔ چند سال پیشتر یہ شخص

دولتمند اور خوشحال تھا۔ اس کے بعد جینسری سے ہوکر پنج میں پہنچا۔ کیونکہ یہ ایک کلیہ قاعدہ ہے کہ جو شخص جینسری میں پہنچے۔ اسے پنج میں ضرور آنا پڑتا ہے۔ اب اس لنگڑے کو تمام زندگی یہیں رہنا پڑا ہے۔ جس سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ دنیا میں کیسے کیسے انقلابات پیش آتے ہیں۔ فی الحقیقت یہ دنیا بھی آنا بھی عجیب مقام ہے جیسے پنج کا قیدخانہ۔ یہ بیان کرنا مشکل ہے کہ دنیا کی نسبت پہرہ دار کے خیالات کیا تھے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ اس بارہ میں اس کی واقفیت بہت مبہم تھی۔ کیونکہ اسکی رائے میں پنج اور دنیا دو جداگانہ مقام تھے۔ جس کی وجہ شاید یہ ہو کہ اگرچہ وہ پنج میں قیدی کی حیثیت سے نہیں رہتا تھا۔ تاہم اس کی دنیا یہی تھی۔ اور اس لحاظ سے وہ اس دنیا اور خارجی دنیا میں کچھ فرق سمجھتا تھا۔ افسوس ہے کہ بہت لوگ جو اس جگہ عرصہ دراز سے زیر حراست تھے وہ بھی ایسا ہی سمجھتے تھے۔

فرینک اب پہرہ دار کی باتوں میں بہت دلچسپی لینے لگا تھا۔ بولا۔ "وہ دونوں عورتیں جو رکیٹ کے میدان کے قریب پٹری پر سیر کر رہی ہیں کون ہیں؟"

پہرہ دار بولا "ہمارے ہاں اس پٹری کو پریڈ بولتے ہیں۔ یہ دونوں عورتیں ماں بیٹیاں ہیں۔ ان میں سے بیٹی جو زیر حراست ہے۔ بڑی خوبصورت لڑکی ہے۔ اور اس کی ماں محض نگرانی کے لئے اس کے پاس ٹھیری ہوئی ہے۔ لیکن اکثر دیکھا جاتا ہے کہ یہ لڑکی مسٹر ... کے ساتھ بہت کچھ میل جول رکھتی ہے۔ اگرچہ ماں اس سے بے تکلفی کو نظر انداز کرتی رہتی ہے۔ ایسی باتیں اچھے با انتظام گھروں میں بھی ظہور میں آتی رہتی ہیں اور پنج میں تو کوئی شخص خاص طور پر محتاط نہیں رہ سکتا۔ بات یہ ہے کہ لوگ اس جگہ اخلاق سیکھنے نہیں آتے۔ اور اس لئے جتنی جوان کنواری عورتیں یہاں آتی ہیں۔ ضرور بگڑ جاتی ہیں۔ لیکن یہ ایک معاملہ ہے جس سے مجھے سروکار نہیں۔" اور یہ کہتے ہوئے پہرہ دار نے اپنی کنجی کو دروازہ کے قفل پر زور سے بجایا۔

"خاتون کی قسم ... کیا تم مجھ سے پہلے ہی سیر کو نکل آئے؟" یکایک کپتان اور ... کی معروف آواز سنائی دی۔ اور اس کے بعد فوراً ہی خود کپتان صاحب رات کے آرام اور ... کے بعد تازہ دم ہوکر نمودار ہوئے۔

فرینک کہنے لگا "... نے مجھے ... کرنے کیلئے بلایا تھا۔ ورنہ تم جانتے

ہو۔ میں اس وقت تک سونے کا عادی ہوں"۔

کپتان بولا "پھر آؤ اب ہم جیل کے مختلف حصوں کی سیر کر آئیں۔ ہماری واپسی تک کھانا تیار ہو جائے گا۔ میں نے صبح کے کھانے کے لئے قہوہ۔ ڈبل روٹی۔ گوشت۔ انڈے۔ کیلے اور ایسی ہی کئی اور چیزیں منگائی ہیں۔ میں امید کرتا ہوں سیر کرنے سے ہماری بھوک خوب چمک جائے گی"۔

اس پر مسٹر کرٹس اپنے دوست کے بازو میں بازو ڈالکر سیر کرنے چلا۔

تھوڑی دور جاکر کپتان کہنے لگا "فرنیک تمہارے دائیں ہاتھ جو عمارت نظر آتی ہے۔ اسے سٹیٹ ہوس کہتے ہیں۔ یہ جگہ دراصل سرکاری قیدیوں اور ایسے ہی شخصوں کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن عام طور پر دوسرے قیدی بھی اس کے کمروں پر قابض ہو جاتے ہیں۔ اور پھر انہیں شیطان بھی وہاں سے نہیں نکال سکتا۔ مگر آؤ میں پہلے تمہیں جیل کا شراب خانہ دکھا لاؤں"۔

یہ کہتے ہوئے وہ ایک نشیب اور تنگ جگہ میں داخل ہوئے۔ جس میں نہایت کھردری قسم کی بہت سی میزیں بچھی ہوئی تھیں۔ جن کی سطح پر لوگوں نے چاقو سے اپنے نام یا ناموں کے ابتدائی حروف کندہ کر رکھے تھے۔ میزوں پر کئی تصاویر بھی چاقو سے سطح کو چھیل کر بنائی گئی تھیں۔ جن میں قابل ذکر پھانسی پر لٹکتے ہوئے آدمیوں کی تصاویر تھیں۔ آتشدان میں تیز آگ جل رہی تھی۔ اور اس کے قریب کئی غریب قیدی اور عدالتی پیادے بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ انہی میزوں میں سے ایک پر اخبار فروش لنگڑا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اخبارات کو چھانٹ رہا تھا۔

جس وقت کپتان اور کرٹس شراب خانہ کے اندرونی حصہ کا معائنہ کرکے واپس آنے لگے۔ تو کپتان نے اس شخص کے قریب پہنچکر جو شراب بیچتا تھا۔ کہا "مسٹر ورنن دو گلاس شراب کے ہمیں دے دو۔ جس کے لئے تمہیں سلام کرتا ہوں"۔

فرنیک اپنے دوست کی طرف تعجب کی نظر سے دیکھ کر کہنے لگا "اتنے سویرے جو کی شراب پیو گے؟"

کپتان بولا "واہ تم اس جگہ کی شراب پی کے تو دیکھو۔ کل میں نے تمہارے سامنے اس کی کتنی تعریف کی تھی۔ اب دیکھ لوگے۔ میں سچ کہتا تھا یا نہیں"۔

یہ کہکر کپتان نے مسٹر کرلس کو ایک گلاس پورٹر کا پینے پر مجبور کیا۔ اگرچہ صبح کی چائے سے پہلے کرلس کو اس قسم کی ہلکی شراب "ناگوار معلوم ہوتی تھی۔ لیکن غریب کو انکار کرتے بن نہ پڑی۔

اس میں شک نہیں کہ بیر بہت عمدہ تھی۔ اور جب اسے پی کر فریکمین اس کی تعریف شروع کی۔ تو کپتان اتنا خوش ہوا۔ گویا اس نے خود اسے کشید کیا ہو۔

کہنے لگا "آداب ہم اور آگے چلیں" چنانچہ دونوں بازو میں بازو ڈالے شراب خانہ سے باہر نکلے۔ دروازہ پر دو تین غریب قیدی کھڑے تھے۔ وہ انہیں دیکھکر مودبانہ طریقہ سے ایک طرف کو ہٹ گئے۔

یہ دونوں میدان کے اس حصہ میں پہنچ گئے تھے۔ جسے پہرہ والے پرنٹ کے نام سے موسوم کیا تھا۔ یہاں سے عمارت کا سامنے والا حصہ پوری طرح نظر آتا تھا۔ یہ ایک تاریک بارک کی شکل کی عمارت تھی۔ اور چھ سات زینے اس کے اوپر چڑھنے کیلئے بنے ہوئے تھے۔ کچھ کھڑکیوں کے باہر الماریاں تھیں۔ جن میں قیدی اپنا سامان رکھتے تھے۔ اور بعض حالتوں میں ان الماریوں کے اوپر گملوں میں مرجھائے ہوئے پودے بھی لگے ہوئے تھے۔ عمارت کے وسط میں گرجا اور گرجا کے بالائی حصوں میں شفاخانہ تھا۔ نچلی منزل کے کئی کمرے دوکانوں کی طرح سجے ہوئے تھے۔ اور ان میں مختلف قیدی اس قسم کی چیزیں فروخت کرتے تھے۔ مثلاً پنیر اور گیمن کے ٹکڑے۔ مچھلی گوشت۔ دیا سلائیاں۔ دلگر۔ موم بتیاں۔ رکیٹ کھیلنے کے گیند۔ سستی ڈبل روٹی۔ صابون۔ انڈے وغیرہ۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ مختلف چھوٹے درجے کے دوکاندار خوب زور سے ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

دوکانوں کے اندر چائے۔ تمباکو اور پاؤڈر کے ڈبے سجے ہوئے نظر آتے تھے اور ایک دوکان کے کاؤنٹر کے پیچھے ایک موٹا تازہ مرد جو بظاہر اس دوکان کا مالک تھا۔ کھریا مٹی کے بنے ہوئے ان نشانات کو جو صبح کی دہری فروخت کی علامت تھے تعجب کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔

کپتان نے فریکمین کا رخ رکیٹ کھیلنے کے میدان کی طرف پھیرتے ہوئے کہا۔ "اس طرف دیکھو شاید کوئی خاص چیز نظر آتی ہے۔"

کرلش نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا "مجھے تو سوائے اس کے اور کچھ نظر نہیں آتا کہ دیوار پر ایک جالی لگی ہوئی ہے۔ کہ گنبد یا برج جاگرجا ہے"

اولنبڈرین نے بڑے صبری سے ایک خاص سمت میں اشارہ کرتے ہوئے کہا "سنو میرے دوست اودھر کیا اب بھی تمہیں کوئی خاص چیز نظر نہیں آتی؟"

فرنیک بہت دیر ادھر ادھر غور سے دیکھتا رہا۔ مگر جب اسے کوئی خاص چیز نظر نہ آئی تو کہنے لگا "مجھے تو یہاں سوائے ایک پمپ کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا"

"یسوع کی قسم! اور یہی تو وہ چیز ہے۔ جو میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں" کپتان نے زور سے چلا کر کہا "اسے ڈالفن پمپ کہتے ہیں۔ اس سارے یورپ میں سب سے خوشنما پمپ ہے۔ اس پر پنچ کو جس قدر بھی ناز ہو بجا ہے۔ مگر طاقتوں کی قسم! تم کو میں اس کا پانی پلا کر دکھاتا ہوں"

کرلش نے بہترا کہا "مجھے پیاس نہیں۔ اور میں پانی پینا نہیں چاہتا۔ مگر کپتان ایسا شخص نہ تھا جو اس کی بات مان لیتا۔ اس نے ایک قیدی سے جو کھڑکی میں بیٹھا پائپ پی رہا تھا۔ گلاس مانگا۔ اور پھر دیوانہ وار پمپ کو چھیڑنے لگا۔ پھر لب بہ لب پانی سے بھرا ہوا گلاس فرنیک کے روبرو پیش کر کے سارے کا سارا پینے پر مجبور کیا۔ اس میں شک نہیں پانی خوشگوار تھا۔ لیکن جسے شراب کی عادت ہو۔ وہ بھلا ایسے پانی کی کیا قدر کر سکتا ہے۔

خیر فرنیک کو مجبوراً پورا گلاس معدہ میں ڈالنا پڑا۔ اور آخر گلاس خالی کر کے اس نے پوچھا "کپتان تم نہ پیو گے؟"

کپتان بولا "یسوع کی قسم! اور میں تو اس پانی کی خوبیوں سے مدت کا واقف ہوں اس لئے میرے واسطے اظہار رائے کی ضرورت نہیں۔ اس کے علاوہ فرنیک میں نئی نئی چیزوں سے اپنے معدہ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ تم جوان آدمی ہو۔ اس لئے اسے آسانی سے ہضم کر سکو گے"

کرلش کا اس تشریح سے اطمینان تو نہ ہوا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ کپتان کے ساتھ بحث میں کامیاب ہونا بھی ناممکن ہے۔ اس لئے خاموش ہو رہا۔ اور یہ دونوں آگے سیر کرنے چلے قید خانہ کے مشرقی حصہ اور اس حصہ کے درمیان جو بلند دکی طرف تھا قریب

اس جگہ کی منڈی تھی۔ جہاں نہایت افسوسناک قسم کے قیدی بیٹھے ہوئے تھے۔ جن میں ایک قصاب ایک مچھلی فروش۔ ایک کنجڑے اور ایک کوئلے والے کی دوکانیں تھیں سو واضح رہے کہ یہ لوگ بھی اس جیلخانہ کے قیدی ہی تھے۔ اور اب یہاں تجارت کرنے لگے تھے۔ منڈی کے وسط میں ایک دوکان پر جہاں پھل سبزی اور مچھلیاں فروخت ہوتی تھیں۔ ایک عمر رسیدہ عورت جو رنگت اور لباس سے جپسی معلوم ہوتی تھی۔ اور جس نے سر پر ایک پرانی میلی ٹوپی لے رکھی تھی بیٹھی تھی۔ اس بڑھیا کا نام اولڈ ممی مشہور تھا۔ چنانچہ کپتان اور ملبنڈرس نے اسے اس نام سے مخاطب کیا۔ اور آواز دبا کر فرنیک سے کہنے لگا "یہ عورت قیدی تھیں۔ اور اس کی دوکان خوب چلتی ہے۔ باقی دوکاندار اس کی تاب مقابلہ نہیں لا سکتے۔ بات یہ ہے اس کے پاس سرمایہ کافی ہے۔ وہ دوسرے دوکاندار جو تم نے دیکھے انہوں نے سوا شلنگ ڈیڑھ شلنگ سرمایہ سے کاروبار شروع کیا تھا۔ اس لئے وہ کسی کو ادھار نہیں دے سکتے۔ اور ہر قسم کی چیز جو شخص ادھار نہ فروخت کر سکتا ہو۔ اس کا کاروبار چلنا غیر ممکن ہے"۔

اس کے بعد کپتان اپنے دوست کو باورچی خانہ کی طرف لے چلا۔ جو منڈی کے قریب ہی بنا ہوا تھا۔ اور وہاں سے گذر کر یہ دونوں عقبی حصہ عمارت کی طرف گئے جہاں اوملبنڈرس نے فرنیک کی توجہ خصوصیت سے اس حصہ کی طرف دلائی۔ جسے غریب قیدیوں کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔

عجیب ہے کہ اس دنیا میں افلاس کو ایک ایسی لعنت سمجھا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اعلیٰ و ادنیٰ ہر صیغہ میں امیر و غریب کے لئے امتیازات قائم ہیں۔ جس کی جیب میں نقدی ہو اسے جیل خانہ میں بھی ملکوں نے وجاہت رہنے کے بعد بھی سوسائٹی قابل نفرت نہیں سمجھتی۔ بلکہ اس کے داغ ندامت کو منظر اخفا کر دیتی ہے۔ لیکن جس کے کپڑے میلے اور پھٹے ہوئے ہوں۔ جس کی جیب میں ایک پیسہ نہ ہو وہ اگر دیانت دار ہو اگر سے لوگ حقارت کی نظر سے ہی دیکھتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے یہ شخص جیلخانہ میں رہ چکا ہے کوئی اسے قوم کے ٹکڑوں پر پرورش پانے والا بتاتا ہے۔ اور ان لوگوں کو اتنی ہی اہمیت دی جاتی ہے جیسے کوئی کہے کہ یہ شخص سزایاب ہو کر جیلخانہ میں گیسٹ رہ چکا ہے افسوس کہ خود غریبوں میں یہ حالت پائی جاتی ہے کہ جو شخص جیلخانہ میں رہ آیا ہو

اسے دوسرے اتنا برا نہیں سمجھتے۔ جتنا اس شخص کو جسے مفلسی کی وجہ سے کچھ دنوں محتاج خانہ میں رہنا پڑا ہو۔ امیری اور غریبی کے امتیازی سلسلہ کا یہ ایک ایسا نتیجہ ہے جسے نہایت افسوسناک سمجھا جائے گا۔

ناظرین سوال کرتے ہیں کہ مقروضوں کے جیلخانہ میں جہاں ہر شخص روپیہ کی کمی سے قرض ادا نہ کرنے کے باعث داخل ہوتا ہے۔ امیر وغریب کا کیا سوال؟ مگر نہیں یہاں بھی امیر وغریب دونوں طرح کے لوگ موجود ہیں۔ غریبوں سے مراد ان شخصوں سے لی جاتی ہے جو بالکل مفلس قلاش ہوکر داخل ہوں۔ جو شخص نقدی رکھتا ہوا اپنے قرضخواہ کو روپیہ ادا نہ کرے۔ بلکہ اسے نیک جیلخانہ میں داخل ہو جائے۔ وہ بہتر سلوک کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ مگر جس نے کسی جائز کام کے لئے قرض لیا تھا۔ اور وہ اُسے واپس ادا نہیں کرسکا۔ وہ جب خالی ہاتھ اس جیلخانہ میں پہنچتا ہے۔ تو اس کے لئے وہ حصہ مخصوص کیا جاتا ہے جو غریبوں کے لئے بنایا گیا تھا۔ دیکھا جاتا ہے کہ فیشن ایبل قمار باز۔ فضول خرچ بانکے۔ آوارہ مزاج نوجوان جو اس نیت سے قرض لیتے ہیں۔ کہ اسے کبھی ادا نہ کرینگے۔ ذاتی گاڑیوں پر اس قید خانہ میں آتے ہیں۔ راستہ میں قارق کو شراب پلاکر خوش کر لیتے ہیں کسی غریب دوکاندار کو دھوکا دے کر جسقدر روپیہ انہوں نے وصول کیا تھا۔ اس کا بچا ہوا حصہ ساتھ لے آتے ہیں۔ تاکہ قیدخانہ کے بہترین حصہ میں رہ کر اس سے عیش اٹھائیں۔ پس اگر مقروضوں کے قیدخانہ میں غریبوں کے لئے ایک حصہ مخصوص کرنے کی ضرورت ہے۔ تو کیا قمار بازوں کے لئے ایک اور حصہ مخصوص کرنے کی ضرورت نہیں؟

انگریزی زبان میں سب سے زیادہ حقارت آمیز لفظ "غریب" ہے کسی شخص کو "غریب" کہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ بد دیانت ہے۔ بلکہ بعض حالتوں میں اس سے بھی بُرے معنے لئے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ بددیانت کے معاملہ میں پھر بھی امید کی جھلک پائی جاتی ہے۔ لوگ سوچتے ہیں کہ اگر اس کے پاس روپیہ ہے۔ اور وہ دیانتداری سے ادا نہیں کرتا۔ تو بھی اس کے متعلق کچھ امید باقی ہے۔ لیکن دوسری صورت میں فیصلہ کو ناطق سمجھا جاتا ہے۔ اور اس میں کسی دلیل کی گنجائش نہیں۔ اس سوال پر کبھی کوئی غور ہی نہیں کرتا۔ کہ ایک غریب آدمی دیانتدار بھی ہوسکتا ہے کسی نامعلوم وجہ سے مفلسی اور برائی کو مترادف الفاظ سمجھا جاتا ہے۔ کسی کو غریب کہنا دوسرے لفظوں میں اُسے بددیانت اور بدمعاش قرار دینا ہے۔

اس لفظ کے معنوں میں اتنی حقارت بھری ہوئی ہے۔ کہ جہاں ایسا شخص موجود ہو۔ امراء اور اصحاب ثروت لوگ اپنی جیبوں کو بھی اگار محفوظ کرنے لگتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ غریب آدمی سے سوائے نقصان کے کچھ فائدہ نہیں۔ ان کی نظروں میں مفلس آدمی نہایت قابل نفرت و حقارت ہے۔ اور اسے کبھی کسی شریف آدمی کے سامنے نہیں آنا چاہئے۔ غریب کی موجودگی اسی طرح قابل نفرت سمجھا جاتا ہے۔ جیسے کسی جذامی کی موجودگی کو۔

یہ باتیں اسقدر صحیح اور مسلم ہیں کہ چالباز آدمی کتنے بھی مفلس اور دیوالئے ہوں۔ ہمیشہ اپنے آپ کو مالدار اور خوشحال ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لباس عمدہ پہنتے ہیں۔ کیونکہ جانتے ہیں کہ عمدہ لباس سے دوسرے پر بہت رعب پڑتا ہے۔ ظاہرداری کو برقرار رکھنے کے لئے باتیں بھی بہت کرتے ہیں۔ ان کی جیب میں جو چند پونڈ موجود ہوں انہیں ہر وقت کھنکھناتے ہیں۔ تاکہ اس ذریعہ سے سادہ لوح شخصوں کو دام فریب میں پھنسانے میں آسانی ہو۔ جس شخص نے عمدہ کپڑے پہنے ہوں جس کے پاؤں میں چمکیلے بوٹ اور ہاتھ میں چرمی دستانے ہوں اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہتا۔ کہ وہ غریب ہے۔ اور اس لئے اسے قابل اعتماد سمجھ لیا جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ غریب آدمی کو ایسے بناؤ کی توفیق کیونکر ہو سکتی ہے۔ ان کے نزدیک امارت کی شان ہی اور ہوتی ہے۔ اور جس میں یہ شان موجود ہو وہ حقیقت میں غریب ہو۔ تو بھی قابل اعتماد سمجھ لیا جاتا ہے۔ لیکن جو شخص اپنی مفلسی کو سادگی کے پردے میں چھپائے۔ لوگوں سے آنکھ بچا کر چلتا ہو۔ جسے بیوی اور چھ سات بچوں کی پرورش کے لئے ہر وقت محنت مشقت کرنی پڑتی ہو۔ اور جو گاڑھے پسینہ کی کمائی کو موجب عزت سمجھے۔ اس پر کوئی اعتبار نہیں کرتا۔ اس سے کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتا۔ اسے چھ پنس ادھار دینے پر بھی کوئی آمادہ نہیں ہوتا۔ بلکہ محض اس وجہ سے کہ وہ ایک غریب آدمی ہے۔ لوگ اسے اور زیادہ قعر ضلالت میں گرانا پسند کرتے ہیں۔

یہ کیفیت جو اس ترقی یافتہ زمانہ میں کم و بیش تمام مہذب ملکوں میں پایا جاتا ہے اسے خدا تو بیچارے غریبوں کا والی ہے۔ کیونکہ انسان کی نظروں میں افلاس کا جرم ہرگز قابل معافی نہیں۔

کنگز بنچ کے قید خانہ کا وہ حصہ جو غریبوں کے لئے مخصوص تھا۔ قریباً کرشل

کو نہایت افسوسناک نظر آیا۔ اور وہ اسے دیکھ کر ہیبت زدہ ہو گیا۔ ایسا ہونا تعجب خیز نہ تھا۔ کیونکہ جس بیدار مغز نے اس عمارت کو تیار کیا۔ اس نے اس بات کا انتظام پہلے ہی کر دیا تھا کہ اس حصہ کی کھڑکیاں جس میں غریبوں کی بود و باش ہے۔ گذشتہ زلزلے کے ڈھیروں کی طرف کھلیں۔ بظاہر وہ جانتا تھا۔ کہ غریبوں کی قوم کی نظروں میں کتنی قدر ہے اور انہیں کہاں رکھنا چاہیئے۔ اس لئے اس نے ان کے حصے کو ایسے طریقے پر تیار کیا۔ کہ ان کی کوٹھڑیاں تنگ و تاریک ہوں۔ اور وہاں کی ہوا کثیف اور وبا زدہ رہے۔ کمرے ایسے تھے۔ کہ کوئی بھلا مانس اپنے پالتو کتے کو بھی وہاں رکھنا پسند نہ کرتا۔

فرینک کرش نہ تو بہت لاپرواہ اور بے فکرا آدمی تھا۔ لیکن جب اس نے قید خانہ کا وہ حصہ جو غریبوں کے لئے مخصوص تھا۔ دیکھا تو اس کے بدن میں بھی لرزہ پیدا ہو گیا نچلی منزل کے کمرے ایسے تھے۔ کہ دن میں دوپہر کے وقت بھی بالکل ہلکی سی روشنی داخل ہوتی تھی۔ کھڑکیاں جالے اور گرد سے سیاہ اور روشندانوں پر بیہودگی سے بچنے کے لئے ان کوٹھڑیوں کے تباہ حال مکینوں نے اپنے پھٹے پرانے چیتھڑے لٹکا رکھے تھے۔ نیم گرسنہ اور دو مریض عورتیں یعنی انہی غریب قیدیوں کی بیویاں اور بیٹیاں دروازوں کے قریب ادھر ادھر پھرتی نظر آتی تھیں۔ بعض کی گود میں بچے تھے۔ مگر اتنے دبلے اور اسقدر مرجھائے ہوئے۔ ایسے مریض صورت اور زرد رو کہ انہیں دیکھ کر ناظرین کے دلوں پر ضرور برچھیاں سی لگتی ہوں گی۔ باوجود اس کے ان فاقہ کش تباہ حال بچوں میں بھی مذاق معصومیت موجود تھا۔ ان کی اداؤں میں بھی وہی دلفریبیاں پائی جاتی تھیں جو امیروں کی اولاد میں ہوتی ہیں۔ یہ بھی اپنے خشک ہاتھ ماں کی گردن میں ڈال کر توتلی زبان سے ایسی باتیں کرتے تھے۔ جو ہر ایک ماں کو خوشگوار معلوم ہوتی ہیں۔ ہائے افسوس! یہی بچے اگر ان کی پرورش کا کچھ انتظام ہوتا۔ تو خوشحال نظر آتے۔ مگر اب احتیاج اور قید خانہ کے اثر سے وہ بیدم ہوئے جاتے تھے۔ ہم نے اوپر لکھا تھا۔ کہ اے خدا تو ہی غریبوں کا والی ہے۔ مگر اب ہم آنکھوں میں آنسو بھر کر دھڑکتے ہوئے دل سے یہ کہنے پر مجبور ہیں۔ کہ اے خدا غریبوں کے بچوں کا تو تیرے سوا کوئی بھی آسرا نہیں۔

فرینک کرش اور کپتان اب قید خانہ کے مختلف حصوں کا گشت لگا چکے تھے

اس کام سے فارغ ہو کر وہ پھر قہوہ خانہ میں داخل ہوئے۔ جہاں ان کے لئے سامان چائے حاضر تھا۔ اسے انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔

کپتان ہوبلنڈ بس تھوڑی دیر کے لئے فرینک کرٹس سے رخصت ہوا۔ اور اس مطلب کے لئے بیکر سٹریٹ کو گیا۔ کہ قرق امین کے آدمی جو اس مکان پر قابض تھے۔ انہیں رشوت دے کر یا دھمکا کر اس بات پر آمادہ کرے۔ کہ وہ مسز کرٹس کو مکان سے چند قیمتی چیزیں لے جانے کا موقعہ دیں۔ وہاں سے فارغ ہو کر کپتان نے سر کرسٹوفر بلنٹ کے ہاں جانے کا ارادہ کر رکھا تھا۔

جب فرینک کرٹس تنہا رہ گیا۔ تو وہ تفریح کی غرض سے پریڈ کی طرف نکل گیا۔ اور ریکٹ کھیلنے والوں کو دیکھ رہا تھا۔ کہ مسٹر پرائوٹ اس سے آملا۔

وہ سلام کر کے کہنے لگا "کہئے آپ پنج کے سب حصوں کا معائنہ کر چکے؟"

کرٹس نے جواب دیا "ہاں اس میں جو باتیں دیکھنے کے قابل تھیں۔ میں ان سب کو دیکھ چکا ہوں۔ لیکن وہ حصہ جو غریبوں کے لئے مخصوص ہے مجھے بہت ہی افسوسناک نظر آیا۔"

پرائوٹ تلخ لہجہ میں کہنے لگا۔ "افسوسناک! میرے خیال میں اس سے بھی بد لفظ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ تو بہتر ہوگا۔ لیکن" اس نے ایک آہ سرد بھر کر کہا "اگر میرے اپنے معاملات کا جلدی تصفیہ نہ ہوگیا۔ تو مجھے بھی وہیں جانا پڑے گا۔"

فرینک نے پوچھا "کیوں؟"

پرائوٹ کہنے لگا "کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اس قید خانہ میں جہاں کوئی شخص اپنی مرضی سے نہیں آتا۔ اچھا کمرہ حاصل کرنے کے لئے بھی کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ ایک شلنگ ہفتہ وار کرایہ مقرر ہے۔ اور جو ادا نہ کرسکے۔ وہ غریبوں کے مخصوص حصہ میں جانے پر مجبور ہے۔ مسٹر کرٹس غور کیجئے۔ اس قید خانہ میں بھی لوگوں کو اپنے خرچ سے رہنا پڑتا ہے۔"

"مگر یہ تو نہایت نامناسب ہے۔۔۔"

مسٹر پرائوٹ قطع کلام کر کے بولا "یہ نہایت شرمناک انتظام ہے۔ مگر ہاں غریبوں کے حصہ قید خانہ کا ذکر کرتے ہوئے مجھے ایک عجیب واقعہ یاد آگیا۔ اور اگر آپ کو تھوڑی دیر کے لئے فرصت ہو تو میرے ہمراہ تشریف لائیے۔ میں آپ کو وہ داستان سناتا ہوں"

کرٹش بولا "میں چلنے کو تیار ہوں۔ کیونکہ یہاں میرا وقت بیکاری میں مشکل سے گذرتا ہے جب تک میرے دوست ڈیوک آف آلڈرس گیٹ اور پرنس آف ویلز جو لندن [illegible] مجھ سے ملنے نہ آئیں۔ مجھے کوئی خاص مصروفیت نہیں۔ چلئے میں شوق سے آپ کی داستان سنوں گا۔"

پرائوٹ اُسے ساتھ لے کر اپنے کمرہ میں گیا۔ جو عمارت کے سامنے حصہ میں واقع تھا۔ اور جہاں سے پریڈ اور کرکٹ کا میدان صاف نظر آتا تھا۔ کمرہ صاف ستھرا اور اچھی طرح آراستہ تھا۔ اور پرائوٹ نے بیان کیا۔ کہ میری ایک شادی شدہ ہمشیرہ روز مجھ سے ملنے آتی ہے اور وہی سب چیزوں کو سلیقہ سے رکھ جاتی ہے۔ مگر میں آپ کا وقت فضول ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ بغیر کسی تمہید کے ایک نہایت دلچسپ داستان سناتا ہوں۔ جس نے بارہا اپنے کمرہ کی تنہائی میں اس کی تفصیلات پر غور کیا ہے۔ اور اگرچہ اس کے مختلف واقعات مجھ تک مسلسل صورت میں نہیں پہنچے تھے۔ تاہم میں انہیں اپنے طور پر مرتب کر کے ایک داستان کی صورت میں آپ کے روبرو بیان کرتا ہوں۔ بڑا ہی افسوسناک قصہ ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں۔ کہ فطرت انسانی کی بدی کی انتہا ابھی پر نہیں ہوتی۔"

فرینک کرٹس عمر رسیدہ شخص کے بالمقابل ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور آخر الذکر نے اپنی داستان ان الفاظ میں بیان کرنی شروع کی۔

باب ١٠٧ داستان الم

قریباً تیس سال کا عرصہ گذرا۔ کہ کریڈک نامی ایک عزت دار شریف اور نیک دل تاجر پلائی متھ سے اس غرض کے لئے لندن آیا۔ کہ ایک سو پونڈ کی رقم وصول کرے۔ جو اس کے کسی بعید رشتہ دار کی موت سے حصہ میں آئی تھی۔ اس رشتہ دار کا عرصہ دراز سے اسے کچھ علم نہ تھا۔ اور اسے اس کی موت کی خبر وکیل کی اس چٹھی سے ہوئی جس میں اس کے انتقال اور ایک سو پونڈ ورثہ کا ذکر درج تھا۔ کریڈک پلائی متھ میں ایک چھوٹی سی بزازی کی دکان کیا کرتا تھا۔ اور اگرچہ بڑا محنتی اعتدال پسند اور شریف آدمی تھا۔ لیکن نحوست طالع سے اب تک گذارہ سے زیادہ روپیہ فراہم نہ کر سکا۔ جس زمانہ کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ اس کی

عمر ۵۴ سال کے قریب تھی۔ اور اس کی شادی ایک دیہاتی شریف الطبع اور نیک نہاد عورت سے ہو چکی تھی۔ وہ نیک دل جوڑا اب تک اولاد سے محروم تھا۔ دونوں میاں بیوی اکثر اس بات پر غمزدہ رہا کرتے تھے۔ کہ ہمارا گھرانا اولاد نہ ہونے کی وجہ سے بے رونق ہے۔ اور بڑھاپے کے لئے سہارا کوئی سہارا نہیں۔ بارہا انہوں نے سوچا کسی غریب کے بچے کو متبنیٰ بنائیں۔ لیکن مختلف حالات مانع آتے رہے۔ اور آخرکار انہوں نے اس خیال کو ترک ہی کر دیا۔ دونوں ایک دوسرے کی محبت سے ہی خوش رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور اس میں شک نہیں۔ ان کے دل اس بے بضاعتی کے ساتھ ملے ہوئے اور ان کی محبت اتنی زبردست تھی۔ کہ ان کی زندگی بڑی خوشی اور خرمی میں بسر ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ جب گریڈک کے نام وہ چٹھی آئی جس میں اسے لندن بلایا گیا تھا۔ تو بہت دیر تک اس کی بیوی ساتھ چلنے پر اصرار کرتی رہی کہتی تھی۔ یا تو مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ یا خود بھی لندن کو نہ جاؤ۔ اس نے اسے سمجھایا کہ ایک سو پونڈ معقول رقم ہے۔ اور اس کے مل جانے سے ہمارے کاروبار کو بہت ترقی ہوگی۔ تم ساتھ چلنے پر اصرار نہ کرو۔ کیونکہ اس صورت میں گھر اکیلا رہ جائے گا۔ بہتر یہی ہے۔ تم مکان پر رہ کر انتظام خانہ داری کرو۔ آخر بوقت اس عورت نے ناچار اسے ہی میں ٹھیرنا منظور کیا۔ اور اس کا شوہر سفری گاڑی پر سوار ہو کر لندن کو روانہ ہوا۔

یہ پہلا موقعہ تھا۔ کہ مسٹر گریڈک کو صدر مقام انگلستان دیکھنے کا موقعہ ملا۔ لیکن اگرچہ شہر کی دلچسپیاں بیشمار تھیں۔ مگر اس نے ضرورت سے زیادہ ایک دن بھی ٹھیرنا گوارا نہ کیا۔ اور چار پانچ دن کے عرصہ میں ہی اس کام سے جس کے لئے لندن آیا تھا فارغ ہو گیا۔ خوبیٔ قسمت سے جس وکیل سے اس کا واسطہ پڑا۔ وہ بہت نیک دل اور پاک طینت آدمی تھا۔ کیونکہ وکلا میں بھی اچھے برے سبھی طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ جس قدر جلد ممکن تھا۔ اس نے اس معاملے کے قانونی پہلو طے کر دیئے۔ اور ایک ہفتہ کے اندر اندر مسٹر گریڈک نے روپیہ وصول کر لیا۔ وہ واپس جانے کے لئے سفری گاڑی کا انتظام کرنے کو لابل ساویج واقع لڈگیٹ ہل کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ شام کو روانہ ہونے والی گاڑی میں صرف ایک اندرونی نشست خالی ہے۔ گریڈک نے وہ نشست حاصل کر لی۔ اور پھر اس مکان پر واپس آیا جہاں وہ اپنے قیام لندن میں ٹھیرا تھا۔ یہ مکان ڈاکٹرز کامنز کے قریب واقع تھا۔ اس نے اپنا اسباب باندھ کر سفری بیگ میں [illegible] اور دوبارہ بیل ساویج کے اڈے

کو ڈھونڈ رہا تھا۔ مگر اس کی نگاہ ایک بچہ پر پڑی جو ایک [illegible] کے نزدیک کھڑا
ایک دروازہ پر تنہا بیٹھا رو رہا تھا۔ لڑکے کی پوشاک صاف ستھری تھی۔ اور وہ خوبصورت
سال کے قریب تھا۔ کریڈک اسے دیکھ کر ٹھہر گیا۔ اور بڑی نرمی سے پوچھنے لگا۔ تم کون
ہو۔ اور کیوں رو رہے ہو۔ بچہ اتنا کم عمر تھا۔ کہ وہ اس بات کا کوئی ٹھیک ٹھیک جواب نہ
دے سکا۔ تاہم کریڈک سمجھ گیا۔ کہ بچہ یا تو راستہ بھول گیا ہے۔ یا کسی نوکر نے اپنی
مصروفیت میں اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ اور یہ اس سے بچھڑ گیا ہے۔ کریڈک کو دیکھ
کر تین آدمی اور بھی وہاں ٹھہر گئے۔ اور چند عورتیں بھی گھروں سے نکل آئیں۔ مگر ان
میں سے کوئی اس بچہ کو پہچان نہ سکا۔ کریڈک نے اسے تسلی دینے کی بہت کوشش کی۔
مگر وہ بدستور سسکیاں لے لے کر روتا رہا۔ اتنے میں ایک پادری صاحب بھی ادھر آ نکلے انہوں
نے جب یہ حالت دیکھی۔ تو فرمایا۔ میں اسے محتاج خانہ میں لئے جاتا ہوں۔ نیک طبیعت اور
رحم دل کریڈک نے جب محتاج خانہ کا نام سنا۔ تو اس کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے
اور وہ کہنے لگا۔ نہیں جب تک میں اس بچے کے لئے روٹی مہیا کر سکتا ہوں۔ میں اسے محتاج خانے
میں نہ جانے دوں گا۔ پادری نے کہا۔ اگر یہی بات ہے۔ تو تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ
کسی آوارہ اور گم گشتہ بچے کو لے کر ہم کیا کریں گے۔ جان کریڈک جو بڑا دیانت دار آدمی
تھا۔ بولا مشکل یہ ہے۔ کہ میں یہاں لندن میں نہیں رہتا۔ میرا مکان پلائی متھ میں ہے۔ مگر
پادری کہنے لگا۔ تم کہیں بھی رہتے ہو۔ اس سے ہمیں سروکار نہیں۔ کریڈک بچہ کی غمزدہ
صورت دیکھ کر خود بھی بہت پریشان معلوم ہوتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے
اور کہنے لگا۔ اگر کوئی اعتراض نہ ہو۔ تو میں اسے اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔ میں آپ کو اپنے
پتہ کا کارڈ دیتا ہوں۔ اور اگر کبھی اس بچہ کے والدین دریافت ہو جائیں۔ تو مجھے اطلاع
دینا میں اسے ان کے حوالہ کر دوں گا۔ پادری نے وہ کارڈ لے لیا۔ جس پر جان کریڈک کا
نام پیشہ اور پتہ موٹے حروف میں چھپا ہوا تھا۔ اور کہا بہت اچھا۔ چنانچہ بزاز نے اس
لڑکے کو گود میں لے لیا۔ پادری نے اس کا بیگ ہاتھ میں لیا۔ اس طرح پر وہ پلی ماؤتھ کے
اڈہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کریڈک کے پیار دلاسہ سے بچہ کی پریشانی کچھ کم ہوئی۔ اور اب
وہ کسی قدر مطمئن نظر آنے لگا۔

جس وقت یہ گاڑیوں کے اڈہ پر پہنچے۔ تو گاڑی چلنے کو تیار تھی۔ کریڈک اس کے

نیند بیٹھ گیا اور بچہ کو بڑی شفقت کے ساتھ زانو پر بٹھا لیا۔ پادری نے وعدہ کیا کہ اگر اس بچہ کی ولدیت معلوم ہو گئی۔ تو میں اس کی اطلاع دونگا۔ اور اس کے بعد گاڑی سرٹ کے سمت چل دی۔ اس وقت شام کی تاریکی پھیلنے لگی تھی۔ اور دوکانوں میں لیمپ روشن تھے۔ بچہ تو گاڑی میں سوار ہونے سے اور کچھ ان نظاروں کو دیکھ کر بچہ کا رونا اب بالکل ختم ہو گیا۔ لیکن پھر بھی وہ کبھی کبھی اور دو سسکیاں لیتا رہتا تھا۔ کچھ عرصہ میں وہ بجائے کریڈک کی گود میں ہی سو گیا۔ اب کریڈک کو اول مرتبہ خیال آیا۔ کہ میں نے جو کارروائی کی وہ رحم دلی کے جوش سے تھی ہی مناسب ہو۔ بہرحال دور اندیشی پر مبنی نہیں۔ اس نے سوچا۔ میں اس بچہ کو اس شہر سے جس کا یہ رہنے والا ہے۔ اور جہاں غالباً اس کے والدین کبھی نہ کبھی ضرور اس کا سراغ نکال لیتے۔ دور لئے جا رہا ہوں۔ مگر پھر اسے پادری کا کہنا یاد آیا۔ کہ میں اسے محتاج خانہ میں لے جاؤنگا۔ اس کے علاوہ پادری نے یہ وعدہ بھی کیا تھا۔ کہ اگر معلوم ہو گیا۔ اس بچہ کے والدین کون ہیں۔ تو اس کی اطلاع بھیج دی جائے گی۔ ان سارے حالات پر غور کر کے کریڈک آخر اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ جو کچھ میں نے کیا۔ وہ ایک سچے عیسائی اور محب وطن انگریز کا فرض تھا۔ اس طرح پر اپنے دل کو مطمئن کر کے اب وہ یہ سوچنے لگا۔ کہ جب میں اس بچہ کو ساتھ لے کر گھر پہنچوں گا تو میری بیوی اسے دیکھ کر کتنا خوش ہو گی۔ اس میں شک نہیں۔ بچہ بہت خوبصورت تھا۔ اس کے بال ریشم کی طرح نرم اور گھونگھر والے ہوئے آنکھیں شفاف اور نیلگوں اور رنگت بہت پیاری تھی۔ چنانچہ جس وقت وہ کریڈک کی گود میں سو رہا تھا۔ تو اس روشنی میں جو دوکانوں میں جلتے ہوئے لیمپوں سے خارج ہو کر گاڑی کی کھڑکی کے راستہ بچہ کے چہرہ پر پڑتی تھی اس کی صورت دیکھ کر کریڈک نے اپنے دل میں کہا۔ ایسا معصوم اور پیارا بچہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اس کی آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے۔ کیونکہ اس نے سوچا۔ اس کا مصیبت زدہ باپ اور پریشان حال ماں خدا کے سامنے منت و زاری کر رہے ہوں گے۔ کہ کسی طرح ہمارا بچہ دوبارہ ہمیں مل جائے۔ یہ سوچ کر اس نیک نہاد شخص نے بچہ پر جھک کر اس کے سر اور پھولے ہوئے رخساروں پر محبت سے بوسہ دیا۔ جس پر آنسوؤں کے نشانات ابھی تک قائم تھے۔ پھر اپنے دل میں کہنے لگا۔ میرے پیارے بچے اگر تیرے والدین تیرا سراغ نہ لگا سکے۔ تو میں ایک بیٹی بیا

کی طرح تیری پرورش کروں گا۔ اور میری بیوی بھی ماں کی طرح تجھ سے محبت کیا کرے گی۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے باقی مسافر بھی بچہ کو تعریف کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ مگر جب کریڈک نے اس کا سارا قصہ ان کے سامنے بیان کیا۔ تو اسے سن کر کسی نے تمسخر سے ہنس دیا۔ اور کسی نے ہوں کہکر منہ پھیر لیا۔ گویا وہ یہ سمجھتے تھے۔ کتنا بے وقوف آدمی ہے کہ ناحق اس بچہ کا بوجھ اپنے سر پہ لے لیا۔ کریڈک نے جان لیا۔ ان کے دلوں میں کیا گذر رہی ہے مگر اس نے بچہ کو اور زیادہ پیار سے چھاتی کے ساتھ لگا لیا۔ اور اطمینان کے ساتھ پلائی متھ پہنچنے کا انتظار کرنے لگا۔

رات کو اثنائے سفر میں بچہ کئی بار بیدار ہوا۔ اور آبا اور راتی کہکر پکارتا تھا نیک دل نبان اسے تسلی دینے کی کوشش کرتا رہا۔ وہ اُسے پیار سے اپنے ساتھ لگاتا اور محبت کرتا تھا۔ اور راستہ میں جن سراؤں پہ گاڑی ٹھیری۔ وہاں اس نے بچے کے کھانے کے لئے مٹھائی اور کیک لے دئیے۔ اگلا دن بھی سفر میں گذرا۔ اور کریڈک بدستور بچہ کے ساتھ پیار اور محبت کرتا رہا۔ آخر جب دوسرے دن کی شام کو ۲۱۶ میل کا طویل سفر خاتمہ کے قریب پہنچا۔ اور رات کی تاریکی دوبارہ پھیلنے لگی۔ تو کریڈک کو یہ دیکھ کر اطمینان ہوا۔ کہ بچہ میری محبت کو سمجھتا اور اس کے اثر کو محسوس کرتا ہے۔ آخرکار سفری گاڑی اس مشہور بندرگاہ میں داخل ہوئی۔ اور چونکہ گاڑی سرائے میں پہنچنے کے لئے اس بازار سے گذرتی تھی جس میں کریڈک کا مکان تھا۔ اس لئے وہ گاڑی سے عین اپنے مکان کے دروازہ پر اترا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ اس کی بیوی اس بچہ کو اپنے شوہر کی گود میں دیکھ کر کس قدر متعجب اور حیرت زدہ ہوئی۔ مگر اس نے بھی فوراً ہی اسے اپنی گود میں لے کر چھاتی سے لگا لیا۔ اور دلی محبت سے بوسے دینے لگی۔ پھر جب کریڈک نے اس کے سامنے وہ حالات بیان کئے جن میں یہ بچہ اسے ملا تھا۔ تو مسز کریڈک بھی بہت دیر تک آنسو بہاتی رہی۔ اور اس داستان کو سنتے ہوئے اس نے کئی بار بچہ کو محبت سے اپنی چھاتی سے لگایا۔ اس کے بعد جب دسترخوان بچھایا گیا۔ تو انہوں نے خادم کو بھیج کر بازار سے بچے کے لئے کچھ نرم اور تازہ کیک منگائے۔ اور کھانا کھاتے وقت میاں بیوی بچہ سے پیار کرتے اور اپنے ہاتھ سے لقمے دیتے رہے۔ انہیں یہ دیکھ کر بہت اطمینان اور خوشی ہوئی۔ کہ بچہ اپنے غم کو بھلا رہا ہے۔ اور انہی کو اپنا والدین سمجھ کر خوش ہے

کئی دن گذر گئے لیکن کریڈک کو اس پادری کی طرف سے بچہ کے متعلق کوئی اطلاع موصول نہ ہوئی۔ دن ہفتوں میں تبدیل ہو گئے۔ اور اب تک پادری کی طرف سے کوئی خط نہ آیا اس طرح پہ یہ خیال کہ ہمیں جلدی ہی اس پیارے بچہ سے جدا ہونا پڑے گا۔ رفتہ رفتہ اس نیک دل جوڑے کے دل سے خارج ہونے لگا۔ اور آخر جب چھ ماہ کا عرصہ گذر گیا تو بچہ اُن کے ہاں رہنے کا یہاں تک عادی ہو گیا۔ کہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ سمجھتا ہے میں ہمیشہ سے یہیں رہتا ہوں۔ اس عرصہ کے بعد مسٹر اور مسز کریڈک کو بھی یہ خیال پیدا ہو گیا۔ کہ اب شاید ہمیں اس بچہ کو واپس دینے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ انہوں نے اس کا نام الگزینڈر رکھا۔ اور وہ اس سے حقیقی اولاد کی طرح محبت کرنے لگے۔ اس میں شک نہیں کریڈک اور اس کی بیوی گو ایک طرف یہ چاہتے تھے۔ کہ بچہ اپنے اصلی والدین کے پاس پہنچ جائے تو اچھا ہے۔ لیکن دوسری طرف ان کے دل یہ تمنا بھی رکھتے تھے۔ کہ بچہ ہمارے پاس ہی رہے۔ بہر حال اس طرح پر وقت گذرتا گیا۔ کریڈک کے کاروبار کو بھی اس ایک سو پونڈ کے سرمایہ سے بہت تقویت حاصل ہوئی۔ اور الگزینڈر اپنے نئے والدین کے زیر سایہ خوب پرورش پاتا رہا۔

اب میں اس کے بیس سال بعد کے واقعات بیان کرتا ہوں جنہیں پیش آئے آج سے پہلے صرف دس سال کا عرصہ گذرتا ہے۔ اس وقت کریڈک کاروبار سے دست بردار ہو کر فارغ البال ہو چکا تھا۔ اور میاں بیوی اس بچے سمیت جو اب بائیس سال کا شکیل نوجوان تھا۔ پلائی متھ سے تھوڑے فاصلہ پہ ایک خوشنما مکان میں سکونت پذیر تھے۔ کریڈک اور اس کی بیوی کی عمر اب ۶۵ سال کے قریب تھی۔ اور اگرچہ وہ بوڑھے ہو چکے تھے۔ تاہم الگزینڈر کی صورت دیکھ کر جو ایک طویل القامت شکیل نوجوان تھا۔ وہ ہر طرح خوش اور قانع تھے۔ الگزینڈر کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ یہ میرے حقیقی والدین نہیں۔ مگر اس کے باوجود اُسے ان سے اس درجہ محبت تھی اور وہ ان کا اتنا احسان مند تھا۔ کہ اس نے کبھی اس خیال کو دل میں جگہ نہیں دی۔ کہ اپنے اصلی والدین معلوم کرنے کی کوشش کی جائے۔ وہ انہی کو ماں باپ سمجھ کر ان سے پوری محبت کرتا تھا۔ اور اپنے دل میں شکر گذار تھا۔ کہ انہوں نے مجھے اعلیٰ تعلیم دلائی۔ میری عمدہ طور سے پرورش کی۔ اور ہمیشہ مجھ سے اپنے فرزند

طرح سلوک کرتے رہے۔ اگر اس کنبہ کی خوشی کی تکمیل میں کوئی کمی باقی تھی۔ تو وہ اس طرح پوری ہو گئی۔ کہ الگزینڈر کریڈک کی ایک بحری افسر کی یتیم بیٹی سے جو ایک حسین وجمیل دوشیزہ تھی۔ اور اپنی عمر رسیدہ خادمہ کے پاس پلائی ممتھ میں رہتی تھی۔ محبت ہو گئی۔ اس لڑکی کا نام لوسی ڈلٹن تھا۔ اور اگرچہ اس کے ورثہ میں کوئی بھاری دولت یا جائداد نہ تھی۔ تاہم وہ خود نہایت نیک سیرت اور خوش مزاج لڑکی تھی۔ اور وہ ان تمام صفات سے متصف تھی۔ جو کسی عورت کے لئے ضروری سمجھی جاسکتی ہیں۔ الگزینڈر کو اس سے دلی محبت تھی۔ اور وہ خود بھی اس سے بڑی گرمجوشی کے ساتھ محبت کرتی تھی۔ مسٹر اور مسز کریڈک نے بھی خوشی سے انہیں شادی کی اجازت دے دی۔ اور موسم بہار میں ایک روز صبح کے وقت جب کہ موسم اتنا ہی فرحت افزا تھا۔ جتنا اس جوڑے کا مستقبل۔ الگزینڈر کریڈک اور لوسی ڈلٹن کی شادی ہو گئی۔ ڈیڑھ ماہ کا عرصہ انہوں نے شادی کی خوشی میں ڈیون شائر کے مختلف مقامات میں بسر کیا۔ اور اس کے بعد پلائی ممتھ میں واپس آکر ایک خوشنما فراخ مکان میں مقیم ہو گئے۔ جسے مسٹر کریڈک نے ان کی عدم موجودگی میں خوب آراستہ کرا دیا تھا۔

ایک سال کا عرصہ گذر گیا۔ اور حسین لوسی کے بطن سے ایک خوبصورت لڑکا پیدا ہوا جس سے اس گھر کی خوشی دوبالا ہو گئی۔ مگر عین انہی ایام میں ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ یعنی مسٹر کریڈک کو دفعتاً سرسام کا عارضہ ہو گیا۔ اور اس نے تھوڑے ہی عرصہ میں انتقال کیا۔ الگزینڈر کو اس سانحہ سے سخت صدمہ ہوا اور اس کی نیک نہاد بیوی نے بھی اس رنج میں مساوی حصہ لیا۔ مگر انہوں نے اپنے غم والم کو ضبط کر کے مسز کریڈک کو تسکین دینا شروع کیا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ مسز کریڈک اس صدمہ کو برداشت کرنے کے ناقابل ہے۔ اس کے شوہر نے چونکہ دفعتاً بغیر کسی طویل علالت کے انتقال کیا تھا۔ اس لئے اسے اتنا سخت صدمہ ہوا۔ کہ وہ دم آخر تک اس سے بحال نہ ہو سکی۔ اس کا حوصلہ ٹوٹ گیا۔ اور اگرچہ الگزینڈر لوسی اور اس کی خالہ بیوہ عورت سے بڑی ہمدردی کا سلوک کرتے رہے۔ تاہم وہ مسٹر کریڈک کے انتقال کے چھ ہفتہ بعد ہی اس کے غم واندوہ میں مبتلا رہ کر رحلت کر گئی۔ اور اس کی لاش بھی اسی قبرستان میں دفنائی گئی جس میں مسٹر کریڈک کو دفن کیا گیا۔

مرنے والدین کی تجہیز و تکفین کے متعلقہ مراسم ختم ہو چکے۔ تو الگزینڈر نے کاروبار کا معاملات کیطرف رجوع کیا۔ حسابات کو دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مسٹر کریڈک نے بہت سی جایداد چھوڑی ہے۔ لیکن اگرچہ وصیت اور دیگر متعلقہ کاغذات ہر طرح درست تھے تاہم بعض اصلاحی امور ایسے تھے۔ جن کے لئے الگزینڈر کو لندن جانا اور وہاں چند ہفتے ٹھیرنا ناگزیر معلوم ہوا۔ چونکہ اُسے والدین کی پے در پے اموات سے بھاری صدمہ پہنچا تھا۔ اس لئے اس نے تبدیل نظارہ کے لئے بھی پلائی متھ سے عارضی طور پر رخصت ہونا بہتر سمجھا۔ اس کی بیوی اور اس کی خالہ بھی لندن چلنے پر آمادہ ہوگئیں۔ کیونکہ انہوں نے سمجھا۔ کہ پلائی متھ میں اب ہمارا کوئی خاص تعلق نہیں۔ اس لئے بہتر ہوگا ہم سب لندن ہی میں آباد ہو جائیں۔ چنانچہ آج سے آٹھ سال پیشتر یہ کنبہ لندن میں وارد ہوا۔ اور ایک شریف محلہ میں مکان کرایہ پر لے کر اس میں بود و باش اختیار کی۔ الگزینڈر کو جو جائداد ورثہ میں ملی تھی۔ اس سے اس کی آمدنی سات سو پونڈ سالانہ کے قریب تھی۔ جس سے وہ فضول خرچی کی تو نہیں۔ البتہ آسائش کی زندگی بسر کرسکتا تھا۔ قدرتی طور پر اس کے دل میں بارہا یہ خیال پیدا ہوتا۔ کہ میرے حقیقی والدین کون تھے۔ اور اب جبکہ اس کے ضتیار کردہ والدین کا انتقال ہو گیا۔ تو اس نے اس بارہ میں تحقیقات کی غرض سے ڈاکٹرز کامنز کے علاقہ میں لوگوں سے سوالات بھی پوچھے۔ لیکن جو اطلاع اُسے مل سکی وہ فقط اسقدر تھی۔ کہ جس پادری کے ساتھ کریڈک کی گفتگو ہوئی تھی۔ اسے مرے بائیس سال کا عرصہ ہوچکا ہے۔ اور چونکہ اب الگزینڈر کی عمر چھبیس سال کی تھی۔ اس لئے اس نے بآسانی یہ اندازہ کرلیا۔ کہ وہ پادری میرے کریڈک کے ہاتھ آنے کے چند دن بعد۔ تو چند ہفتے بعد انتقال کر گیا ہوگا۔ اس سے زیادہ الگزینڈر اس راز کی نقاب کشائی میں جو اس کی حقیقی ولدیت پر حاوی تھا۔ کوئی کامیابی حاصل نہ کرسکا جس گلی میں کریڈک نے اُسے ایک مکان کی دہلیز پر بیٹھے دیکھا تھا۔ اس کے رہنے والوں میں سے کوئی یہ نہ بتا سکا۔ کہ اس زمانہ میں جس کا الگزینڈر ذکر کرتا تھا۔ دو سال کا کوئی بچہ کسی شخص کا گم ہوا۔ فی الحقیقت اس واقعہ کی یاد بھی کسی کے دل میں باقی نہ تھی۔ الگزینڈر کو اس تحقیقات کے ناکام ثابت ہونے سے مایوسی تو بہت ہوئی۔ لیکن وہ خانگی آسائشوں اور اطمینان بخش زندگی کی مصروفیتوں میں اس مایوسی کو جلدی ہی فراموش

کرنے کے قابل ہو گیا۔

الگزینڈر فطرتاً بھی تیلے مزاج کا نوجوان تھا۔ اور کاہلی کی زندگی سے اُسے دلی نفرت تھی۔ اب اس کی شادی ہوئے دو سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ اور وہ دو بچوں کا باپ تھا۔ یہ سوچکر کہ اولاد کے لئے گذارہ لائق ورثہ چھوڑنا ہر شخص کا فرض ہے۔ وہ اس فکر میں ہوا کہ اپنی دولت میں اضافہ کی صورت پیدا کی جائے۔ چنانچہ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ میرے مرحوم والد نے اپنی عمر کے آخری حصہ تک کاروبار جاری رکھا تھا۔ اور وہ کاروباری مصروفیت سے بہت خوش رہتا تھا۔ پس کوئی وجہ نہیں۔ کہ میں بھی کوئی محفوظ کام اس قسم کا شروع نہ کروں جس میں مجھے چند گھنٹے کی مصروفیت رہے۔ اور مالی فایدہ بھی حاصل ہو سکے۔ جب اس نے اس کا ذکر اپنی بیوی اور اس کی خالہ سے کیا۔ تو انہوں نے بھی اس قابل تعریف خیال کی تائید کی۔ ایک روز اسی طرح صبح کے دسترخوان پر یہ معاملہ زیر بحث تھا۔ کہ روزانہ اخبار کا پرچہ کھولنے پر الگزینڈر کو اس میں ایک اشتہار اس مطلب کا نظر آیا۔ کہ اگر کوئی صاحب چند ہزار پونڈ کی رقم ایک محفوظ کاروبار میں جو ہر لحاظ سے نفع بخش اور موجب عزت ہے۔ لگانا چاہیں۔ تو وہ ایڈورڈ واکڈن وکیل بشن لین کینین سٹریٹ کے پتہ سے خط وکتابت کریں۔ الگزینڈر نے اس اشتہار کا مضمون باآواز بلند پڑھا۔ تو دونوں خواتین بھی اس پر آمادہ ہو گئیں۔ کہ اس بارہ میں مزید تحقیقات عمل میں لائی جائے۔ چنانچہ دن کے وقت الگزینڈر مسٹر واکڈن کے ہاں گیا۔ تو اُسے معلوم ہوا۔ کہ اس کا کاروبار عزت دار اور مستحکم ہے۔ باہر والے حصہ میں چھ سات کلرک تحریر کے کام میں مصروف تھے۔ اور الماریوں کے اندر سیاہ بکسوں میں کئی موکلوں کے کاغذات محفوظ نظر آئے۔ جب الگزینڈر کو وکیل کے پرائیویٹ دفتر میں پہنچایا گیا۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ وہ ساٹھ سال کی عمر کا ایک طویل القامت آدمی ہے۔ چہرہ جوانی میں وجیہ ہوگا۔ مگر اب اس پر تندی اور خشونت کے آثار نظر آتے تھے۔ اس نے سیاہ رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ اور اطوار سے سرد مہری کا اظہار ہوتا تھا۔ لیکن دفتر میں حقیقی کاروباری جھلک موجود تھی جس سے الگزینڈر کے دل میں مکمل وہ اس کے دفتر کی نسبت جذبہ احترام جاگزین ہو گیا۔

معلوم ہوا۔ واکڈن بہت کم گو آدمی ہے۔ چنانچہ جب الگزینڈر نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔ تو وکیل نے اس کے جواب میں کہا۔ میرے اس موکل نے ایک خاص ایجاد کا پیٹنٹ حاصل کیا ہے۔ اور وہ اس ایجاد کو کامیاب بنانے کے لئے پانچ چھ ہزار پونڈ سرمایہ چاہتا ہے۔ جو شخص یہ سرمایہ مہیا کرے گا۔ وہ اس کے ساتھ نفع میں برابر کا حصہ دار سمجھا جائے گا۔ اسے اس کاروبار کی تجارتی شاخ میں نگرانی کے لئے چند گھنٹے یومیہ صرف کرنے پڑیں گے۔ کیونکہ خود موجد اس چیز کی تیاری میں مصروف رہیگا۔ مزید حالات آپ ان کاغذات سے معلوم کر سکتے ہیں۔ انہیں لے جائیے۔ اور فرصت کے وقت اطمینان سے مطالعہ کیجئے۔ یہ کہتے ہوئے واکڈن نے سرخ فیتہ سے بندھے ہوئے کاغذات کا ایک پلندہ الگزینڈر کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور سلام کر کے رخصت کیا۔ الگزینڈر نے گھر آکر ان کاغذات کو دیکھا۔ تو بہت خوش ہوا۔ کیونکہ ان کاغذات کو دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا تھا۔ کہ تھوڑی سی محنت سے بیشمار دولت فراہم کی جا سکتی ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ موجد نے لٹھے کی تیاری کا کوئی خاص راز معلوم کیا ہے۔ جس کی بدولت نہایت اعلیٰ قسم کا کپڑا بہت ارزاں نرخ پر تیار کیا جا سکتا ہے۔ جو حسابات ان کاغذوں میں درج تھے۔ ان سے معلوم ہوا۔ کہ تھوڑی سی رقم بطور سرمایہ لگا کر معقول نفع حاصل ہوگا۔ اور جوں جوں سرمایہ کی رقم بڑھتی جائے گی۔ اس کاروبار کو غیر معمولی ترقی دی جا سکے گی۔ غرض یہ کہ معاملہ بہت ہی دل خوش کن تھا۔ الگزینڈر اس کی بیوی اور اس کی خالہ اس شاندار تجویز کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ اور فیصلہ کیا گیا۔ کہ اس نفع بخش کام کی حصہ داری کا موقعہ ہاتھ سے نہ دیا جائے۔ چنانچہ اس کے دوسرے ہی دن الگزینڈر پھر مسٹر واکڈن کے دفتر میں گیا۔ وہ بدستور اس سے سرد مہری مگر اخلاق سے پیش آیا۔ اور کہنے لگا۔ چونکہ بہت سے سرمایہ دار پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اس لئے آپ نے جو فیصلہ کرنا ہو۔ جلد کر لیں۔ الگزینڈر نے پوچھا۔ آپ اپنے موکل کے عزت دار ہونے کے ہر طرح ضامن ہیں؟ اس نے سرد مہری سے جواب دیا۔ میں تیس سال سے اس کام میں صرف کر چکا ہوں۔ اور کبھی میرے دفتر میں کوئی ناجائز کاروبار عمل میں نہیں لایا گیا۔ میرا موکل مسٹر سکڈمی مور ایک شریف اور دیانتدار آدمی ہے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ جس بات کا وعدہ کرے گا۔ اسے ضرور پورا کر کے دکھادیگا الگزینڈر کریڈک نے کہا۔ مسٹر واکڈن اگر یہ بات ہے تو بہتر ہے آپ جلدی ہی میرا

مسٹر سکڈی مور سے ملاقات کرا دیں۔ وکیل نے اور کچھ نہ کہا۔ بلکہ مسٹر سکڈی مور کا جو بظاہر اس دریافت کا موجد تھا جس کے لئے سرمایہ حاصل کرنا مطلوب تھا۔ پتہ بتا دیا۔ اور الگزینڈر مسٹر سکڈی مور کے مکان واقع فنسبری سکوئر کی طرف روانہ ہوا۔

معلوم ہوا کہ مسٹر سکڈی مور ایک ادھیڑ عمر کا خوش پوش خوش اطوار اور نہایت شستہ آداب کا آدمی ہے طبیعت اور اطوار کے لحاظ سے وہ وکیل سے عین برعکس تھا۔ کیونکہ وہ الگزینڈر سے اس طرح تپاک سے ملا۔ گویا ہمیشہ سے اُسے جانتا ہو۔ اس نے اسے لنچ میں شریک ہونے کے لئے کہا۔ اور چند ہی منٹ میں الگزینڈر کے تعلقات اس شخص کے ساتھ نہایت دوستانہ بن گئے۔ پھر جب کاروباری گفتگو شروع ہوئی۔ تو مسٹر سکڈی مور نے اپنی ایجاد کے شاندار مستقبل کا ایسا دلفریب نقشہ پیش کیا۔ کہ وہ تجویز جو کاغذ پر ہی حوصلہ افزا نظر آئی تھی۔ اب اور زیادہ شاندار معلوم ہونے لگی۔ اس پر الگزینڈر کریڈک جو فطرتاً نیک نہاد۔ فیاض اور پُر اعتماد آدمی تھا۔ اس کام میں شریک ہونے پر آمادہ ہوگیا۔ اور یہ فیصلہ کرکے مسٹر سکڈی مور کے مکان سے رخصت ہوا۔ اس سے دوسرے دن سکڈی مور نے الگزینڈر کے مکان پر کھانا کھایا۔ اور ہر دو خواتین اس کی گفتگو سے بہت خوش ہوئیں۔ مسٹر واکڈن کے زیر نگرانی معاملہ کا کاروباری پہلو جلدی ہی طے ہو گیا۔ چنانچہ پہلی ملاقات کے بعد پندرہ دن کے اندر اندر وکیل کے دفتر واقع نُبش لین کینن سٹریٹ میں الگزینڈر کریڈک اور جیمز سکڈی مور کے درمیان ایک اقرار نامہ پر دستخط ہوئے جس کی رو سے وہ نئے کاروبار میں برابر کے حصہ دار قرار پائے۔ الگزینڈر نے چھ ہزار پونڈ کی جائداد فروخت کرکے اُسے بنک میں کریڈک اور سکڈی مور کے مشترکہ نام سے جمع کرا دیا۔ اور آخر الذکر چند دن بعد ایک تجارتی قصبہ کی طرف اس غرض سے روانہ ہوگیا۔ کہ وہاں کوئی زمین کرایہ پر لے کر بلا تاخیر کارخانہ قایم کرے اور الگزینڈر گودام کی تیاری اور مال کی وصولی کے لئے لندن ہی میں ٹھیرا۔ چند ماہ تک بظاہر یہ تیاری اطمینان بخش طریق پر ہوتی رہی۔ سکڈی مور اس قصبہ سے تیاری کے بہت دلفریب حالات لکھا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ آخر ایک دن اس نے اطلاع دی۔ کہ اب کارخانہ مکمل ہوگیا ہے۔ اور عنقریب کام شروع کیا جائے گا۔ مگر انہی ایام میں اس نے لکھا۔ کہ روپیہ کی کچھ مزید رقم درکار ہے۔ اس پر الگزینڈر نے واکڈن سے

ملاقات کر کے چار ہزار پونڈ کی اور رقم اس کام میں داخل کی ۔ اور سکڈی مور کو اُسے صرف کرنے کا اختیار دے دیا۔ یہ دوسری رقم سکڈی مور کے ہاتھ آتے ہی اس کی طرف سے خطوط کا سلسلہ بند ہو گیا۔ کئی ہفتے گذر گئے ۔ مگر سکڈی مور کی طرف سے کوئی خط وصول نہ ہوا جس سے مسٹر واکڈن کو بھی الگزینڈر کی طرح بہت تعجب ہوا ۔ پھر جب الگزینڈر بنک میں سرمایہ کی جانچ کرنے گیا ۔ تو اس کے دل میں کچھ اور اندیشہ پیدا ہو گیا کیونکہ اسے معلوم ہوا ۔ کہ اگرچہ سکڈی مور نے پہلی رقم تھوڑی رقوم کے چکوں کے ذریعہ وصول کی تھی ۔ مگر دوسری کو ایک ہی مرتبہ ہنڈی بھیجکر وصول کر لیا ۔ مزید تحقیقات سے معلوم ہوا کہ سارے چکوں کو ادائیگی کے لئے خود واکڈن نے بنک میں پیش کیا تھا ۔ الگزینڈر نے وکیل مذکور سے اس بارہ میں مزید استصواب میں وقت ضایع کئے بغیر ایک گاڑی کرایہ پر لی اور سیدھا اس مقام کو روانہ ہوا ۔ جہاں سکڈی مور رہتا تھا ۔ اس جگہ پہنچکر اس کے بدترین اندیشوں کی تصدیق ہو گئی ۔ کیونکہ معلوم ہوا ۔ سکڈی مور نام کے کسی شخص نے یہاں کوئی مکان کرایہ پر لیا ہی نہیں ۔ اور نہ کسی کارخانہ کی تعمیر کا انتظام کیا گیا ہے ۔ البتہ اس بات کا پتہ چلا ۔ کہ وہ یہاں چند ماہ تک ایک ہوٹل میں مقیم رہا ۔ اور اس کے بعد یکایک کچھ عرصہ پیشتر کہیں رخصت ہو گیا ۔ اس کا کسی کو علم نہ تھا ۔ کہ وہ کہاں گیا ہے ۔ جب اس کی روانگی کی تاریخ معلوم کی گئی ۔ تو پتہ چلا ۔ سکڈی مور اس دن کے جب الگزینڈر نے روپیہ کی دوسری رقم بنک میں داخل کرائی ۔ ٹھیک چار یوم بعد وہاں سے روانہ ہوا تھا ۔ اب اسے کامل یقین ہو گیا ۔ کہ اس شیطان صفت شخص نے مجھے سخت دھوکا دیا ہے ۔ اور اس شرارت میں واکڈن بھی ضرور اس کا شریک ہے چنانچہ وہ سیدھا لندن کو واپس ہوا ۔ اور بادلِ مضطرب وکیل مذکور کے دفتر میں پہنچا ۔ واکڈن اس سے ویسی ہی سرد مہری اور مصنوعی اخلاق سے پیش آیا جس کا وہ خوگر تھا ۔ اور اس نے الگزینڈر کے جوش اور اضطراب کی طرف ذرا بھی توجہ نہ دی ۔

الگزینڈر نے وکیل کے دفتر میں داخل ہوتے ہی مضطرب لہجہ میں کہا ۔ جناب آپ کا دوست مسٹر سکڈی مور ایک مسلمہ بدمعاش ثابت ہوا ۔ اس پر واکڈن بدستور سرد مہری کے لہجہ میں بولا ۔ دیکھئے صاحب میں اس دفتر میں ایسی گفتگو سننے کا عادی

نہیں ہوں۔ نوجوان نے چیخ کر کہا۔ آپ عادی ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن حالات پیش آمدہ میں
میں یہی الفاظ استعمال کرنے پر مجبور ہوں۔ غور کیجئے سکڈی مور دس ہزار پونڈ کی
وہ رقم لے کر فرار ہو گیا ہے۔ جو میں نے اسے دھوکے میں آکر دی تھی۔ اور آپ جانتے
ہیں۔ کہ مجھے یہ دھوکا آپ کی بیان کردہ تفصیلات سے ہوا ہے۔ وکیل نے کہا۔
مسٹر کریڈک آپ نے جو کچھ کہنا ہو۔ آداب انسانیت کے ساتھ کہئے۔ جوش
میں آنے کا مقام نہیں۔ آپ کے لفظوں سے ایک ایسے الزام کی بو آتی ہے جسے
میں نفرت اور حقارت کے ساتھ نظر انداز کرتا ہوں۔ میری شہرت ایک دیانتدار
وکیل کی حیثیت میں اس درجہ قائم ہو چکی ہے۔ کہ آپ جیسے گمنام اجنبی کے لفظوں
سے اس پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ خود آپ نے مجھ سے مسٹر سکڈی مور کا پتہ دریافت کیا
جو میں نے آپ کو بتا دیا۔ اور اس کے بعد آپ کے سارے انتظامات براہ راست اس
کے ساتھ ہوئے۔ اس کے بعد آپ اسے ساتھ لے کر میرے دفتر میں آئے۔ اور
مجھ سے کہا۔ کہ ہمارا آپس میں تصفیہ ہو چکا ہے۔ اور مجھ سے اقرارنامہ تیار کرایا۔ الگزنڈر
گھبرا کر کہنے لگا۔ مگر آپ اس بات سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ آپ اپنے دوست
سکڈی مور کو نہایت نیک خصلت اور شریف بیان کیا کرتے تھے۔ والڈن بولا۔ جہاں
تک میرا اس سے واسطہ پڑا۔ وہ دیانتدار ہی ثابت ہوا۔ اس لئے جو کچھ میں نے
بتایا۔ وہ غلط نہ تھا۔ لیکن مجھے غیب کا علم تو نہیں ہو سکتا۔ کہ میں یہ کہہ دیتا۔ وہ تادم
مرگ دیانتدار رہے گا۔ الگزنڈر کے رخسار غصے سے سرخ ہو گئے۔ اور وہ چلا کر کہنے
لگا۔ یہ نہایت شرمناک ریاکاری ہے۔ اور میں جانتا ہوں۔ تم دونوں نے مجھے لوٹنے کیلئے
سازش کی۔ مگر اطمینان رکھو۔ میں بہت جلد دنیا پر تمہاری اصلیت ظاہر کر دوں گا۔ وکیل
نے اب بھی اپنے مزاج میں برہمی پیدا نہ ہونے دی۔ بلکہ فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا
فرض کیجئے۔ کہ اس مسٹر سکڈی مور کی وجہ سے خود مجھے بھی آپ کے برابر نقصان اٹھانا پڑا۔
الگزنڈر طنز آمیز لہجہ میں بولا۔ نہیں: تم اسے خوب اچھی طرح جانتے تھے۔ اور یہ غیر ممکن
ہے۔ کہ تم نے اس پر بھروسہ کیا ہو۔ والڈن نے اپنی سرد ہودی آنکھیں بدنصیب نوجوان
کے چہرہ پر گاڑ دیں۔ اور کہنے لگا۔ بہر حال میں آپ کی شرکت کا قابل اعتماد سمجھتا رہا۔ الگزنڈر
نے ان لفظوں سے گھبرا کر کہا۔ میری شرکت؟ میں اس کا مطلب نہیں سمجھا۔ والڈن

نے جواب دیا۔ میں کہتا ہوں۔ میں نے آپ کی شرکت پر اعتبار کر کے اس کی تحریر پر ہنڈیوں کا روپیہ ادا کر دیا۔ یہ ہنڈیاں عنقریب واجب الادا ہوں گی۔ اور اس وقت وہ شخص جس کے پاس ہیں۔ وہ ان کے روپے کا مطالبہ براہ راست آپ سے کرے گا۔ کیونکہ آپ کے کاروبار کا شریک مسٹر سکنڈی مور آپ کے بیان کے بموجب عدم پتہ ہے۔ انگرنیڈر کا دل اس کے سینے میں بیٹھ گیا۔ زبان میں طاقت گویائی نہ رہی۔ بدن کی قوت سلب ہو گئی۔ اور اس تمام شیطانی سازش کو اسکی حقیقی رنگت میں دیکھ کر وہ سخت اضطراب کی حالت میں کرسی پر پیچھے کی طرف جھک گیا۔ وکیل سلسلہ کلام کو جاری رکھکر کہنے لگا۔ چونکہ آپ اس شخص کے ساتھ حصہ دار تھے۔ اور اس مطلب کے اقرار نامہ پر دستخط بھی کر چکے تھے۔ اس لئے قانوناً سکنڈی مور کو مشترکہ ہنڈیوں پر دستخط کرنے کا حق حاصل تھا۔ اور اس روپیہ کی ادائگی سے آپ کسی بھی حالت میں پہلوتہی نہیں کر سکتے۔ بڑی مشکل سے انگرنیڈر نے کہا۔ ہائے افسوس! کیا یہ ممکن ہے۔ کہ میں اتنا احمق اور تم اتنے شریر ثابت ہوئے! ہائے میری غریب بیوی! ہائے میرے پیارے بچے! اب ان کا کیا ہوگا۔ میں اپنی حماقت اور ان بدمعاشیوں کی سازش سے بالکل تباہ اور برباد ہو گیا! داکٹن نے اکڑ کر اور چہرہ پر سکون اور سختی کے آثار پیدا کر کے کہا۔ مسٹر کریڈک میں اب تک آپ کو عزت سے مخاطب کر رہا ہوں۔ آپ کو اختیار ہے۔ مسٹر سکنڈی مور کی نسبت جو چاہیں۔ خیال کریں۔ لیکن میری نسبت اپنی زبان کو لگام دیں۔ تو بہتر ہوگا۔ میں باصرار کہتا ہوں۔ کہ میری شہرت اور نیک نامی اس قدر مسلمہ ہے۔ کہ کسی شخص کی دروغ بیانیوں سے اس پر حرف نہیں آسکتا۔ فی الحقیقت خود مجھے آپ کی اور اس شخص کی سازش اور بدمعاشی کی شکایت ہونی چاہئے۔ کیونکہ یہ امر صریحاً مشکوک صورت رکھتا ہے۔ کہ آپ کے شریک نے مجھ سے مشترکہ ہنڈیوں کی بنا پر آٹھ ہزار پونڈ وصول کئے۔ اور اس کے بعد فرار ہو گیا۔ مسٹر کریڈک میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔ کہ معاملہ عدالت میں پہنچا۔ تو آپ اپنی صفائی آسانی سے نہ کر سکیں گے۔ بدنصیب نوجوان سخت پریشان ہو گیا۔ اور آپے سے باہر ہو کر کہنے لگا۔ تم سخت بدمعاش۔ اور سازشی ہو الزام الٹا مجھ پر! حالانکہ تم خود اس روپیہ کو وصول کر کے بینک میں پیش کرتے رہے۔ جو میں نے بیوقوفی سے جمع کرا دیا تھا

وکیل کے سکوت میں اب بھی فرق نہ آیا۔ اور وہ اسی سرد مہری کے لہجہ میں جس کی وجہ سے تباہ شدہ کریڈک کا غصہ اور بھڑکتا تھا۔ کہنے لگا۔ یہ درست ہے کہ میں نے چند رقوم مسٹر سکڈی مور کے لئے بنک سے وصول کیں۔ اور انہیں ان کے نام روانہ کر دیا۔ لیکن یہ امر بجائے خود قابل اعتراض نہیں۔ کیونکہ پیشہ ور وکیل کی حیثیت میں ہمہ وقت اپنے موکلوں کی خدمت کے لئے تیار رہتا ہوں۔ میری رائے میں اس گفتگو کو طول دینے سے کچھ حاصل نہیں۔ اس لئے اسے ختم کرنا چاہیے۔ کیونکہ میرا وقت قیمتی ہے۔ انگزینڈر کہنے لگا۔ بے شک اب تمہارا وقت بہت قیمتی ہوگا۔ کیونکہ تم نے جو پرلے سرے کے شیطان اور دھوکہ باز شخص ہو۔ میرا سارا روپیہ ہضم کر لیا ہے۔ پھر وہ بیرونی دفتر میں پہنچکر جہاں کلرک بیٹھے کام کر رہے تھے۔ شدید جوش سے چلا کر کہنے لگا۔ صاحبو اگر آپ نے روئے زمین پر سب سے بڑا شیطان نہ دیکھا ہو تو ذرا جاکر اپنے آقا کی صورت دیکھ لو۔ اس کا چہرہ سخت غم و غصہ کی حالت میں جس کا اندازہ خود آپ کر سکتے ہیں۔ مجنونانہ طریق پر دلیل سے رخصت ہوا۔

راستہ میں وہ سوچتا تھا۔ کہ میں اپنی عزیز بیوی اس کی باعصمت خالہ اور اپنے پیارے بچوں کو جاکر کیا منہ دکھا سکوں گا۔ تباہی! کامل تباہی! یہ الفاظ کانوں کو کتنے خوفناک معلوم ہوتے ہیں۔ جس شخص کا دنیا میں کوئی رشتہ دار نہ ہو۔ جو علائق دنیوی سے الگ بالکل یکہ و تنہا ہو۔ وہ ان الفاظ کو شاید سکون کے ساتھ زبان سے نکال سکے لیکن جس کے گھر میں بیوی اور بچے موجود ہوں۔ جو روزی کے لئے اس کے دست نگر ہیں جب تباہی کے لفظ کو زبان سے نکالتا ہے۔ اور جب اسے اپنی بربادی سے محفوظ رہنے کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا۔ تو اس کا دل اس طرح جلتا ہے۔ گویا کسی نے اس پر گرم سوزخ لوہا رکھ دیا ہو۔ مس ملٹن یعنی طوسی کی خالہ اور چھوٹو کو سکڈی مور کی طویل خاموشی کی وجہ سے پیدا شدہ اندیشوں کا علم ہو چکا تھا۔ اور وہ یہ بھی جانتی تھیں۔ کہ انگزینڈر سکڈی مور سے ملنے اس قصبہ میں گیا ہے۔ جہاں کا رفتہ تاقیام کرنا مطلوب تھا۔ مگر وہاں اس نے جو تحقیقات کی۔ اس کے دہشتناک نتیجہ کا ابھی تک انہیں علم نہ ہوا تھا۔ انگزینڈر نے وکیل کے ساتھ جو ملاقات کی۔ اس کی کیفیت بھی اس نے آکر سنائی تھی۔ چنانچہ جب وہ مکان پر آیا۔ تو اس کے ذہنی اضطراب و پریشانی

کا اظہار اس کے چہرہ سے ہو رہا تہا۔ کیونکہ وہ ایک دیانت دار اور راست شعار آدمی تہا۔ اور ایسا آدمی ظاہر و باطن کے اختلاف کو ہرگز قائم نہیں رکہ سکتا۔ یہی وجہ تہی۔ کہ وہ اپنے مجروح دل کو ظاہری سکون کے پردہ میں نہ چھپا سکا۔ اس کو پریشان دیکہہ کر دونوں عورتوں نے اس سے سوالات پوچھنے شروع کئے۔ اور التجا کی۔ کہ جو کچہ معاملہ ہے۔ وہ صاف صاف بیان کرو۔ اس نے انہیں سارے حالات سے خبردار کیا ہے۔ اور بتایا۔ کہ سکڈی مور نہ صرف میرے دس ہزار پونڈ لے کر فرار ہو گیا ہے۔ بلکہ آٹھ ہزار میری اور اپنی ذمہ داری پر واکڈن کی معرفت بہی وصول کر چکا ہے۔ اور چونکہ یہ روپیہ اس کی عدم موجودگی میں میری طرف سے واجب الادا ہوگا۔ اس لئے جو تھوڑا بہت سرمایہ میرے پاس باقی تہا۔ وہ بہی ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اور میں بالکل تباہ اور برباد ہو جاؤں گا۔ اس مشکل امتحان کے وقت الگزینڈر کو معلوم ہوا۔ کہ عورت ذریعہ تسکین بننے میں فرشتوں سے کم نہیں۔ لوسی اور مس ڈڈلٹن نے ایسے حتی الامکان تسلی دی۔ اور وہ ان سے رخصت ہو کر معاملہ کے متعلق مشورہ کرنے اپنے وکیل کے دفتر کی طرف چلا۔

اس کے جانے پر لوسی اور مس ڈڈلٹن ایک دوسرے سے مشورہ کرنے لگیں لوسی نے کہا۔ خالہ کیا تمہاری رائے میں یہ نامناسب ہوگا۔ کہ میں مسٹر واکڈن کے پاس جا کر رحم کی درخواست کروں۔ اور کہوں کہ آپ اس روپیہ کی ادائگی کے لئے فوراً اصرار نہ کریں۔ ورنہ الگزینڈر کوڑی کوڑی کو محتاج ہو جائے گا اور اس کے لئے دس ہزار پونڈ کے سابقہ نقصان سے بحال ہونا غیر ممکن ثابت ہوگا۔ مس ڈڈلٹن کہنے لگی۔ مجھے اس میں اعتراض نہیں۔ بلکہ میں اس تجویز کو پسند کرتی ہوں۔ کہ تم اس سے اس قسم کی درخواست کرو۔ الگزینڈر کا بیان ہے۔ کہ مسٹر واکڈن بدسرشت خو اور تندمزاج آدمی ہے ممکن ہے۔ کہ الگزینڈر کو اپنے اضطراب اور غصہ میں ایسا معلوم ہوا ہو۔ اور یہ بہی ممکن ہے۔ کہ مسٹر واکڈن کو تہارے شوہر کی طرح اس بدمعاش سکڈی مور سے نقصان پہنچا ہو۔ لوسی نے کہا۔ میری رائے میں یہ درست نہیں ہے۔ اور میں جانتی ہوں۔ کہ جو کچہ ہوا۔ وہ وکیل اور سکڈی مور کی سازش کا نتیجہ تہا۔ بہر حال ہم چونکہ واکڈن کے رحم پر ہیں۔ اس لئے اسے اور زیادہ خشمگین بنانے کی نسبت اس سے مصالحت کرنا بہی بہت۔

ہوگا۔ اس کی خالہ کہنے لگی۔ اچھا تم جاؤ۔ شاید خدا اس شخص کے دل میں رحم ڈال دے۔ جس کے ہاتھ میں تمہارے شوہر کی خوشحالی یا تباہی کی کنجی ہے۔ لوسی نے سادہ پوشاک پہنی۔ اور مسٹر واکڈن کے دفتر کی طرف روانہ ہوئی۔ وہ چونکہ اس وقت مصروف نہ تھا اس لئے اس نے فوراً ہی ملاقات کی۔

لوسی نے جب اس شخص کی تند صورت اور اس کا سرد مہری کا انداز دیکھا۔ تو اس کا دل سینے کے اندر بیٹھ گیا۔ لیکن جرأت کر کے وہ کہنے لگی۔ جناب میں اپنے شوہر کی طرف سے آپ سے کچھ درخواست کرنے آئی ہوں۔ اس کی تباہی یا سلامتی ایک حد تک آپ پر ہی دارومدار رکھتی ہے۔ واکڈن ایسی سرد مہری کے لہجہ میں کہ نوجوان عورت کو معلوم ہوتا تھا۔ اس کے الفاظ برف میں بھیگے ہوئے ہیں۔ بولا مسٹر ریڈک نے مجھ سے نہایت گستاخانہ سلوک کیا ہے۔ اور اس نے اس قسم کے الفاظ زبان سے نکالے۔ جن سے میری شہرت پر حرف آتا ہے۔ وہ اس انتہا تک پہنچا۔ کہ میرے کارکنوں کے سامنے میری بے عزتی کی۔ لوسی کے رخساروں پر آنسو بہ رہے تھے کہنے لگی۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ایک نوجوان کو جس نے دور زندگی میں قدم رکھتے ہی نحوست کا منہ دیکھا ہو۔ ایسے واقعہ سے کتنی پریشانی ہوتی ہے۔ اس لئے آپ اس کے جوشش کو نظر انداز کر دیں۔ اور اگر اس کی خاطر نہیں۔ تو کم از کم اس کے معصوم بچوں کے لئے ہی رحم اور نرمی سے کام لیں۔ مسٹر واکڈن بولا۔ میڈم قانون کی نظر میں رحم یا سفارش کوئی چیز نہیں۔ لیکن خیر میں شرح کی کتابیں دیکھوں گا۔ اور اگر مجھے وہاں یہ بات نظر آئی۔ کہ مقدمہ دائر کرنے میں لائسٹ کو بھی کسی حد تک دخل ہونا چاہئے۔ یا فیصلہ لکھتے وقت ججوں کو نرمی اختیار کرنی چاہئے۔ تو میں اپنے عدالتی محرر کو اس بارہ میں ضروری ہدایات دے دوں گا۔ لوسی متعجب ہو کر وکیل کے منہ کی طرف تکنے لگی۔ اس کی طرف سے اتنی سرد مہری کا اظہار دیکھ کر وہ سوچتی تھی۔ یہ شخص انسان ہے۔ یا برف کا بنا ہوا بت۔ آخر کار بمشکل طاقت گویائی بحال کر کے بولی۔ کیا میں یہ امید کر سکتی ہوں۔ کہ جس وقت ہنڈیوں کی رقم قابل ادا ہوگی۔ آپ اس بھاری قرضہ کی ادائگی پر زور نہ دیں گے۔ واکڈن نے اس کے پیارے اشک آلود چہرہ کی طرف دیکھا۔ جو استعجاب کے انداز سے اس کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ اور

دفعتاً اس کے دل میں خیال آیا۔ کہ میں نے ایسی حسین صورت عورتوں میں بہت کم دیکھی ہے۔ وہ اس کے چہرہ کو دیکھتا ہوا رفتہ رفتہ اس کے خط و خال کی موزونیت۔ اور اس کے اعضا کی بے عیبی پر متوجہ ہوا۔ اس کی نگاہیں شال میں لپٹی ہوئی چھاتی سے ہٹ کر بان کی طرح پتلی کمر کی طرف گئیں۔ اور آخر کار اس کے خوشنما پاؤں اور خوبصورت ٹخنوں تک پہنچیں۔ اس کے بدن کے ہر حصہ کو غور سے دیکھ کر وکیل کی سرد مہری اور سختی کسی قدر کم ہوئی۔ اور وہ ملامت آمیز لہجہ میں کہنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے۔ آپ کو اپنے شوہر سے بہت محبت ہے۔ لوسی اس سوال پر متعجب ہوئی۔ اور کہنے لگی۔ محبت! اے صاحب میں اس سے انتہا درجہ محبت کرتی ہوں۔ میں اس کی پرستار ہوں۔ وہ نہایت نیک دل شوہر اور اپنے بچوں کا نہایت بامحبت باپ ہے۔ واکڈن نے اپنی آواز کو اور بھی زیادہ نرم اور انداز کی سختی کو کم کر کے کہا۔ پھر کیا تم اس کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہو؟ معصوم اور بھولی لوسی نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ الگزینڈر کو پھر اسی قدر خوش دیکھنے کے لئے جیسا وہ کبھی تھا۔ مجھے کسی بھی قربانی سے گریز نہیں۔ وکیل جس کے لبوں پر اب ایک ملکی پھیکی مسکراہٹ نمودار تھی۔ آواز دبا کر دانشمندانہ انداز سے کہنے لگا۔ ہر قسم کی قربانی! غور کیجئے۔ میرے لفظوں کا منشا کیا ہے۔ اگر آپ اپنے شوہر کے لئے ہر قسم کی قربانی پر تیار ہیں۔ تو پھر اس شرط پر۔۔۔ یہ کہتے ہوئے اس نے لوسی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اب دفعتاً لوسی اس کے شیطانی ارادوں سے آگاہ ہوئی۔ اس نے اپنے ہاتھ کو جھٹکا دے کر اس انداز سے نکال لیا۔ گویا وہ کسی وحشی حیوان کے پنجہ میں ہو۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور غصہ اور نفرت کی ایک چیخ مار کر آناً فاناً وکیل کے دفتر سے غائب ہو گئی۔ اس نے اتنی مہلت بھی نہ دی۔ کہ وکیل اسے روکنے کی کوشش کرتا۔

جس وقت وہ مکان پر پہنچی۔ تو اس کا دل رنج و غم کے مارے اُبل رہا تھا۔ عین اس وقت الگزینڈر بھی واپس آیا۔ اور اسے بے چین دیکھ کر اس نے محسوس کیا۔ کہ وہ غیر معمولی حالت میں ہے۔ لوسی زار زار روتی اپنے شوہر سے بغلگیر ہوئی۔ اس کا اضطراب اتنا بڑھا۔ کہ باوجود کوشش کے وہ اپنے جذبات کو روک نہ سکی۔ الگزینڈر نے رفتہ رفتہ اس سے سوالات پوچھ کر حقیقت حال معلوم کی۔ اور اسے اس بات

کو معلوم ہوا۔ کہ اس بدمعاش بدگمانی نے اسے تباہی کو ناکافی سمجھ کر جس میں اس نے مجھے مبتلا کیا ہے۔ میری بیوی کے ساتھ نہایت گستاخانہ بدسلوکی کی۔ جوش سے دیوانہ ہو کر الگزینڈر وحشی صفت واکڈن کو زدوکوب کرنے کے لئے اس کی طرف جانے کو تیار تھا۔ کہ اس کی بیوی اور مس ڈرلنٹن نے بمنت اسے روکا۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر کر درخواست کی۔ کہ دشمن سے جھگڑا کر کے اپنی مشکلات اور خطرات میں اضافہ نہ کرو۔ بارے ان کی التجاؤں سے الگزینڈر کا غصہ کسی قدر فرو ہوا۔ اور اس نے وعدہ کیا۔ میں اپنے جوش کو دوراندیشی پر غالب نہ آنے دوں گا۔ پھر جب اس کی طبیعت ذرا تسکین پذیر ہوئی۔ تو اس نے اپنے وکیل کے ساتھ ملاقات کی کیفیت بیان کرنی شروع کی۔ اس وکیل نے اسے یہ مشورہ دیا تھا۔ کہ اس میں شک نہیں۔ واکڈن اور سکڈی کا مور دونوں نے ملکر آپکو لوٹا ہے لیکن کسی فوجداری عدالت میں اس سازش مجرمانہ کا ثبوت مہیا کرنا دشوار ہوگا۔ بہر حال آپ اس کی ہنڈیوں کا روپیہ ادا نہ کریں۔ اس کے بعد جب واکڈن دیوانی مقدمہ دائر کرے گا۔ تو جیوری کے فیصلہ سے ہم اس بات کا اندازہ کر سکیں گے۔ کہ ہم اس پر فوجداری مقدمہ چلا کر اسے سزا دلا سکتے ہیں۔ یا نہیں۔ الگزینڈر نے اپنے وکیل کے مشورہ پر کاربند ہونا منظور کیا۔ اور اس لئے سردست یہ معاملہ یہیں پر ختم سمجھا گیا۔

لیکن اس واقعہ نے الگزینڈر کے مزاج اور عادات میں غیر معمولی تبدیلی پیدا کردی اس سے جو بدسلوکی کی گئی۔ اس کی وجہ سے اب وہ دن بدن بے چین اور مضطرب رہنے لگا۔ بیوی بچوں میں وہ کہ پہلے اسے جو خوشی ہوتی تھی۔ اس میں بے حد تخفیف ہو گئی۔ بڑا تند مزاج اور بے صبر ہو گیا۔ کسی کی تردید یا انکار برداشت بھی نہ کر سکتا تھا کھانا کھانے کے بعد دیر تک شراب کی بوتل لئے بیٹھا رہتا۔ لوسی ان حالات کو دیکھتی اور در پردہ زار زار روتی تھی۔ لیکن الگزینڈر کے سامنے کبھی اپنے اندیشوں کا اظہار نہ کرتی۔ بلکہ اس کے ساتھ ویسی ہی محبت اور توجہ سے پیش آتی۔ جس کی وہ ہمیشہ سے عادی تھی۔

بارہا اس نے اپنے شوہر سے درخواست کی۔ کہ ہم اس مکان کو چھوڑ کر کسی کم کرایہ کے مکان میں آباد ہو جائیں۔ اور اپنے اخراجات میں بھی تخفیف کر لیں۔ مگر اس کا شوہر ہمیشہ ٹالنے والے جواب دیتا رہا۔ وہ اس کی باتوں پر بے صبری کا اظہار

کرتا تھا۔ اور آخر کار اس نے اس قسم کی گفتگو پر اس قدر غصہ کا اظہار شروع کر دیا کہ لوسی نے مجبوراً اس گفتگو کو ترک کرنا ہی بہتر سمجھا۔ بدقسمتی سے انہی ایام میں لوسی کی خالہ جو اب تک اس سے ماں کے برابر محبت کرتی تھی۔ دفعتاً علیل ہو گئی مرض غیر معمولی تیزی کی رفتار سے بڑھا۔ اور وہ چند دن میں فوت ہو گئی۔ اس موقعہ پر الگزینڈر نے اس سے بہت کم غم کا اظہار کیا۔ جس کی لوسی کو امید تھی۔ اپنے شوہر میں اس قسم کی لاپروائی دیکھ کر بدنصیب عورت کو اور بھی زیادہ رنج ہوا۔ لیکن مس ٹرلٹن کو دفن ہوئے زیادہ دن نہیں گذرے تھے۔ کہ ایک اور سانحہ پیش آیا۔ جس نے الگزینڈر کے اضطراب کو دوبالا کر دیا۔ آٹھ ہزار پونڈ کی رقم واجب الادا ہو چکی تھی۔ اور اس نے اپنے وکیل کے مشورہ کے مطابق اس روپیہ کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ مگر اس کے چند دن بعد اسے گرفتار کیا گیا۔ اور چونکہ عدم ادائیگی کی صورت میں اسے حوالات میں رکھا جاتا۔ اس لئے اس نے اس خیال سے روپیہ ادا کر دیا۔ کہ میں عدالت میں مقدمہ کے دوران میں اس روپیہ کی ادائیگی کے سوال پر بحث کروں گا۔ اور روپیہ تا فیصلہ عدالت میں ہی محفوظ رہے گا۔ لیکن اس کے باوجود اسے ایک آدھ دن جو حوالات میں بسر کرنا پڑا۔ اس نے اس کے مزاج کی تلخی کو دوبالا کر دیا۔ اب وہ شراب کا اور بھی زیادہ عادی ہو گیا۔ اور بیوی بچوں کے ساتھ اس کی محبت کم و بیش بالکل ہی جاتی رہی۔ افسوس ایک شخص کی ان شیطانی حرکات کا اثر جو وہ دوسرے شخص کے متعلق کرتا ہے۔ کتنا وسیع ثابت ہوتا ہے۔ یہ اثر اس ایک شخص کی ذات تک ہی نہیں رہتا۔ بلکہ اس کے بیوی بچوں اور رشتہ داروں تک بھی پہنچتا ہے

اب لوسی نے دوبارہ یہ درخواست شروع کی۔ کہ ہم کسی کم کرایہ مکان میں سکونت اختیار کریں۔ اور باکفایت زندگی بسر کریں۔ لیکن الگزینڈر اس کی باتوں پر کان ہی نہ دھرتا تھا کہتا تھا۔ مجھے یقیناً اس مقدمہ میں کامیابی حاصل ہو گی۔ اور روپیہ واپس مل جائے گا۔ پھر میں اس روپیہ کو کاروبار میں لگا کر دوبارہ فراغت حاصل کر سکوں گا۔ یہ باتیں وہ ایسے پُر اعتماد طریق سے کہتا کہ لوسی کو یقین ہو گیا۔ شاید اس گھر میں پھر سابقہ راحت کا دور قائم ہو جائے گا۔ یہی وجہ تھی کہ جب مقدمہ کی سماعت کا دن قریب آیا۔ تو لوسی نے کسی پریشانی کا اظہار نہ کیا۔ فریقین کی طرف سے بہت سے قابل وکلا کا انتظام کیا گیا۔ اور مقدمہ بڑے

سفر کرنا ہوا۔ واکڈن کا کاروبار سالہا سال سے قائم تھا۔ وہ ایک ٹھیک چلن آدمی مشہور تھا اور اس کے دوستوں یا نوکروں میں سے کوئی یہ کہنے پر آمادہ نہ تھا۔ کہ اس نے سکڈی ہو جیسے بدمعاش کے ساتھ سازش کی ہوگی۔ عدالت کے زیر غور یہ سوال تھا۔ کیا مسٹر واکڈن نے ان ہنڈیوں کا روپیہ ادا کیا؟ اور کیا وہ ان ہنڈیوں کا جائز طور پر مالک ہے۔ جن کا روپیہ اس نے کاروباری حیثیت میں ادا کیا؟ اس بارہ میں واکڈن نے جو شہادت پیش کی۔ وہ جیوری کیلئے بدرجہ کفایت یقین دہ تھی۔ الگزینڈر اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ واکڈن نے جتنے غیر آدمی یا اپنے کلرک بطور گواہ پیش کئے۔ ان سب نے انتہا درجہ کی حلف دروغی کی ہے۔ بہرحال جیوری کا فیصلہ واکڈن کے حق میں نکلا۔ اور الگزینڈر مقدمہ ہار کر غم زدہ اور شکستہ دل مکان پر واپس آیا۔ لوسی نے جہاں تک ممکن تھا۔ اسے تسکین اور تسلی دینے کی کوشش کرتی رہی۔ لیکن الگزینڈر کے جوش غم نے یہاں تک زور پکڑا کہ اسے تیز بخار ہو گیا۔ جس نے ہذیان کی صورت اختیار کر لی۔ دل شکستہ لوسی نے اپنی پریشانیوں کی پروانہ کرتے ہوئے قابل ترین اطبا سے امداد حاصل کی لیکن کئی ہفتے گذر گئے۔ اور ڈاکٹر یہ نہ کہہ سکے۔ کہ مریض خطرہ کی حالت سے نکل گیا ہے۔ بیچ میں کبھی بار مریض کو ہوش بھی آ جاتا تھا۔ اس وقت وہ اپنے بچوں کو پہچانتا۔ ان سے بغلگیر ہوتا۔ زار زار روتا۔ اور خدا سے ان کے حق میں دعائیں مانگتا تھا۔ پھر دفعتاً جذبات کا ہجوم اس کے دماغ پر حاوی ہو جاتا۔ اور واقعات پیش آمدہ کی تلخ یاد سے متاثر ہو کر وہ ان سے کہتا تم سمجھ لو کہ تمہارا باپ مر گیا۔ کیونکہ میری زندگی سے اب تمہیں کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا اس کے بعد پھر ہذیان کا دور شروع ہو جاتا۔

غریب لوسی نے اپنے شوہر کی تیمارداری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ کئی راتیں شب بیداری میں گذر گئیں۔ اور اسے بستر پر لیٹنا نصیب نہ ہوا۔ آخر جب غریب عورت کے مالی وسائل جواب دے چلے۔ اور روپیہ کی کمی سے اس کی پریشانیاں بڑھنے لگیں الگزینڈر کے مرض نے اصلاح کی صورت اختیار کی۔ جس سے بدنصیب عورت کی قدرے ڈھارس بندھی۔ پھر جب الگزینڈر کے سرسام کا دورہ بالکل دور ہو گیا۔ تو وہ اپنے بچوں سے بدستور محبت اور نرمی سے پیش آنے لگا۔ جس سے لوسی یہ سوچکر خوش ہونے لگی۔ کہ شاید اس کی حالت پھر سابق کی طرح ہو جائے گی۔ اب الگزینڈر اپنی مصیبتوں

کا ذکر کرتے وقت سکون اور استغنا کا اظہار کرتا اور کہتا تہا۔ میری جان کیا ہوا۔ اگر ہماری جائداد ہاتہ سے نکل گئی۔ میں آخر جوان ہوں۔ اور جس وقت بدن میں ذرا توانائی آتی ہے۔ میں کوئی کام شروع کرکے گذارہ لائق آمدنی کی صورت پیدا کر لوں گا۔ پہلی لوسی محبت کی کمائی ہوئی خشک روٹی زمانہ فراغت کے الوان نعمت سے زیادہ خوشگوار ثابت ہوگی۔ ایسی باتیں سنکر لوسی اس سے بغلگیر ہوتی۔ اور ان تسکین دہ باتوں کے لئے اس کا شکریہ ادا کرتی۔

اسی طرح کئی دن گذر گئے۔ اور رفتہ رفتہ الگزینڈر کا مزاج اس قدر روبہ اصلاح ہوگیا۔ کہ ایک دن وہ بے سہارے زینہ سے اتر کر نچلی نشستگاہ میں آ بیٹھا۔ میاں بیوی باہم محبت کی باتیں کر رہے تہے۔ اور بچے ایک طرف کھیلتے تہے۔ کہ یکایک کمرہ کا دروازہ کہلا اور دو تین بد وضع شخص گستاخانہ انداز سے اندر گہس آئے۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ جو روپیہ الگزینڈر نے عدالت میں جمع کرایا تہا۔ اس سے ہنڈیوں کی رقم تو ادا ہوگئی۔ لیکن اخراجات عدالت ابہی اس کے ذمہ واجب الادا ہیں۔ یہ رقم ایک سو پونڈ سے اوپر تہی اور اس کی عدم ادائگی کے لئے الگزینڈر کو گرفتار کرنا مطلوب تہا۔ بدنصیب جوڑے کے پاس اتنی رقم موجود نہ تہی۔ کہ ادا کی جاتی۔ اور لوسی اپنے شوہر کے زمانہ علالت میں چاندی کے برتن۔ زیورات اور باقی ہر ایک قیمتی چیز فروخت کر چکی تہی۔ اس میں شک نہیں۔ گہر کا فرنیچر ایک سو پونڈ سے زیادہ کا تہا۔ لیکن دوسری طرف مالک مکان کا کرایہ بہی واجب الادا تہا

لوسی نے روتے ہوئے تملق سے التجا کی۔ کہ آپ الگزینڈر کو چند دن اس مکان سے نہ لے جائیں۔ کیونکہ ابہی وہ بیماری کے اثر سے نڈہال ہے۔ مگر ان آدمیوں نے کہا۔ ہم مجبور ہیں۔ ہمیں جو کچہ حکم ملا ہے۔ اس کی تعمیل کریں گے۔ اور کسی طرح کی نرمی نہیں کر سکتے۔ بڑی منت سماجت کرکے اور ان کے سامنے دوزانو ہو کر آخر کار لوسی نے انہیں اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ آپ لوگ اس وقت تک انتظار کریں۔ جتنے کہ میں اپنے وکیل سے ہو آؤں۔ وکیل مذکور نے رقم مطلوبہ کی امداد پیش کرنے سے تو مجبوری ظاہر کی۔ البتہ نہایت ہمدردی اور نرمی کا سلوک کرتے ہوئے اس نے فوری ضروریات کے لئے چند پونڈ دئے اور وعدہ کیا۔ کہ آپ کے شوہر کو حوالات سے کنگز بنچ میں پہنچنے نہ

ضروری خرچ میں ادا کردوں گا۔ دل شکستہ عورت کا کسی قدر اطمینان ہوا۔ کہ الگزینڈر کا اس دنیا میں ایک شخص تو دوست ہے۔ لیکن اطمینان کی یہ ہلکی سی شعاع بھی اس وقت کافور ہوگئی۔ جب لوسی نے مکان پر واپس آکر دیکھا۔ کہ اس کا شوہر پھر بڑے جوش اور اضطراب کی حالت میں ہے۔ یعنی ویسے ہی جوش کی حالت میں جو اس کے سابقہ مرض کا موجب ثابت ہوا تھا۔

غریب حیران تھی۔ کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ صرف ایک چارہ کار تھا۔ اور وہ اس پر اس نے الگزینڈر کی لاعلمی میں عمل کرنے کا ارادہ کریں۔ الگزینڈر کی حالت اس قسم کی تھی۔ کہ جو واقعات اردگرد ہو رہے تھے۔ ان کا اسے متعلق علم نہ تھا۔ وہ فارق کے آدمیوں کے سامنے ہی کبھی ہذیان کرنے لگتا۔ کبھی انہیں دھمکاتا۔ اور کبھی رونے لگ جاتا تھا۔ مصیبت کی ماری لوسی دوبارہ لٹش لین کی طرف روانہ ہوئی۔ اور ایک مرتبہ پھر اسی سنگ دل وکیل کے دفتر میں داخل ہوئی۔ جس کی بدولت اس خوش و خرم گھرانے پر ایسی مصیبت نازل ہوئی تھی۔ واکڈن نے اس سے اپنے ذاتی دفتر میں ملاقات کی۔ اور اسے سرد مہری سے ایک کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔ اب اس کے خشونت آمیز چہرہ پر ایک قسم کی شیطانی کامیابی کی جھلک نظر آتی تھی۔ وہ اس تباہ حال افسردہ صورت حسینہ کو تھوڑی دیر کے لئے غور سے دیکھتا رہا۔ جس کا حسن اس کی افسردگی میں بھی دوبالا نظر آتا تھا۔ چند منٹ تک لوسی اپنے جوش اضطراب کی وجہ سے کوئی لفظ زبان سے نہ کہہ سکی۔ اور آخر کار جو کچھ اس نے کہا۔ وہ چند بے جوڑ کلمات کی صورت میں تھا۔ جس میں وہ رہ رہ کر وہ ہچکیاں لیتی اور روتی رہی۔

وکیل اس کے اوپر اس طرح جھک گیا۔ جیسے شیطان کسی مجبور شخص کو شرطیں بتا رہا ہو جس نے اپنی روح اسکے حوالہ کر کے دولت اور طاقت حاصل کرنی منظور کی ہو۔ اس طرح پر اس مظلوم اور مغلوب عورت پر جھک کی اس دیو سیرت وکیل نے چند شرطیں اس کے کان میں کہیں۔ جن پر وہ اس کے شوہر سے رحم کا سلوک کر سکتا تھا۔ وہ دفعتاً اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اور خوف زدہ اور متحیر ہو کر اس برادر کو دیکھنے لگی۔ شاید سوچتی تھی کہ یہ انسان ہے یا مجسم شیطان۔ مظلوم اور پاکباز عورت نے وکیل کی طرف جن ملامت آمیز خشمگین نگاہوں سے دیکھا ان کی تاب مقابلہ اس کی مسرور آنکھیں بالکل نہ لا سکیں

لیکن اس کے لبوں پر اب بھی شیطانی شاتمانہ مسکراہٹ نمودار تھی۔ غالباً وہ سوچتا تھا۔ کہ اس عورت کا غصہ عارضی ہے۔ اور وہ ضروریات سے مجبور کر میری مرضی پر چلنے کو مجبور ہو جائے گی۔ لیکن اس معاملہ میں اسے سخت غلطی لگی۔ کیونکہ جس وقت لوسی کی طبیعت ذرا سنبھلی۔ تو وہ چلا کر کہنے لگی۔ بدمعاش شیطان۔ کیا تیرے مظالم کی کوئی حد نہیں۔ اور اتنا کہکر وہ اس سنگدل بدمعاش کے کمرہ سے اس تیزی کے ساتھ رخصت ہو گئی۔ گویا اس کمرہ کی ہوا بھی جس میں وہ سانس لیتا تھا۔ سخت متعفن تھی۔

شکستہ دل اور پریشان خاطر وہ اپنے مکان پر واپس آئی۔ جانتی تھی۔ کہ تارق کے آدمی میرے شوہر کو میری آنکھوں کے سامنے پکڑ کر لے جائیں گے۔ وہ یہ بھی سمجھتی تھی کہ اب اس جگہ میرا اپنا اور میرے بچوں کا قیام محض چند روزہ ہے۔ لیکن یکایک اس طرح پر گویا اسے غیب سے القا ہوا ہو۔ اس نے اپنے دل کو سنبھالا۔ اور یہ سوچا کہ الگزنیڈر اور اپنے بچوں کی خاطر مجھے پوری دلیری سے کام لینا چاہئے۔ انتہائی رنج والم میں بھی عورت اس صبر و استقلال سے کام لے سکتی ہے۔ جس کا اظہار مرد کسی حال میں نہیں کر سکتا۔

لوسی کریڈک نے اس وقت بڑی ہمت اور مستقل مزاجی کا ثبوت دیا۔ اس نے اپنے شوہر سے کہا۔ جتنا زیادہ آپ اپنی ذات کو مغلوب ظاہر کرینگے۔ اتنی زیادہ آپ کے کینہ توز وحشی صفت دشمن کو خوشی محسوس ہو گی۔ اس فہمائش کا جو نرمی اور ملائمت کے ساتھ کی گئی تھی۔ بہت اچھا اثر ہوا۔ اور الگزنیڈر اپنی بیوی کے استقلال سے سبق حاصل کر کے سپاہیوں کے ہجوم سے نہ دبتا ہوا نہایت استغنا کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور سرکاری آدمیوں کے ساتھ حوالات کو چل دیا۔ اس کے دوسرے دن اسے کنگز بنچ میں منتقل کر دیا گیا۔ اور اسی جگہ آج سے چھ سال پیشتر میری اس سے اول مرتبہ ملاقات ہوئی۔

یہاں پہنچنے پر اس کا حوصلہ پھر شکست ہونے لگا۔ تاہم اسے یاد دلانے کیلئے اس کی بیوی کو ہر وقت پاس رہنا پڑتا تھا۔ اس بیچارے کے گھر کا اسباب فروخت کر کے مالک مکان کا کرایہ اور چند اور قرضخواہوں کے چھوٹے چھوٹے مطالبات پورے کئے گئے اور پھر اپنے بچوں کو ساتھ لے کر اس مختصر تاریک کمرہ میں سکونت پذیر ہو گئی۔ جس میں اس کا شوہر بستر مرض پر پڑا تھا۔ اس طرح پر یہ کنبہ جو کسی زمانہ میں خوش و خرم اور خوشحال تھا۔ آسائش اور نعمتوں کے دور سے نکل کر افلاس اور احتیاج کی حالت میں

پہنچ گیا۔ اور آپ کو معلوم نہیں کہ کس طرح اور کتنے کنبوں کی تباہی عمل میں آچکی ہے۔ غرضکہ جب یہ لوگ کس قدر مصیبت اور سختی احتیاج اٹھا چکے تھے۔ کہ ایک دن قید خانہ کی خادمہ سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ انہیں سخت تکلیف کا سامنا ہے۔ ان دنوں میری مالی حالت آج سے بہتر تھی۔ میں کچھ بہانہ کرکے ان کے کمرہ میں گیا۔ افسوس میں بیان نہیں کر سکتا۔ وہاں احتیاج اور فلاکت کا کیا دردناک نظارہ میرے دیکھنے میں آیا۔ انہوں نے جو فرنیچر کرایہ پر لیا تھا۔ وہ عدم ادائے کرایہ کی وجہ سے اٹھوایا جا چکا تھا۔ انگرسینڈ زرد رو۔ خشک بدن ایک ٹرنک پر بیٹھا تھا۔ دونوں بچے جو اس قدر دبلے تھے۔ کہ ان کی صورتیں پہچانی نہ جاتی تھیں۔ بھوک سے بیتاب رہے تھے۔ اور غریب دل شکستہ لوسی ایک بکس کو کھول کر کسی ایسی چیز کی تلاش میں تھی۔ جسے گرو رکھ کر وہ دو چار دن کے گذارہ لائق روپیہ حاصل کر سکے۔ اس وقت جب وہ اس بکس کو جو کسی زمانہ میں بہترین پوشاک اور سامان آرائش سے بھرا تھا حسرت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ تو گرم چھلکنے والے آنسو آنکھوں سے نکل کر اس کے ہاتھوں پر گر رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر میرے سینہ میں برچھی سی لگی۔ میرے لئے وہ تفصیلات بیان کرنا غیر ضروری ہوگا۔ جن میں اس کنبہ سے میری دوستی ہوئی۔ مختصر یہ کہ میں نے انہیں کچھ امداد پیش کی۔ جسے انہوں نے منظور کر لیا۔ اس امداد کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان کے کمرہ میں سامان فرنیچر اور کافی خوراک کی موجودگی سے پھر رونق آگئی۔ آپ کو واضح رہے۔ کہ مجھے ان کا قصہ ایک ہی بار معلوم نہ ہوا تھا۔ بلکہ اس کی تفصیلات کا علم رفتہ رفتہ مختلف موقعوں پر ہوتا رہا۔ اور کئی باتیں ایسی تھیں۔ جو اتفاقیہ طور پر مجھے معلوم ہوئیں۔ غرضکہ اس طرح پر مختلف وسائل سے یہ سارے حالات جو میں نے آپ کے روبرو بیان کئے ہیں۔ مجھے معلوم ہوئے۔ لیکن انگرسینڈر کی المناک داستان کا خاتمہ یہیں پر نہیں ہوتا۔ اس کا سب سے خوفناک اور دردناک حصہ ابھی آگے آنیوالا ہے۔

اتنا کہہ کر پرائٹ ذرا دیر کے لئے رک گیا۔ اور مسٹر نیک کرٹس سے پوچھنے لگا۔ آپ اس قصہ سے اکتا تو نہیں گئے؟

وہ کہنے لگا۔ کہ اکتانے کا کیا ذکر۔ میں اسے بڑے شوق اور گہری دلچسپی سے سن رہا ہوں۔

اس پر اس شخص نے داستان کا باقی حصہ ان لفظوں میں بیان کرنا شروع کیا

باب ۱۰۸ داستان الم کا انجام

ہرچند کہ میں اس بدنصیب اور مظلوم گھرانے کو عارضی طور پر امداد دیتا رہا۔ اور قرض کے بہانے سے انہیں کچھ روپیہ ضروریات زندگی کی بہم رسانی کے لئے بھی دیا تاہم الگزینڈر کے لئے کوئی فیصلہ کن کارروائی کرنا ضروری نظر آتا تھا۔ اپنی عمر قید خانہ میں گذارنے کے یہ معنے تھے کہ اس کی قابلیت خاک میں مل رہے۔ مگر قرضہ کا جو عظیم بوجھ اس پر پڑا ہوا تھا۔ اس کی ادائیگی خارج از بحث تھی۔ مداکٹوں کے پتھر دل کو متاثر کرنا بھی قطعاً غیرممکن تھا۔ اس لئے چارہ کار فقط یہ تھا کہ عدالت دیوالہ کی مدد حاصل کی جائے۔ جب الگزینڈر کو اچھی خوراک ملنے لگی۔ اور ڈاکٹر نے اس کا باقاعدہ علاج شروع کیا۔ اور اس کے بیوی بچوں کے چہرہ پر رونق آگئی۔ تو اب اس کا اپنا رنگ بھی پھرنے لگا۔ اب وہ وقتاً فوقتاً اس سے اور مجھ سے مستقبل کی تجاویز پر گفتگو کیا کرتا تھا۔ جس وکیل کی مدد سے وہ حوالات سے پنچ میں پہنچا۔ وہ چند مہینوں کے لئے کہیں باہر چلا گیا تھا۔ انجام میں وہ لندن کو واپس آگیا۔ اس نے نہ صرف عدالت دیوالہ کے ضروری اخراجات برداشت کرنا منظور کیا۔ بلکہ یہاں تک کہا۔ کہ جس وقت الگزینڈر رہا ہو جائیگا میں اسے بطور محرر اپنی ملازمت میں لے لوں گا۔ اس سے الگزینڈر اور اس کی بیوی کے دل میں امید پیدا ہو گئی۔ اور اب عدالت دیوالہ کی کارروائی کے متعلق ضروری انتظامات ہونے لگے۔

لیکن جونہی اس کارروائی کا آغاز ہوا۔ اطلاع ملی کہ ساہوکار ہر ممکن ذریعہ سے الگزینڈر کی مخالفت کرنے پر آمادہ ہے۔ جب اس کی خبر الگزینڈر کو ملی۔ تو وہ اس ظالم کے خلاف سخت غیظ آلود ہو گیا۔ آخرکچھ تو اس کی تعلیم ہی تھی اور کچھ میں نے اپنی فہمائش سے بدقت اسے ٹھنڈا کیا۔

اتنے میں وہ دن آگیا۔ جب اسے عدالت دیوالہ میں پیش ہونا تھا۔ حسب معمول الگزینڈر وہاں ایک پیادہ کی نگرانی میں پہنچا۔ مقدمہ کی سماعت آغاز ہی میں ہوئی تھی ہم نے

دیکھا کہ فریق مخالف نے کئی زبردست وکلاء پیروی کے لیے حاصل کر لیے ہیں۔ علاوہ
میں جو کارروائی ہوئی۔ اس کی تفصیلات میں جانا غیر ضروری ہوگا۔ مختصر یہ کہ ڈاکٹر ڈن
نے شہادت دی۔ جس وقت انگلزفیلڈ ریڈک کے خلاف ایسے زوردار بیانات دئے کہ
حکم صادر ہوا۔ اسے ایک سال تک قید خانہ میں رکھ کر پھر رہا کر دیا جائے۔ جس وقت
انگلزفیلڈ جیل میں واپس آیا۔ تو وہ سخت جوش اور اضطراب کی حالت میں تھا۔ چند ہی گھنٹوں
بعد اسے سرسام شروع ہوگیا۔ وہ ہذیان میں سب سے زیادہ ڈاکٹر ڈن کا نام لیتا اور اسے
بڑی خوفناک گالیاں دیتا تھا۔ بدنصیب لوسی صبر و استقلال کی پتلی اپنے شوہر کے سرہانے
بیٹھی اس کی تیمارداری کرتی تھی۔ آخر مریض کو ذرا ہوش آیا۔ تو اس نے سب سے پہلے اپنی
وفادار بیوی کو پہچانا۔ اور اس سے شکرگذار ہو کر بڑے پیار کی گفتگو کرنے لگا۔ کچھ دن بعد
ہذیان تو دور ہوگیا۔ لیکن ایک قسم کا مراقی مالیخولیا نمودار ہوا۔ جس سے اسکو بیدار کرنا
غیر ممکن تھا۔ کہتا تھا۔ عدالت دیوالے نے جو حکم صادر کیا ہے۔ اس سے میرے ہمیشہ کے
لئے ذلت اور بدنامی ہوگئی۔ ہرچند اس کے وکیل اموالوی نے بہتیرا سمجھانے کی کوشش
کی۔ اور کہا سارے حالات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ تم مجرم نہیں۔ بلکہ مظلوم ہو۔ لیکن اس
کے سینہ میں کچھ ایسا صدمہ پہنچا کہ وہ بالکل ہی دل شکستہ ہوگیا۔

انہی ایام میں میرے اپنے مالی وسائل میں تخفیف شروع ہوگئی تھی۔ اس لئے میں انہیں
اتنی امداد نہ دے سکتا تھا۔ جتنی ضروری تھی۔ اس کے علاوہ انگلزفیلڈ اور لوسی دوستوں
سے امداد لینے کے خلاف تھے۔ اور وہ اس وکیل کے سامنے بھی جس نے انہیں مدد دی
تھی۔ دست سوال دراز نہ کر سکتے تھے۔ آخرکار لوسی نے یہ ارادہ کر لیا۔ کہ ہم قید خانے کے
اس حصہ میں مقیم ہو جائیں۔ جہاں غریب لوگ رہتے ہیں۔ اور سرکاری خرچ پر گذارہ کریں۔ اس
سے ہمیں کمرہ کا کرایہ نہ دینا پڑے گا۔ اور خوراک کے لئے بھی چند شلنگ ہفتہ وار ملتے رہیں گے
انگلزفیلڈ نے پہلے تو اس تجویز کو حقارت کے ساتھ نامنظور کیا۔ لیکن پھر اپنی نیک نہاد بیوی
کی منت سماجت سے رضامند ہوگیا۔ وہ کہنے لگی۔ غریب ہونے میں کسی طرح کی ذلت یا شرم
نہیں۔ ذلیل وہی ہے۔ جو بددیانت ہو۔ پس کیا ضرور ہے کہ ہم ناحق اس قسم کے قرض وصول
کرتے رہیں۔ جنہیں ادا کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اگر ہم نے قید خانے کے
اس حصہ میں سکونت رکھی۔ تو ہمیں ایسی وضعداری کا پابند ہونا پڑے گا جسے برقرار رکھنے

کہ ہمارے پاس وسیلہ نہیں۔ انگرینیڈ ران دلیلوں سے متاثر ہو کر قید خانہ کے اس حصہ میں جانے پر آمادہ ہو گیا۔ جو غربا کے لئے مخصوص تھا۔ اور یہ سارا کنبہ وہاں منتقل ہو گیا۔ مگر وہ دن جب یہ تبدیلی عمل میں آئی۔ مدت العمر یاد رہے گا۔ لوسی نے کمرہ کو جہاں تک ممکن تھا سجانے اور آراستہ کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ جس وقت وہ فرنیچر کی قسم کی چند چیزوں کو جو اب ان کے پاس باقی رہ گئی تھیں ترتیب سے رکھتی تھی۔ تو ظاہر میں مسکرانے کی کوشش کرتی۔ لیکن گاہ بہ گاہ اس کی نظر متفکرانہ انداز سے اپنے شوہر پر پڑتی۔ جو نیم بے خبری کی سی حالت میں بیٹھا اس ساری کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے دیکھا وہ رہ رہ کر اس کی آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ گرتا۔ اور کبھی کبھی اپنے بچوں کو اٹھا کر بڑے زور کے ساتھ چھاتی سے لگا لیتی تھی۔ اس روز میرے باصرار انہیں پاس سے کھانا دیا گیا۔ اور جہاں تک میرے بس میں تھا۔ میں نے نہ صرف ان کے لئے ہر ممکن سامان آسائش مہیا کر دیا۔ بلکہ انگرینیڈر کو حوصلہ دینے کی بھی کوشش کی۔ لیکن جس وقت وہ مسکراتا۔ تو اس کی مسکراہٹ ایسی پھیکی ہوتی تھی۔ کہ اسے دیکھ کر میرا دل اس طرح سینے کے اندر بیٹھ جاتا تھا۔ گویا وہ میرا اپنا لخت جگر ہو۔

چند ہفتے گذر گئے۔ اور اس اثنا میں لوسی کے زیر اہتمام اس کنبہ کا گذارہ خاطر خواہ ہوتا رہا۔ سادہ اور معمولی قسم کا کھانا انہیں کافی مل جاتا تھا۔ اور بچے بھی ہمیشہ صاف ستھرے رہا کرتے تھے۔ جب کبھی میں ان کے کمرہ میں جاتا۔ تو لوسی کو مختلف کاموں میں مصروف پاتا تھا۔ کبھی وہ بچوں کے کپڑے دھونے یا انہیں مرمت کرنے میں مصروف ہوتی۔ اور کبھی اپنے شوہر کے کپڑوں کو لوہا دیتی نظر آتی تھی۔ بعض اوقات وہ پردہ کشیدہ کا کام کرتی دیکھی جاتی تھی۔ جس کے متعلق میرا خیال ہے۔ کہ وہ باہر سے اجرت پر ایسے کام حاصل کیا کرتی تھی۔ ایک رات کا ذکر ہے۔ کہ مجھے بہت دیر تک نیند نہ آئی۔ اور میں قید خانہ کے اندر ٹہلنے کے لئے نکلا۔ بارہ یا ایک بجے کا عمل تھا۔ جس وقت میں غربا کے حصہ کی طرف گذر رہا تھا۔ ناگاہ میں نے گرینیڈ کے کمرہ کی کھڑکی کی طرف دیکھا۔ آپ میرے تعجب کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب مجھے کمرہ کے اندر ایک شمع روشن نظر آئی۔ دفعتاً میں اس کا مطلب سمجھ گیا۔ غریب لوسی ساری کی ساری رات آنکھوں میں گذار کر اپنے شباب اپنے حسن اور اپنے حوصلہ کو تباہ کر کے سوزن کاری کرتی تھی۔ تاکہ جو تھوڑی بہت آمدنی ہو۔ اس سے اپنے شوہر اور بچوں کی آسائش

کے لئے ضروری اشیا حاصل کرے۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی دل میں ایک برچھی سی لگی اور میں نے سوچا کہ اس دنیا میں نیک اور باعصمت عورت کی آزمایش کتنی مشکل اور دشوار ثابت ہوتی ہے۔ نیند کی رغبت جاتی رہی۔ اور میں بہت دیر قیدخانہ کے اندر ادھر ادھر گھومتا رہا۔ کوئی غیبی اثر مجھے یہ معلوم کرنے پر اکساتا تھا۔ کہ یہ مدھم روشنی اس ایک کمرہ میں کب تک قائم رہے گی۔ آخر رات کے چار بجے تھے۔ کہ شمع گل ہوئی۔ اس وقت میں نے غریب لوسی گرینڈک کا نام زبان سے ادا کیا۔ اور بے اختیار میرے سینہ سے ایک آہ نکلی۔

دن کے وقت جب میں صبح کی چاشت کے بعد الگزینڈر سے ملنے گیا۔ تو میں نے اس جوان اور نیک نہاد عورت کو معمول سے زیادہ توجہ کے ساتھ دیکھا۔ مجھے اُس کی حالت دیکھ کر معلوم ہوا۔ کہ اس کی صحت روز بروز تباہ ہو رہی ہے۔ اور جو کچھ وہ کرتی ہے وہ طبیعت پر انتہائی جبر کا نتیجہ ہے۔ ظاہر میں وہ ویسی ہی خوش وخرم تھی۔ لیکن میں نے محسوس کیا۔ کہ یہ خوشی حقیقی نہیں۔ اختیاری ہے۔ قدرتی نہیں مصنوعی ہے۔ یہ خوشی ایک پردہ ہے جس میں یہ نیک نہاد اور شریف خاتون جس کے اندر با محبت بیوی اور شفیق ماں کی ساری صفات موجود ہیں۔ اپنے حقیقی رنج والم کے چھپانے کی کوشش کرتی ہے۔

میں ذکر کر چکا ہوں۔ کہ الگزینڈر کو ایک سال زیر حراست رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس میں سے تین ماہ کا عرصہ اس طرح گذر گیا۔ اور اسوقت لوسی نے دیکھا کہ بچے ورزش کی کمی اور تازہ ہوا نہ ملنے کی وجہ سے دن بدن لاغر ہوتے جا رہے ہیں۔ اس سے اس کے دل میں ایک اور رنج پیدا ہوا۔ وہ اپنے بچوں کو اس حصہ قیدخانہ کے قیدیوں کے بدوضع کثیف اور شریر بچوں کے ساتھ کھیلنے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ اور اتنا وقت بھی اس کے پاس نہ تھا۔ کہ انہیں لیکر خود سیر کرنے جاتی۔ میں نے سمجھ لیا۔ اس کے ذہن میں کتنی کشمکش جاری ہے۔ اگر وہ ایک دو گھنٹہ کا عرصہ بچوں کے لئے مخصوص کرے۔ تو اُسے وہ کام ملتوی کرنا پڑتا تھا۔ جو وہ اُجرت پر بوروکے کسی دوکاندار سے لایا کرتی تھی۔ اور کام میں کمی ہونا قدرتی تھا۔ دوسری طرف وہ یہ بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔ کہ غریب بچے دن بھر کمرہ کے اندر بند رہیں۔ اور تازہ ہوا کو ترسیں۔ آخر اس نے یہ انتظام

گیا - کہ دن کے وقت ایک دو گھنٹے کے لئے انہیں سیر کرانے لے جاتی - اور اس کی کو چند گھنٹوں کی مزید شب بیداری سے پورا کیا کرتی - مجھے اس کا علم اس طرح پر ہوا - کہ جب کبھی میں علے الصباح سیر کرنے نکلتا - تو صبح کے پانچ بجے تک کمرہ کے اندر شمع جلتی دیکھتا تھا - یہ امر واقعہ ہے کہ یہ غریب وفادار عورت آخرکار اس حد تک محنت کرنے لگی - کہ اب صرف تین گھنٹے سویا کرتی تھی - اس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ اگرچہ بچوں کی صحت اصلاح پذیر ہوگئی - تاہم اس کی اپنی توانائی پر نمایاں اثر پڑنے لگا - یہ ظاہر تھا - کہ الگزینڈر کو اپنی بیوی کی اس شب بیداری اور مشقت کا بالکل علم نہیں تھا - اس کی حالت کچھ اس قسم کی بے توجہی کی ہوگئی تھی - کہ جو بات میں نے اس آسانی کے ساتھ معلوم کر لی اور جس سے مجھے سخت رنج پہنچا - اسے اس کا علم ہی نہ ہوا - مجھ سے جہاں تک ممکن تھا - میں مناسب طریق پر اس کنبہ کی مدد کرتا رہا - جب کبھی میں یہ معلوم کرتا کہ انہیں اچھا کھانا نہیں ملا - تو میں اپنا کھانا ان کے کھانے میں ملا کر ان کے پاس ہی بیٹھ کر کھاتا تھا - لیکن میرے اپنے وسائل دن بدن محدود ہوتے گئے - اور جس قدر روپیہ میں دوستوں کی مدد سے فراہم کر سکتا تھا - وہ سب کا سب صرف ہو گیا - اتنے میں چھ ماہ کا عرصہ گذر گیا - مگر اس چھ ماہ کے عرصہ نے نوسی کی حالت میں بے حد تبدیلی پیدا کر دی - اب وہ ہڈیوں کا پنجر نظر آتی تھی - اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا - کہ وہ اپنے سابقہ وجود کا محض سایہ رہ گئی تھی - اس کے باوجود جہاں تک ممکن تھا - وہ صبر و استقلال کے ساتھ آفات کا مقابلہ کرتی رہی - کہتے ہیں افلاس اور کثافت کا ساتھ ہوتا ہے لیکن یہ بات اس خاندان میں نہیں پائی جاتی تھی - کیونکہ یوم سبت کو اس کا شوہر صاف ستھرا بلکہ اس لحاظ سے عمدہ لباس پہنے نظر آتا تھا - کہ وہ قید خانہ کنگز بنچ کے غریب حصہ میں رہتا تھا -

انہی ایام میں مجھے بعض ضروریات کی سرانجام دہی کے لئے قید خانہ سے ایک دن کی رخصت حاصل کرنی پڑی - اور اس ایک دن کے لئے میرے دوستوں نے ضمانت پر رہائی دلائی - میں نے اس بات کا ارادہ کر لیا تھا - کہ اپنے کاموں سے وقت فرصت نکال کر ضرور زوالکڈن کے ہاں جاؤں گا - اور اس سے درخواست کروں گا کہ غریب الگزینڈر پر اتنی سختی نہ کرے - میں اس سے کہوں گا - کہ اس کی آزادی تمہارے اختیار

میں ہے کہ اپنا اعتراض ہٹالو۔ تو اسے آج ہی قید خانہ سے رہا کیا جا سکتا ہے۔ یہ تو میں سمجھتا تھا۔ کہ واکڈن ایک سنگدل آدمی ہے لیکن جب میں اس سے ملا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ سخت گیر ہی نہیں۔ شیطان بصورت انسان ہے جس وقت میں نے اس سے یہ ذکر چھیڑا تو اس نے فوراً مجھے روک دیا۔ اور اپنی کرسی سے اٹھ کر بڑی سرد مہری سے کہنے لگا۔ مجھے کریک کے نام ہی سے نفرت ہے۔ اس نے میرے متعلق بے جا شبہات کا اظہار کرکے میری ہتک عزت کی۔ اور میں اسے جیلخانہ میں سڑوا کر بھی اپنا انتقام پورا نہیں کر سکتا شاید وہ سمجھتا ہے کہ اسے چھ ماہ کے بعد رہا کر دیا جائے گا۔ لیکن یہ اس کی غلط فہمی ہے۔ میں نے خشمگین ہو کر کہا۔ صاحب غلط فہمی آپ کو ہوئی ہے۔ عدالت دیوالہ کا حکم آپ کی منتقم طبیعت سے زیادہ زور دار ہے۔ واکڈن اسی سرد مہری سے کہنے لگا۔ پھر دیکھا جائے گا۔ اس بحث سے کیا حاصل ہے۔ میں مجبور ہو کر واپس چلا آیا۔ کچھ تو اپنی ناکامی کی پشیمانی تھی اور کچھ اس بات کا اندیشہ کہ معلوم نہیں میرے بدنصیب دوست کو ابھی کن مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔ لیکن میں نے واکڈن سے ملنے یا اس کی گفتگو کا الگزینڈر یا کسی سے بالکل ذکر نہ کیا۔ اگرچہ باوجود بڑی کوشش کے میں اس کی دھمکی کو اپنے ذہن سے خارج نہ کر سکا۔

اسی طرح کئی ماہ گذر گئے۔ لوسی کی صحت دن بدن خراب ہوتی گئی۔ مگر جس طرح ممکن تھا وہ احتیاط سے محفوظ رہنے کی کوشش کرتی تھی۔ آخر کار الگزینڈر کی رہائی کے دن قریب آگئے۔ اور میں نے دیکھا کہ اب اس کا حوصلہ پھر بلند ہو رہا ہے۔ وہ سابقہ بے حسی کو ترک کرنے لگا۔ جو اب تک اس کے ذہن اور قوا پر حاوی تھی۔ وہ کبھی کبھی ایام رہائی کا ذکر بھی کیا کرتا تھا۔ لیکن واکڈن دور سے ہی اس کے معاملہ پر توجہ دے رہا تھا۔ اور اس نے اس مصیبت زدہ کنبہ کے خلاف انتقام کی جو تجویز سوچی تھی۔ اس سے خوش ہو رہا تھا۔ یہ آخری صدمہ اس دن نازل ہوا جب الگزینڈر نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ آج میری طبیعت اتنی بشاش ہے کہ عرصہ دراز سے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اسی روز الگزینڈر کے خلاف ایک ہزار پونڈ کی ایک نئی رقم کے لئے نیا پروانہ حراست داخل کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ الگزینڈر کے قرضخواہوں کا جو جدول تیار کیا گیا تھا۔ اس میں ایک ہزار پونڈ کی رقم شامل نہ تھی۔ جس کی وجہ سے عدالت کا فیصلہ اس رقم کے لئے جو شامل

جدول نہ ہوسکی ۔ نادرست سمجھا گیا ۔ قانون میں اس قسم کی ایک دفعہ موجود ہے ۔ اور جو بدنصیب مقروض لوگ ان قوانین کے مطابق جو تاجروں پر عاید ہوتے ہیں ۔ عدالت دیوالہ کی پناہ حاصل نہ کرسکیں ۔ ان کے متعلق بارہا اس سے کام لیا جاتا ہے ۔ سب سے پہلے مجھے اس نئے پروانہ حراست کی خبر اس طرح پر ملی ۔ کہ قید خانہ کی ایک خادمہ نے مجھ سے آکر کہا ۔ مسٹر کریڈک نہایت پریشان ہے ۔ اور فوراً آپ سے ملنا چاہتی ہے ۔ یہ سنتے ہی میرا ماتھا ٹھنکا ۔ اور میں نے سمجھا ۔ یہ ضرور اس شیطان واکڈن کی کوئی تازہ شرارت ہے ۔ جب میں اُن کے کمرہ میں پہنچا ۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ الگزینڈر نیم بیہوشی کی حالت میں بستر پر لیٹا ہوا رہ رہ کر لمبی سانس لے رہا ہے ۔ محض اس سانس کی وجہ سے معلوم ہوتا تھا ۔ کہ وہ زندہ ہے ۔ لوسی اس کے قریب دوزانو بیٹھی التجا کرتی تھی ۔ کہ اس طرح مایوسی کو دل میں جگہ نہ دو ۔ بچے اگرچہ اس تازہ مصیبت کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر تھے جو اس کنبہ پر نازل ہوئی ۔ تاہم والدین کو پریشان دیکھ کر وہ بھی دردناک چیخیں مار رہے تھے ۔ میں نے اپنے بدنصیب دوست سے کہا ۔ مردوں کا کام استقلال کو شامل حال رکھنا ہوتا ہے ۔ جس نے ہمت ہار دی ۔ اس کا اس دنیا میں کوئی ٹھکانا نہیں ۔ آخر بدقت میری درخواست اور لوسی کی منت سماجت پر اس نے سنبھالا کیا ۔ میں نے کہا ۔ اب آپ دوبارہ عدالت دیوالہ میں درخواست دیں ۔ تو مجھے یقین ہے کہ مزید حراست کا حکم صادر نہ ہوگا ۔ اور آپ کو قریباً ڈیڑھ ماہ کے عرصہ میں رہا کردیا جائے گا ۔ مگر وہ پریشان حال ہوکر بولا ۔ اس کے لئے ضروری اخراجات کہاں سے مہیا کئے جائیں؟ میں نے جواب دیا ۔ قید خانہ کے مارشل کے پاس کچھ خیراتی فنڈ موجود رہتا ہے ۔ میں اس سے درخواست کرتا ہوں ۔ کہ وہ آپ کو مدد دے ۔ الگزینڈر کو یاس کی تاریکی میں شعاع امید کی جھلک سے ذرا تازگی محسوس ہوئی ۔ اور وہ باصرار کہنے لگا ۔ دوست اس کام کو ابھی کیجئے ۔ میں اس سے وعدہ کرکے رخصت ہونے لگا ۔ تو لوسی نے بڑے جوش سے میرا ہاتھ دبایا ۔ اور ہلکی آواز سے کہنے لگی ۔ اے صاحب اس دنیا میں اب فقط آپ ہی ہمارے دوست ہیں ۔

اس کے قریباً دس منٹ بعد میں مارشل کے دفتر میں بیٹھا ۔ اس سے سارے حالات بیان کر رہا تھا ۔ میں نے اُسے الگزینڈر کریڈک کی ساری داستان سے مطلع کیا

اور اس سلسلہ میں لوسی کے قابل تعریف طرزِ عمل کا ذکر بھی نظر انداز نہ کیا۔ مارشل ایک نیک نہاد آدمی ہے۔ اگرچہ جیلخانہ کے منتظم کی حیثیت میں اس کا مادہ بھی وہ بھی بڑی حد تک سخت ہو چکا ہے۔ بہر حال اس نے سارا قصہ بڑی توجہ سے سنا۔ پھر کہنے لگا۔ مسٹر پیا لٹامیں نے مسٹر واکڈن کا نام کئی مرتبہ سنا ہے۔ اور اب تک میں اُسے ایک نیک دل وکیل سمجھتا تھا۔ بہرحال آپ کے بیان نے آج اول مرتبہ اسے میری نظروں میں ایک نئی رنگت میں پیش کیا ہے۔ میں ضرور اس سے ملوں گا۔ اور اگرچہ میں جانتا ہوں کہ وہ تندخو آدمی ہے۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ وہ ایسے حالات میں جو آپ نے بیان کئے ہیں۔ ایک مظلوم شخص کو قید خانہ میں رکھنے پر اصرار نہ کرے گا۔ میں اس کے سامنے کریڈک کی ساری داستان بیان کر کے جیسا آپ نے میرے روبرو بیان کی ہے۔ اس کے دل میں رحم کا اثر پیدا کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور اگر اس نے پھر بھی اُسے قید خانہ میں رکھنے پر اصرار کیا تو میں اپنے پاس سے مالی امداد دے کر اس معاملہ کو عدالت تک پہنچاؤں گا۔ اس عرصہ میں کریڈک کو میری طرف سے یہ ایک پونڈ دے دیجئے۔ میں نے مارشل کا اس کی نیک دلی اور ہمدردی کے لئے شکریہ ادا کیا۔ اور روپیہ اور خوش خبری لے کر کریڈک کے کمرہ کی طرف جا رہا تھا۔ کہ معلوم ہوا۔ ایک نیا قیدی اس وقت جیل میں لایا گیا ہے۔ وہ ایک پہرہ دار کی حراست میں تھا۔ پہرہ دار نے اس کا نام پوچھا۔ تو اس نے سکڈمی مور بتایا۔ اس نام کو سن کر میرے کان کھڑے ہو گئے۔ اور جب میں نے اس کا حلیہ غور سے دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے الگزینڈر کو اس مصیبت میں پھنسایا۔ بات یہ ہے کہ الگزینڈر نے بارہا اس شخص کی کیفیت میرے روبرو بیان کی تھی۔ مجھے اس بات سے رنج ہوا کہ اس شخص کو اسی قید خانہ میں لایا گیا ہے۔ کیونکہ میں ڈرتا تھا۔ الگزینڈر اس جوش کی وجہ سے جو اُسے اس شخص کے خلاف تھا۔ اس پر ہاتھ نہ اٹھا دے۔ اس خیال سے کہ یہ اطلاع جلد یا بدیر ضرور الگزینڈر کے کانوں تک پہنچ جائے گی۔ میں نے خود ہی اس کا ذکر کرنا بہتر سمجھا۔ تاکہ وہ جان لے میرا دشمن بھی قید خانہ کے اندر آ چکا ہے۔ لیکن سب سے پہلے میں نے وہ خوشخبری پہنچائی جو مارشل نے دی تھی۔ اور لوسی کو یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ مارشل کو ہمارے حال سے گہری ہمدردی ہے۔ لیکن اس کے بعد جب میں نے سکڈمی مور کے اس قید خانہ میں آنے کا ذکر کیا۔ تو الگزینڈر کا انداز ایسا عجیب

پر اسرار اور خوفناک ہو گیا۔ کہ میرے اور لوسی کے دل میں اندیشہ پیدا ہوا۔ ہم نے درخواست
کی۔ کہ سکاٹ مین آپ کو مشغول رکھے۔ تو اس کی طرف توجہ نہ دینا۔ مگر وہ بالکل خاموش رہا
اور پسند نہیں کیا۔ مجھے امید ہے۔ کہ ڈاکٹر کو انگلستان بھیجنے پر آمادہ کیا گیا
اور اس طرح پر وہ اس بدمعاش کے قریب ہی رہیگا جس نے اسے قید کیا تھا۔ اس
کے علاوہ میں نے یہ بھی ارادہ کیا۔ کہ جہاں تک ممکن ہوگا۔ میں خود انگلینڈر کے قریب رہونگا
اور مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی۔ کہ وہ اس روز حسب معمول قیدخانہ کے کسی حصہ میں سیر کرنے
نہ نکلا۔

اس کے قریبا دو گھنٹہ بعد قیدخانہ کے مارشل نے اطلاع بھیجی۔ کہ میں مسٹر ویگٹن سے
ملنے گیا تھا۔ لیکن وہ مجھے دفتر میں نہیں ملا۔ البتہ میں اس کے ہیڈ کلرک سے کہہ آیا ہوں
کہ شام کو پھر ملنے آؤں گا۔ اس وقت ملاقات کا کیا نتیجہ ہوگا۔ اس کی خبر میں آپ کو پہنچاؤنگا
اس سے معلوم ہوا۔ کہ مارشل نے جو کام ہاتھ میں لیا ہے۔ اسے پوری سرگرمی سے کر رہا ہے
خود لوسی کو بھی میری طرح اس سے کچھ امید تھی۔ لیکن انگلینڈر کو مارشل کا پیغام سنایا گیا۔ تو
اس نے بڑی لاپرواہی کا اظہار کیا۔ مگر اس سے میرے دل میں تشویش بڑھی۔ یہ ظاہر تھا۔ کہ وہ
مختلف معاملات پر دل ہی دل میں کڑھتا ہے۔ اور میرے لئے یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا
کہ سب سے زیادہ جو سوال اس کے زیر غور ہے۔ وہ سکاٹ مین کا اس قیدخانہ میں لایا
جانا ہے۔ لیکن یہ دیکھ کر مجھے گونہ اطمینان ہوا۔ کہ لوسی اگرچہ میری امیدوں کی حصہ دار
تھی۔ تاہم وہ میرے اندیشوں کو اسی حد تک بے بنیاد سمجھتی تھی۔ غرض سب سے زیادہ اس
خیال سے خوش تھی۔ کہ میرے شوہر کی رہائی کا وقت اب قریب آ رہا ہے۔ میں اس دن
قریبا نو بجے تک کرک کے کمرہ میں رہا۔ اس وقت مجھے ایک چٹھی موصول ہوئی جس میں میرے
وکیل نے میرے مقدمہ کے متعلق چند ضروری کاغذات طلب کئے تھے۔ میں ان کاغذات
کی تلاش کے لئے اپنے کمرہ میں گیا۔ اور جاتے وقت لوسی سے کہتا گیا۔ کہ میں جلدی
ہی واپس آتا ہوں۔ مارشل کی اطلاع کا مجھے ہر لحظہ انتظار ہے۔

اب میں اس داستان کے سب سے المناک حصہ کی طرف آتا ہوں۔ مجھے اپنے کمرہ
میں گئے پانچ ہی منٹ گذرے ہونگے۔ اور میں نے ان کاغذات کو جن کی تلاش
تھی۔ یکجا کر کے قاصد کے حوالہ کیا ہی تھا۔ کہ لوسی دروازہ پر دستک دیئے بغیر یکایک میرے

کمرہ میں گھس آئی - وہ اس شخص کی طرح جو بالکل تھکا ماندہ ہو - فرش پر بیٹھ گئی - اور دیر تک کوئی کلمہ زبان سے ادا نہ کر سکی - اس کی حالت دیکھ کر مجھے سخت پریشانی ہوئی - یہاں تک کہ جب میں نے صراحی سے ٹھنڈا پانی گلاس میں ڈالکر اس کی طرف بڑھایا - تو میرا ہاتھ رعشہ کے مریض کی طرح کانپ رہا تھا - لوسی کی زبانی معلوم ہوا - کہ ایک لمحہ پیشتر الگزینڈر بیٹھا بیٹھا چونک کر کھڑا ہو گیا - اور ایک چاقو ہاتھ میں لے کر بے تحاشہ کمرہ سے بھاگ نکلا - لوسی نے بیان کیا - کہ میں نے اس کا تعاقب کیا - مگر وہ میری نظروں سے فوراً ہی غائب ہو گیا - اور اب میں اضطراب اور پریشانی کی حالت میں کوئی اور چارہ کار نہ دیکھ کر آپکے کمرہ کو دوڑی آئی ہوں - وہ ان مختصر لفظوں میں اپنی آمد کا مدعا بیان کر رہی تھی - کہ پریڈ کے میدان کی طرف خوفناک چیخوں کی آواز سنائی دی - مجھے یاد نہیں اس وقت ہم نے کیا خیال کیا - یا ہماری زبان سے کیا کلمات نکلے - یہ بھی یاد نہیں کہ ہم کس طرح سیڑھیوں سے اترے - بہرحال اتنا معلوم ہے - کہ ان خوفناک چیخوں کی آواز سن کر میں بے تحاشا ان قیدیوں کے ہجوم میں گھس گیا - جو پریڈ کے میدان میں جمع تھا - اور وہاں چاند کی روشنی میں مجھے ایک ایسا نظارہ دکھائی دیا جس کی یاد اب بھی بدن میں لرزہ پیدا کر دیتی ہے - ایک شخص خون میں غلطاں فرش زمین پر پڑا تھا - اور دوسرا بے حرکت اور پرسکون - تین چار قیدیوں کی گرفت میں موجود تھا - آپ سمجھ گئے ہوں گے - کہ اول الذکر سکڈی مور اور آخر الذکر الگزینڈر کریڈک تھا - دفعتاً ایک عورت کی چیخیں میرے کانوں کو سنائی دیں - مڑ کر دیکھا - تو معلوم ہوا کہ لوسی وحشت زدہ ہو کر اپنے شوہر سے لپٹ گئی ہے - وہ ایسی جگر دوز آواز سے جس کی گونج اب تک میرے کانوں میں آتی ہے - چلا کر کہنے لگی - الگزینڈر یقیناً یہ تمہارا فعل نہیں - مجھے امید اور یقین ہے - کہ تم نے ایسا نہیں کیا ہوگا - خدا کے لئے اپنی زبان سے کہدو - کہ یہ فعل میں نے نہیں کیا -

اتنے میں آواز سنائی دی - کہ مارشل آگیا - ہمارے دیکھتے دیکھتے مارشل جو اس قیدخانہ کا منتظم ہے - ایک اور شخص کو ساتھ لئے اس مقام پر پہنچا - جسے چاند کی روشنی میں میں نے فوراً پہچان لیا - کہ واکڈن ہے - اور وہ چہرہ ! اُف ! وہ اس وقت کس قدر تبدیل شدہ تھا ! اب اس پر سابقہ سکون اور لاپروائی کا اثر نمودار نہ تھا - بلکہ

ناقابل بیان رنج اور ذہنی اذیت کے آثار ظاہر تھے۔ جب مختصر لفظوں میں حاضرین نے مارشل اور واکڈن سے سکڈی مور کے قتل کا واقعہ بیان کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ الگزینڈر کریڈک نے اسے قتل کر دیا ہے۔ تو ایک ایسا نظارہ دیکھنے میں آیا جس کا صحیح نقشہ میرے الفاظ بہت ہی کم پیش کر سکتے ہیں۔ دفعتاً واکڈن گنہگار بدنصیب نوجوان کی طرف اچھل کر بڑھا۔ اور اپنے دونو بازو وحشیانہ انداز سے اس کے گرد ڈال کر جبکہ لوسی اس کی صورت دیکھ کر سہمی ہوئی ایک طرف کو ہٹ گئی۔ چلا کر کہنے لگا۔ میرے بیٹے! میرے عزیز گمگشتہ بیٹے! معاف کر۔ کہ میں تیرا باپ تیری تباہی اور بربادی کا موجب ثابت ہوا۔ الٰہی! مجھے اپنے اعمال کی کتنی سخت سزا ملی ہے! آہ یہ ایسی سزا ہے۔ جو شاید دوزخ میں بھی کسی گنہگار کے لئے نہ ہو گی۔ اتنا کہہ کر بدنصیب واکڈن مغلوب دل شکستہ اور ان جذبات کے زیر اثر پریشان خاطر جن کا خیال بھی نہایت خوفناک ہے۔ دھڑام سے فرش زمین پر گر پڑا۔

اس جگہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں چند واقعات کی تشریح مختصر طور پر کر دوں شام کو جب مارشل مسٹر واکڈن سے ملنے گیا۔ تو وہ اسے دفتر میں موجود ملا۔ اس نے التجا کی۔ کہ آپ الگزینڈر کی رہائی کی اجازت دیں۔ لیکن وہ سنگدل یہی کہتا رہا کہ اس نے میری ایسے طریق پر توہین کی ہے۔ کہ میں کسی حالت میں بھی اس سے رحم کا سلوک نہیں کر سکتا۔ مارشل اس خیال سے کہ شاید بدنصیب نوجوان کے واقعات زندگی رحم کا احساس پیدا کر دیں۔ الگزینڈر کی سرگذشت سنانے لگا۔ مگر اس نے ابھی اتنا ہی بیان کیا تھا۔ کہ الگزینڈر مسٹر کریڈک کا اپنا بیٹا نہیں۔ بلکہ ایک گم شدہ بچہ تھا۔ جو کریڈک کو ڈاکٹرز کامنز کے مضافات میں ملا۔ کہ واکڈن کا رویہ بالکل ہی بدل گیا۔ چہرہ زرد ہو گیا۔ اور وہ پتہ کی کانپنے لگا۔ ایک لمحہ بعد اس نے اپنے منہ کو دونوں ہاتھوں سے چھپا کر سخت ذہنی اذیت کی حالت میں کہا۔ اے رحیم خدا! مجھ سے زیادہ دیو سیرت آدمی اس دنیا میں کون ہو گا۔ جس نے اپنے لخت جگر کو اس بے دردی سے لوٹا۔ اور اس پر ظلم کیا۔ مجھ سے زیادہ بدنصیب . . . مجھ سے زیادہ کمینہ اور شریر النفس شخص اور کوئی نہیں ہو سکتا! واکڈن کی زبانی ان لفظوں کو سنکر قدرتی طور پر مارشل کو سخت تعجب ہوا۔ لیکن حقیقت میں اس شخص کی ذاتی ملامتیں بالکل درست تھیں۔

کیونکہ الگزینڈر مسٹر واکڈن ہی کا بچہ تھا۔ جو سالہا سال پیشتر ایک نوکر کی غفلت سے ڈاکٹرز کامنز کے نواحات میں گم ہوگیا۔ اور آخرکار کریڈک کو ملا۔ اس کا سراغ پادری کے انتقال کے ساتھ ہی مٹ گیا تھا۔ مگر اس بچہ کے غم میں مسز واکڈن دل شکستہ ہو کر مری۔ اور اغلب یہ ہے۔ کہ اسی مصیبت نے وکیل کے اپنے دل پر ایسا اثر کیا۔ کہ اسے سخت گیر بے رحم اور سنگ دل بنا دیا۔

ہائے افسوس کتنی مصیبتوں کا ہجوم اس نے اپنے بیٹے کو اجنبی سمجھ کر اس کے سر پر ڈالا۔ مگر وہ آخرکار خوفناک زور کے ساتھ اس کے اپنے سر پر پڑا۔ اس نے اپنے سخت جگر کو تباہ کیا۔ اسے قاتل بنایا۔ اور اپنی بہو کی اجائز عشق کا اظہار کیا۔ اے حضا یقین جانئے۔ اس رات قید خانہ کے میدان پریڈ میں جو نظارہ میرے دیکھنے میں آیا۔ وہ بڑا ہی خوفناک تھا۔ سکڈسی مور کی لاش اس شخص کے پاؤں میں پڑی تھی۔ جسے اس نے دھوکا دیا۔ اور اس لاش کے قریب بے حس وحرکت خود واکڈن پڑا ہوا تھا۔ جو سکڈسی مور کا شریک کار بنکر اپنے بیٹے کی تباہی اور بربادی کا موجب ثابت ہوا۔ مگر الگزینڈر کی یہ حالت تھی۔ کہ جو کچھ ہو رہا تھا وہ اس کی اسے مطلق خبر نہیں تھی۔ آنکھیں دیکھتی تھیں مگر دماغ واقعات کا مطلب سمجھنے سے قاصر تھا۔ قوت فہم جواب دے چکی تھی۔ اور عجب نہیں کہ جس وقت وہ مہلک چاقو لیکر اپنے کمرہ سے دوڑا۔ یا اس سے بھی پہلے جب میں نے اسوقت اس کے چہرہ پر ایک عجیب رنگت نمودار ہوتے دیکھی تھی۔ جب میں نے اسے بتایا۔ کہ سکڈسی مور اس قید خانہ میں آگیا ہے۔ وہ اس وقت ہی دیوانہ بن گیا ہو۔ رہی لوسی غریب۔ دل شکستہ اور مظلوم عورت۔ وہ یہ سنتے ہی کہ واکڈن میرے شوہر کا حقیقی باپ ہے غش کھا کر گر پڑی تھی۔

لیکن میرے لئے اب ان تفصیلات میں داخل ہونا غیر ضروری ہوگا۔ اس لئے میں اپنے قصہ کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ حالات پیش آمدہ میں مارشل نے ضروری احکام صادر کر دیئے۔ اور جب لوسی کو ہوش آیا۔ تو اسے معلوم ہوا۔ کہ جو کچھ میں نے دیکھا۔ وہ ایک خوفناک خواب نہیں۔ بلکہ حقیقت ہے۔ لوگ میرے شوہر کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔ اور اب وہ ایک دیوانہ اور قاتل کی حیثیت میں کوٹھری میں بند ہے۔ یہ دیکھو پاش فرض میرے ذمہ آیا۔ کہ بچوں کی خاطر اس سے حوصلہ قائم رکھنے کی ...

کروں۔ اس اثنا میں واکڈن کو بھی ہوش آگیا تھا۔ اس نے ہاتھ جوڑکر لوسی سے منت کی۔ کہ تم مجھے اپنے باپ کی طرح سمجھو۔ اور ان بچوں کو لے کر میرے مکان پر چلو۔ مگر اس نے اس طرح ٹھکرا کر اور ایسے وحشت آمیز طریق پر چیختے ہوئے انکار کیا۔ کہ بدنصیب واکڈن کو معلوم ہوگیا اسے مجھ سے کس درجہ نفرت ہے مارشل نے ازراہ ترحم اس بدنصیب عورت اور اس کے بچوں کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ اور سکڈی مور کی لاش ایک کمرہ میں پہنچا دی گئی۔ تاکہ دوسرے دن افسر مرگ اس کے متعلق تحقیقات کرسکے۔

میری داستان یہاں پر ختم ہوتی ہے۔ جس رات یہ واقعات ظہور میں آئے۔ اسی رات کو الگزینڈر کریڈک اسقدر جوش میں بھرا۔ کہ اس میں خوفناک دیوانگی پیدا ہوگئی۔ سرسام کا عارضہ اسے کئی بار ہو چکا تھا۔ مگر اس مرتبہ اس زور کا دورہ ہوا۔ کہ ظالم سکڈی مور سے بدلہ لینے کے بعد دوبارہ گھنٹے کے اندر اندر اسے دارفانی سے چل دیا۔ اسکے دس دن بعد مارشل کے نام واکڈن کی طرف سے ایک چٹھی موصول ہوئی۔ جو بعد ازاں میرے بھی دیکھنے میں آئی۔ اس کا مضمون کم وبیش یہ تھا۔

"میں عنقریب انگلستان سے رخصت ہونیوالا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ جسے میرا نام سن کر ہی بدن میں لرزہ پیدا ہوتا ہے۔ آئندہ کبھی میرا ذکر نہ سن سکے گی۔ میرا اشارہ اپنی مظلوم بہو کی طرف ہے۔ سکڈی مور نے اس کے شوہر سے دس ہزار پونڈ دھوکے۔ سے حاصل کئے۔ جن میں سے پانچہزار میرے حصہ میں آئے۔ یہ رقم معہ سود در سود میں نے اس کے نام جمع کرادی ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس شخص کو معاف کردے گی۔ جو صدمات سے مغلوب اور دل شکستہ ہو چکا ہے۔ اور جسے اب خود اپنی ذات سے سخت نفرت ہے۔"

اگر ایسی خوفناک مصیبتوں میں جیسی لوسی کو برداشت کرنی پڑیں۔ انسان کے لئے کوئی بات موجب تسکین ہوسکتی ہے۔ تو کہنا پڑتا ہے۔ کہ اس خط کی وصولی سے لوسی کی اس وجہ سے کچھ تسکین ہوگئی۔ کہ اب یہ مظلوم اور معصوم بچے احتیاج سے ہر طرح محفوظ رہیں گے چنانچہ وہ انہیں لے کر نارووڈ کے قریب ایک چھوٹے لیکن پرآسایش مکان میں اُٹھ گئی اور جانے سے پہلے اس نے میرا ان عنایات کے لئے جو وہ کہتی تھی کہ آپ ہم سے کرتے رہے ہیں۔ تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ میں وقتاً فوقتاً انہیں جو امداد دیتا رہا تھا اس کی ادائیگی

کے ملعون پار سن نے کچھ رقم مجھ سے زبردستی دینی چاہی۔ لیکن حقیقت میں وہ رقم میری دی ہوئی رقم سے سوگنا زیادہ تھی۔ میں نے باصرار اس کی وصولی سے انکار کیا۔ اور ماس سے جدا ہونے کے وقت اس طرح زار زار روتا تھا۔ گویا وہ میری اپنی بیٹی ہو۔ اپنے شوہر کے انتقال کے بعد وہ صرف ایک سال زندہ رہی۔ اور اس عرصہ میں گاہ بگاہ بچوں کو ساتھ لے کر مجھ سے ملنے آیا کرتی تھی۔ لیکن ہر بار جب وہ میری ملاقات کو آتی۔ ضرور کوئی چیز بطور تحفہ ساتھ لاتی تھی۔ مسلسل شب بیداری۔ گہرے تفکرات محنت مشقت اور خوفناک صدمات نے جو اسے اس ملعون قید خانہ میں اٹھانے پڑے اس کی صحت کو تباہ کر دیا تھا۔ اور آخر کار وہ اپنے شوہر کی مرگ کے بعد ایک ہی سال کے اندر راہئی ملک عدم ہوئی۔ مرتے وقت اس کے پاس ایک ہمسایہ سہیلی موجود تھی۔ جسے اس کی داستان سن کر گہری ہمدردی پیدا ہو گئی تھی۔ اس سہیلی نے ان بچوں کی ماں کی طرح حفاظت کرنے کا فرض اپنے ذمہ لیا۔ اور وہ اس فرض کو خوش اسلوبی سے ادا کرتی رہی ہے۔ یتیم بچوں کا مالی انتظام دو شریف اور معزز شخصوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور چونکہ واکڈن کچھ عرصہ قبل مرتے وقت اپنی ساری جائداد انہی کے نام چھوڑ گیا تھا۔ اس لئے وہ بالغ ہونے پر مالدار اور خوشحال ہو نگے۔ غریب لوسی کو اسی قبر میں دفن کیا گیا جس میں اس کا شوہر مدفون تھا۔ اور اسی پر میری "داستان الم" کا خاتمہ ہوتا ہے۔

اتنا کہہ کر عمر رسیدہ شخص نے اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھے۔ فرینک کرٹس نے اس داستان کو نہ صرف گہری توجہ سے سنا۔ بلکہ وہ اس کے رنج دہ واقعات سے بہت متاثر ہوا۔ اور وہ اس پر کچھ رائے زنی کرنے کو تھا۔ کہ کھڑکی سے باہر دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کپتان اسے ادھر ادھر تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ کرٹس اس المناک داستان کیلئے مسٹر پراوٹ کا شکریہ ادا کر کے کپتان کی طرف روانہ ہوا۔

کپتان اوبلنڈ ڈبس نے جو خبر سنائی۔ وہ چنداں خوشگوار نہ تھی۔ معلوم ہوا کہ بکر سٹریٹ کے قارقوں نے مسز کرٹس کو سوائے پہننے کے کپڑوں کے اور کوئی چیز اٹھانے کی اجازت نہیں دی۔ چنانچہ وہ قابل قدر خاتون اپنے دو ٹرنک اور پانچ بچے ساتھ لے کر بلوبیڈینگ کے قریب ایک مکان میں سکونت پذیر ہو گئی۔

کپتان کو مسٹر فریننٹ کی ملاقات سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا تھا۔ کیونکہ اگرچہ اس

نے قابل قدر نایٹ کو بہت کچھ دھمکایا اور اس کی منتیں بھی کیں - مگر اس نے نہ تو کچھ نقدی دی - اور نہ چک پر ہی دستخط کئے -

فرنیک کرٹس سارے حالات سن کر قیدخانہ کے غریب حصہ میں بھیجے جانے کے خیال سے کانپ اٹھا - اور کہنے لگا "پھر اب کیا کرنا چاہیئے؟"

"یسوع کی قسم! اور اب تمہارے لئے مناسب یہی ہے - کہ شریفانہ طریق پر عدالت دیوالہ میں پیش ہو" کپتان نے کہا " اور اگر عدالت نے تمہیں واپس قیدخانہ میں بھیجا تو میں جج کی کھال نہ ادھیڑ ڈالوں - تو میرا نام کپتان اوبلنڈ ربس نہیں -"

فرنیک کرٹس کہنے لگا "بیشک اب سوائے اس کے چارہ کار نہیں - کہ عدالت دیوالہ کی پناہ لی جائے - پس زیادہ بہت دعل کے بغیر مجھے فوراً ہی اس طرف رجوع کرنا چاہیئے"

باب ۱۰۵ پُراسرار حبشی کے قیدی

اب ہم مسٹر فرنیک کرٹس کو عدالت دیوالہ کی معرفت پنجہ سے رہائی حاصل کرنے کی تدابیر میں مصروف چھوڑ کر یہ فرض کر لیتے ہیں - کہ ٹم دی سینفر - جوش پیڈلر - اولڈ ڈیتھ مسز ہنس اس کے شوہر اور ٹڈ مارش کے حبشی کے زیر حراست آنے کے بعد ایک ماہ کا عرصہ گذر چکا ہے -

رات کے نو بجے تھے - کہ حبشی اپنے ملازم قیصر کو ساتھ لئے جس کے ہاتھ میں ایک شمع تھی - اس مسقف زمین دوز راستہ میں داخل ہوا جس میں قیدیوں کو جدا جدا کوٹھڑیوں میں رکھا گیا تھا - ان دونوں کے پیچھے ولٹن ایک بھاری ٹوکرا لئے چل رہا تھا - اور سب سے آخر میں حبشی کے دو اور ملازم تھے جن میں سے ایک کے ہاتھ میں برہنہ تلوار اور دوسرے کے دونوں ہاتھوں میں بھرے ہوئے پستولوں کا جوڑا تھا -

پہلی کوٹھڑی کا دروازہ کھولکر حبشی نے شمع قیصر کے ہاتھ سے لے لی - اور کمرہ کے دروازہ پر رک کر کہنے لگا "ٹموتھی رچلینٹ تمہاری حراست کا ایک دن اور گذر گیا - اگر نہیں ملک کی فوجداری عدالت کے سپرد کیا جاتا - تو اب تک تمہاری زندگی

کا خاتمہ ہو چکتا۔ کیونکہ تمہارے جرم کی سزا موت کے سوا اور کچھ نہ ہوتی"

سپلنٹ نے ایسے لہجہ میں جس سے سننے والے کو صداقت کا گمان ہوتا تھا کہا۔ "کاش اس قید تنہائی سے موت ہی آجاتی تو اچھا تھا۔ اس قبر نما تاریکی میں زندہ رہنے کی بجائے مرجانا سہل تھا" پھر اس نے باصرار کہا "اے صاحب جس طرح کسی فاقہ کش شخص کو نوالہ ایک نعمت معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح میں اس کمرہ میں روشنی کو ترستا ہوں"

حبشی نے پوچھا "کیا تمہیں تنہائی اور تاریکی میں خوف معلوم ہوتا ہے؟"

"ٹرڈی سپنر کہنے لگا "میرے لئے یہ جگہ دوزخ سے کم نہیں۔ آپ پوچھتے ہیں کہ مجھے خوف محسوس ہوتا ہے؟ میں کہتا ہوں مجھے ہر وقت یہاں خوفناک روحیں دکھائی دیتی ہیں۔"

حبشی نرمی اور سنجیدگی کے لہجہ میں بولا "یہ روحیں تمہارے اپنے گنہگار تخیل کا نتیجہ ہیں" پھر اس نے اس انداز سے کوٹھری کے اندر داخل ہو کر کہ شمع کی روشنی پورے طور پر قیدی کے لاش نما چہرہ پر پڑتی تھی کہا "اب تم دیکھ سکتے ہو۔ کہ اس کمرہ میں کوئی روح یا آسیب موجود نہیں۔ اگر کچھ ہوتا۔ تو تاریکی کی طرح روشنی میں بھی اس کمرہ کے اندر ہی موجود رہتا"

"ٹھیک" سپلنٹ کہنے لگا "یہی سوال ہر وقت میرے دل میں پیدا ہوتا۔ اور مجھے ستاتا رہتا ہے۔ مگر اس کے باوجود میں یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ کہ وہ شخص جو میرے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اس کی روح ضرور اس کمرہ میں رہتی ہے۔ اس کا گلا اسی خوفناک طریق پر کٹا ہوا نظر آتا ہے جس وقت میں اس کمرہ میں تنہا ہوتا ہوں۔ اور چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ تو یہاں پر اس کا موجود ہونا ویسا ہی یقینی ہے۔ جیسے اس وقت آپ کی موجودگی۔ وہ روح حرکت نہیں کرتی۔ بلکہ لاش کی طرح ایک ہی جگہ پر کھڑی رہتی ہے۔ اور تاریکی میں اس کی آنکھیں نہایت خوفناک طریق پر چمکتی نظر آتی ہیں اُف! یہ نظارہ بہت خوفناک ... بہت ہی خوفناک ہوتا ہے" یہ کہتے ہوئے بدنصیب قیدی نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا"

حبشی نے پوچھا "کیا تمہیں اس بات کا رنج ہے۔ کہ تم نے مرہری کو ٹھی

کو قتل کیا؟"

"رنج! سیلنٹ نے بھرائی ہوئی جگر دوز آواز میں کہا۔ "اے کاش میں اپنی زندگی کے آخری چند ماہ کو از سر نو بسر کر سکتا۔ میں کہتا ہوں۔ اس صورت میں بجائے چوری کرنے یا کسی گناہ کا مرتکب ہونے کی بجائے محتاج خانہ میں جانے ... سڑکیں کوٹنے یا فاقہ کشی سے مر جانے کو بہتر سمجھتا۔ کیونکہ اب میں اس حقیقت سے خبردار ہو گیا ہوں۔ کہ اگرچہ ممکن ہے کوئی شخص کسی کی نقدی چرانے جائے۔ تاہم اس کے ہاتھ سے قتل کی واردات ہو جانا بھی بالکل قرین قیاس ہے۔ اور اس بات کو تسلیم کرنا بہت ہی خوفناک ہے مگر میں قائل ہوں۔ یہ باتیں بجائے خود بہت ہولناک ہیں۔ لیکن ان سے بھی بڑھ کر یہ امر کہ جسے قتل کیا گیا تھا وہ تاریکی میں صاف طور پر اسی زخم خوردہ حالت میں موجود ہو۔ اور اپنی سرد آنکھیں ہر وقت قاتل پر جمائے رکھے۔"

حبشی کہنے لگا۔ "تو بھی سیلنٹ اگر تمہارے کمرہ میں روشنی ہو۔ تو پھر تمہیں اپنے جرم کی یاد باقی نہ رہے۔ بھلا اس حالت میں تمہیں آزادی دی جائے۔ تو کیا تم پھر جرم کا دورہ شروع کر دو؟"

"خدا نہ کرے" شخص مذکور نے سر سے پاؤں تک زور سے کانپتے ہوئے کہا "میری دلی تمنا یہ ہے کہ میں اس بدی کے راستہ میں داخل نہ ہوتا۔ اے کاش میں اپنی زندگی کا وہ عرصہ جو گنا ہوں اور جرائم میں صرف ہوا از سر نو بسر کر سکتا۔ میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ میں نیکی کو اپنا شعار بناتا۔ اور اس تجربہ سے ضرور فائدہ حاصل کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک میں اس کمرہ کی تاریکی اور تنہائی میں نہیں آیا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا۔ گناہ کس قدر خوفناک چیز ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ خودکشی کر لوں۔ لیکن . . لیکن" اس نے رکتے ہوئے کہا "میرے اندر اتنا حوصلہ نہیں کہ دیوار سے سر ٹکرا کر مر جاؤں۔ اور مقتول ہیرونٹ کی روح بھی ہر وقت سامنے کھڑی مجھے اس فعل سے روکتی ہے۔"

حبشی نے پوچھا۔ "کیا جب سے تم میری حراست میں آئے ہو۔ تم نے کبھی خودکشی کا ارادہ کیا ہے؟"

"جی ہاں بارہا" سیلنٹ نے زوردار لہجہ میں کہا۔

حبشی کہنے لگا "تم نے اس سے پہلے کبھی مجھ سے ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ میں روز شام

کے وقت تمہارا کھانا پہنچانے اور تم سے گفتگو کرنے آتا ہوں۔"

مجرم شخص سنجیدگی کے لہجہ میں بولا "اس کی وجہ یہ ہے کہ آج تک آپ نے مجھ سے اتنی غیر معمولی نرمی کا اظہار بھی نہیں کیا تھا۔ اور جو شخص تیس دن سے زیادہ عرصہ تنہائی اور تاریکی میں رہ چکا ہو . . . واضح رہے میں آپ کی آمد کے اوقات کو گنتا رہا ہوں۔ اور جانتا ہوں کہ مجھے اس حجرہ تاریک میں رہتے اکتیس دن ہو چکے ہیں . . . جو شخص اتنا عرصہ تاریکی اور تنہائی میں رہے۔ وہ کسی انسان کی آواز سننے کو ترس جاتا ہے۔ اور پھر اگر اس آواز میں نرمی موجود ہو . . . "

ٹونی سپلنٹ کے لہجہ میں اب بتدریج کپکپاہٹ پیدا ہونے لگی تھی۔ یکایک اس کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے . . . ہاں یہ امر واقعہ ہے کہ وہ بدمعاش۔ چور اور قاتل شخص بھی۔ جس نے کبھی اپنی عمر میں آنسو نہیں بہائے تھے۔ اب زار زار رونے لگا۔

دریا جب شدت سرما سے یخ بستہ ہو۔ اور اس کی ناقابل حس سطح پر گلاب کا پھول پھینک دیا جائے۔ تو وہ اس کی موجودگی کو بالکل محسوس نہیں کر سکتا۔ مگر جب آفتاب کی حرارت اس کی یخ کو پانی کی صورت میں بدل دیتی ہے۔ اور جب وہ قدرتی طریق پر بہنے لگتا ہے۔ تو اسی پھول کو چھاتی سے لگا کر چمکدار لہروں سے بوسے دیتا ہوا۔ خوش خوش اپنے ساتھ بہائے لئے جاتا ہے۔ ٹھیک یہی حالت قلب انسانی کی ہے۔ جب دفعت دل کی کُند اور بے اثر حالت سلب ہو جاتی ہے۔ نرمی کا خفیف ترین لفظ بھی نہایت موثر ثابت ہوتا ہے۔

قیدی سے مخاطب ہو کر حبشی نے کہا "تمہارے جرائم بیشمار اور خوفناک ہیں۔ لیکن اس دنیا میں بدترین شخص کے لئے بھی اصلاح کی امید ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ایک گہری آہ کھینچی۔ اور پھر بولا "ہم گنہگار انسانوں کے لئے جو اپنے زمانہ ماضی کو واپس نہیں لا سکتے۔ سوائے توبہ واستغفار کے اور کوئی چارہ کار نہیں۔"

قیدی نہایت موثر لہجہ میں کہنے لگا "جناب میں پورے طور پر تائب ہو چکا ہوں۔ یقین جانئے کہ میں نے اپنے گناہوں سے بالکل توبہ کر لی ہے۔ آج سے چند ہفتے پیشتر مجھے اس قسم کے الفاظ کہتے شرم آتی تھی۔ مگر اب میں انہیں کہکر خوش ہوتا ہوں۔"

پھر وہ چند منٹ تامل کر کے کہنے لگا "میں یہ بھی کہتا ہوں . . . اگرچہ میرا خیال ہے

کہ آپ اسے قابل یقین نہ سمجھیں گے ...."

حبشی نے کہا۔ "تمہیں جو کچھ کہنا ہو صاف دل سے کہہ ڈالو۔"

"یہ جو الفاظ میں نے کوشش کر کے دعا کے الفاظ یاد کئے۔ اور کل رات جس وقت میں نے دعا کی۔ تو وہ خوفناک روح رفتہ رفتہ میری نگاہوں سے دور ہوگئی۔ یا کم از کم وہ مجھے اتنی خوفناک نظر نہیں آتی تھی۔ تھوڑی دیر پیشتر جب آپ آئے ہیں۔ اس وقت بھی میں دعا کر رہا تھا۔ اور اب پھر دعا کروں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں۔ دعا کرنا موجب تسکین ہے۔"

حبشی کہنے لگا۔ "خوشی کی بات ہے۔ بہت اچھی چیز ہے۔ کیا تم کوئی کتاب پڑھنا چاہتے ہو؟"

شخص مذکور نے ایسے انداز سے جس سے راستی کی بو آتی تھی۔ لیکن کسی قدر پرجوش لہجہ میں کہا۔ "اگر میرے پاس ایک شمع اور انجیل ہو۔ تو میں خیال کرتا ہوں۔ اس خوفناک قیدخانہ میں بھی میں اپنے آپ کو مطمئن سمجھوں۔"

حبشی نے پوچھا۔ "یہ خیال تمہیں کیونکر پیدا ہوا۔ کہ انجیل تمہیں مطمئن کر دے گی؟"

سپلنٹ نے جواب دیا۔ "مجھے یاد ہے۔ جب میں چھوٹی عمر میں اسے پڑھا کرتا تھا۔ تو اس میں بہت سی اچھی باتیں درج تھیں۔ اس کے علاوہ اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ہر گنہگار کے لئے جو توبہ کرے شفاعت کی امید ہے۔ میں چاہتا ہوں خداوند کے اس وعدے کو پیش نظر رکھوں۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اس صورت میں میری طبیعت کو زیادہ اطمینان حاصل ہوگا۔ کیونکہ اگرچہ مجھے معلوم ہے کہ اس قسم کا وعدہ خدا نے کیا تھا۔ تاہم میں اسے بار بار دہرانا چاہتا ہوں۔ نیز یہ بھی جاننا چاہتا ہوں۔ کہ خدا نے کبھی میرے جیسے گنہگار شخص کو معافی دی؟"

حبشی کہنے لگا۔ "بہتر ہے میں تمہارے لئے شمع اور کتاب کا انتظام کر دوں گا۔"

سپلنٹ کہنے لگا۔ "آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو میں کہوں گا۔ کہ اس قسم کا مذاق میرے لئے بہت ہی تکلیف دہ ہے۔"

حبشی بولا۔ "میں ہرگز مذاق نہیں کرتا۔ معاملہ اتنا اہم ہے کہ اسے مذاق ہی میں نہیں ٹالا جاسکتا۔" پھر اس نے ولٹن کو اشارہ سے آگے کی طرف بلایا۔ اور اس ٹوکرے سے جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ ایک لیمپ اور دو کتابیں نکالیں۔ کہنے لگا۔ ان میں سے ایک ناول

ہے۔ اور ابھی یہ بتاؤ۔ کہ تم ان بیڑیوں سے کوئی تکلیف تو نہیں پاتے ہو؟"

پیٹنٹ کے چہرے پر بے انتہا خوشی نمودار ہو گئی۔ اور وہ کہنے لگا۔ اگر آپ انجیل دیں تو میں اسے خاص عنایت سمجھوں گا۔ میں آپ کی اس توجہ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو ڈھلک پڑے۔

حبشی نے کہا۔ میں تمہارے انتخاب کی داد دیتا ہوں۔ اگر تم ناول پسند کرتے تو دنیا میں بہت کوئی بھی کتاب نہ تھی۔ اور تم سب سے بھی محروم رہ جاتے۔"

اس کے بعد حبشی نے قیدی کو ایک پلیٹ جس پر روٹی اور سرد گوشت کی قاشیں رکھی ہوئی تھیں۔ اور ایک بوتل پانی کی دی۔ پھر ایک ملازم بیٹھر نے لیمپ جلایا۔ اور اس کے بعد دروازہ کو پھر باہر سے بند کر دیا گیا۔

حبشی ولیم سے یہ کہنے لگا۔ پیٹنٹ حقیقت میں تائب ہو چکا ہے۔ آؤ اب ہم دیکھیں اس کے ساتھی کی کیا حالت ہے؟"

چنانچہ یہ سب پاس والی کوٹھری میں گئے۔ جس میں جوشوا بیڈلر بند تھا۔ دونوں مسلح آدمی اس طریق پر کھڑے ہو گئے۔ کہ جب دروازہ کھلے۔ تو قیدی انہیں صاف طور پر دیکھ سکے۔

جس وقت شمع کی روشنی کمرہ میں داخل ہوئی۔ تو بیڈلر بستر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ "خدا کا شکر ہے۔ آپ پھر آئے۔ مگر یہ تلواریں اور پستول لانا کیا معنی رکھتا ہے؟"

حبشی نے کہا۔ "یہ چیزیں اس غرض سے لائی جاتی ہیں۔ کہ تم کہیں مقابلہ کی نہ ٹھان لو۔ ہم تمہیں پابہ زنجیر نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے اس قسم کی احتیاطیں عمل میں لائی جاتی ہیں۔"

بیڈلر نرمی کے لہجہ میں کہنے لگا۔ "اے صاحب میں کیونکر آپ کو گزند پہنچا سکتا ہوں۔ مانا کہ آپ سخت ہیں۔ لیکن ظالم نہیں۔ اس کے علاوہ میں آپ کا ممنون احسان ہوں۔ کہ آپ نے مجھے حوالہ پولیس نہ کیا۔ میں امید کرتا ہوں۔ میری اس گفتگو سے آپ کو آزردگی نہ ہوگی۔ میں کوشش کرتا ہوں۔ کہ صابر اور حلیم ہوں۔"

"پھر آخر کونسی بات تمہیں مضطرب کرنے والی ثابت ہوتی ہے؟"

جوش پیڈلر نے تلخی کے لہجہ میں کہا۔ "میرے اپنے خیالات۔ جس وقت آپ نے آکر دروازہ کھولا۔ اس سے پیشتر میں یہ سوچ رہا تھا۔ کہ سالہا سال تک مجھ سے کس قدر حماقت کا ارتکاب ہوتا رہا۔ اور اگر میں دیانت داری سے مزدوری کرتا تو کسقدر خوش وخرم رہتا۔"

حبشی نے پوچھا "کیا تمہارا مطلب یہ ہے۔ کہ تمہیں اپنے گذشتہ افعال پر افسوس ہوتا ہے؟"

شخص مذکور نے جواب دیا۔ "میری رائے میں کوئی بھی آدمی جسے اس قسم کی تاریکی میں زیر حراست رکھا جائے۔ خواہ وہ کتنا ہی برا ہو۔ ضرور پشیمان ہو سکتا ہے۔ جس وقت انسان آزاد ہو۔ دوستوں کی صحبت میں رہتا ہو۔ کھانے پینے کو وافر ملے۔ تو وہ ایسی باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ کیونکہ شراب اور دوستوں کی گفتگو سارے تشویشناک خیالات کو دل سے نکال دیتی ہے۔ مگر یہاں پر مایوسی تاریکی میں۔ معاملہ بالکل مختلف صورت رکھتا ہے۔ میری رائے میں تو کسی شخص کو تاریک کوٹھری میں رکھنا کالے پانی کی سزا سے بھی زیادہ سخت ہے۔ بہر حال جو لوگ کالے پانی کی سزا بھگت کر واپس آئے ہیں۔ ان کی زبانی میں نے جو حالات سنے ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے"۔

حبشی نے پوچھا "کیا تم چاہتے ہو۔ کہ تمہیں بھی کالے پانی میں بھجوا دیا جائے؟"

پیڈلر بولا "نہیں کئی وجوہ سے میں اب اسی جگہ رہنا چاہتا ہوں۔ ایک تو اس لئے کہ مجھے دوبارہ بری صحبت میں پڑنا منظور نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں مجھے اندیشہ ہے۔ کہ میرے اعمال پھر بگڑ جائیں گے۔ دوسرے میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہاں پر جو خیالات میرے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہ اگرچہ خوشگوار نہیں۔ تاہم ان کا اثر مفید ضرور ہے"۔

حبشی نے پوچھا "اگر میں اس وقت تمہیں چند پرانے دوستوں سے ملا دوں۔ جنکے ساتھ مل کر تم شراب اور لیمناکو پی سکو۔ تو کیا تم ان کی صحبت میں رہنا منظور کروگے؟"

پیڈلر کچھ سوچکر کہنے لگا۔ "میں حیران ہوں۔ اس کا کیا جواب دوں۔ خیال تو یہ ہے کہ میں ان کے ساتھ مل کر کھانے پینے پر رضامند ہو جاؤں۔ لیکن میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ ایسا کرنا حماقت میں داخل ہوگا۔ ایمان کی پوچھئے تو اب میری خواہش یہ ہے۔ کہ کسی طرح دیانتداری کی روزی کماؤں۔ اور اچھے خیالات رکھوں۔ لیکن یہ صریحاً غیر ممکن ہے"۔ اس نے اپنے سر کو افسردگی کے ساتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیوں غیر ممکن کیوں ہے ؟"

وہ بولا "اچھے خیالات پیدا کرنے کے لئے افعال بھی اچھے ہونے چاہئیں۔ لیکن میں سالہا سال سے گناہوں اور جرائم کا ارتکاب کرتا رہا ہوں۔ میری تمنا ہے۔ کہ نیک ہوں۔ لیکن افسوس یہ تمنا بعد از وقت ہے"۔

حبشی کہنے لگا " تو بہ کا باب ہر وقت کھلا ہے۔ انسان کے لئے نیک بننا کبھی بعد از وقت نہیں"۔

پیڈلر نے کہا " مجھے معلوم ہے۔ انجیل میں ایسا ہی لکھا ہے۔ مگر خلقت کا اطمینان کیونکر ہو۔ لوگ یہی سمجھتے ہیں۔ کہ میرے جیسا برا شخص کبھی کسی اچھے فعل کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہو چکا۔ اسے پیش نظر رکھتے ہوئے مجھے امید نہیں۔ کہ یہ ظاہر کرنے کا کوئی موقع ملے۔ کہ میں اپنی گذشتہ زندگی پر سخت پشیمان اور نادم ہوں۔ کون ہے جو مجھے کام دینا منظور کرے گا ؟ کون ہے جو میری صحبت کو گوارا کر سکتا ہے جناب صاحب مجھ سے اس قسم کے سوالات پوچھنا فضول ہے۔ کیونکہ آپ خود مجھے نا قابل اعتماد جانتے اور اسی لئے یہاں پر مسلح آدمیوں کو ساتھ لے کر آتے ہیں"۔

حبشی نے کہا " کیا اس صورت میں کہ تمہیں یقین ہو۔ تم میری جان لے کر آزادی حاصل کر سکو گے۔ تم ایسا کرنے سے دریغ کرو گے"۔

جوش پیڈلر باصرار کہنے لگا " میں ایمانداری سے کہتا ہوں۔ کہ میں آپ کے سر کے بال کو بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ اس کا نیچ والا معاملہ اب بھی مجھے یاد آتا ہے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میں اسے ذہن میں لاتا ہوا ڈرتا ہوں۔ مجھے تاریکی سے تو چنداں خوف نہیں لیکن اتنا ضرور ہے۔ کہ تاریکی دل میں خوفناک خیالات پیدا کر دیتی ہے۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان خارجی آنکھوں کے سوا کوئی مذہبی آنکھ بھی ہے جسے خاص اشیاء کے دیکھنے سے بند نہیں کیا جا سکتا۔ جو تجربہ میں نے زمانہ حراست میں حاصل کیا ہے۔ اس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر مجھے اس وقت بے نیل و مرام لندن کے بازاروں میں چھوڑ دیا جائے۔ تو بھی میں کسی برے فعل کا مرتکب نہ ہوں"۔

حبشی نے پوچھا " اگر تمہیں اس وقت رہا کر دیا جائے۔ تو پھر تم کیا کرو گے۔ اور کیا تمہارا یہ خیال نہیں ہے۔ کہ عنقریب تمہیں رہا کیا جائے گا ؟"

جوش پیڈلر نے جواب دیا "میں اس قدر دیوانہ نہیں ہوں۔ کہ یہ سمجھوں میری رہائی ممکن ہے۔ لیکن اگر ایسا ہو جائے۔ تو میں فوراً میٹلڈا کے پاس جس کی قسمت میں یہ لکھا تھا۔ کہ وہ میری عورت ہے۔ چلا جاؤں۔"

"اور کیا تمہیں معلوم ہے۔ وہ اب پوری آسائش کی حالت میں ہے؟" حبشی نے کہا۔

جوش پیڈلر بولا "اس کے لئے میں آپ کا ممنون احسان ہوں۔ اور اگر کسی اور وجہ سے نہیں۔ تو محض اس حسن سلوک کی وجہ سے میں ہمیشہ آپ کا مداح رہوں گا۔ مگر جیسا کہ میں بیان کر رہا تھا۔ اگر آپ مجھے رہا کر دیں۔ تو میں ٹلڈا کو ساتھ لے کر لندن سے بہت دور کسی دیہات میں چلا جاؤں۔ اور اپنا نام بدل کر دیانت کی روزی کمانے کی کوشش کروں" پھر اس نے ایک آہ سرد کھینچ کر کہا "اس صورت میں اگر مجھے دو وقت خشک روٹی ہی نصیب ہو جائے۔ تب بھی میں خوش رہوں۔ لیکن مجھ سے اس بارہ میں زیادہ نہ کہلوائیے میرا دل اتنا متاثر ہوتا ہے۔ کہ رونے کو جی چاہتا ہے۔"

آخری چند الفاظ کہتے ہوئے قیدی کی آواز بھر آگئی تھی۔ اور اس کی پلکوں پر آنسوؤں کے چند قطرے نمودار تھے۔

حبشی نے نرمی سے کہا "کیا تم اپنی میٹلڈا کو چٹھی لکھنا چاہتے ہو؟"

گنہگار شخص نے پر اشتیاق لہجہ میں کہا "جی ہاں حضور۔ میں کچھ زیادہ تعلیم یافتہ تو نہیں ہوں۔ لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ لکھ سکوں گا۔ اور اس خط میں اسے کوئی نیک نصیحت دینا میں چاہتا ہوں۔ اسے بتاؤں۔ اس وقت میرے خیالات کس قدر تبدیل ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ اس سے علیحدگی کے ایام میں میں یہ محسوس کرتا ہوں۔ کہ مجھے اس سے بہت زیادہ محبت ہے۔ اتنی کہ جسے میں محسوس نہیں کرتا تھا۔ بیماری اور مفلسی کے ایام میں میں نے اسے گنہگار بننے پر مجبور کیا۔ مگر اب میں اس کے لئے اس سے معافی کا خواستگار ہونا چاہتا ہوں۔"

حبشی کہنے لگا "میں اس وقت تمہارے لئے روشنی کا انتظام کئے دیتا ہوں۔ اور سامان تحریر بھی مہیا کرتا ہوں۔"

جوش پیڈلر کے رخساروں پر آنسو بہ رہے تھے۔ کہنے لگا "آپ بہت ہی

نیک نہاد اور نیک طبیعت ہوں ۔ اگر میں جرانی کے ایام اور اپنے صدق دلی کے آغاز میں کسی آپ جیسے شخص سے ملتا ۔ اور اس کی نصیحتوں پر عمل کرتا ۔ تو یقیناً مجھے آج یہ روز بد دیکھنا نہ پڑتا ۔ لیکن اگرچہ لوگ میرے جیسے شخص کی اصلاح کو غیر ممکن سمجھتے ہیں ۔ بہر حال میں جانتا ہوں ۔ کہ میری ذہنی حالت بالکل بدل چکی ہے ۔ اور میرے خیالات وہ نہیں رہے ۔ جو پہلے ہوا کرتے تھے "

ولفش نے قیدی کو خوراک ایک لیمپ اور سامان نوشت مہیا کیا ۔ میز اس کمرہ میں پہلے سے موجود تھی ۔ بدنصیب شخص اس رعایت سے بہت خوش ہوا ۔ اور جس وقت اس کے محافظ دروازہ بند کر کے جانے لگے ۔ تو اسے بڑی مسرت اور اطمینان کا احساس ہوا ۔

باب ۱۱۰ باقی ماندہ قیدی

جوش پیڈلر کی کوٹھری سے نکل کر حبشی پاس والے کمرہ میں گیا ۔ مگر اس کا دروازہ کھولنے کی بجائے اس نے دروازہ کے اندر بنا ہوا ایک چھوٹا چوبی رخنہ ہی کھولا ۔ جس کی راہ سے اندر جلتی ہوئی شمع کی روشنی کی جھلک نظر آئی ۔

حبشی آواز بدل کر کہنے لگا " مسٹر ارشس کیا اب تمہیں پہلے کی نسبت زیادہ سکون حاصل ہے ؟"

قیدی نے اندر سے جواب دیا " جی ہاں جب سے آپ مجھے لیمپ اور اچھی کتابیں مہیا کر گئے ہیں ۔ میرا وقت نسبتاً خوشی سے بسر ہوتا ہے ۔ میں محسوس کرتا ہوں ۔ کہ میں سزا کا مستحق تھا ۔ اور اب اس طریق پر توبہ و استغفار کر کے مجھے آسائش اور اطمینان حاصل ہوتا ہے ۔ اب مجھے تنہائی کا خوف نہیں رہا ۔ اور جب میں لیمپ کو گل کر دیتا ہوں ۔ تو تاریکی میں ڈر بھی نہیں محسوس ہوتا "

حبشی نے پوچھا " کیا اب تم نسبتاً سکون کے ساتھ دعا کر سکتے ہو ؟"

وہ بولا " جی ہاں اب میں بڑی دلجمعی سے دعا کرتا ہوں ۔ اور مجھے یقین ہے ۔ کہ میری دعا بارگاہ الٰہی میں قبول بھی ہو گی ہے ۔ لیکن آپ یقین کریں ۔ کہ میں اس شہر

شخص کی صحبت میں آنے سے پہلے اتنا برا نہ تھا۔ رنج یہی ہے۔ کہ اس کی صحبت میں رہ کر میں ہر معاملہ میں اس کی مرضی پر چلتا رہا۔ سب سے زیادہ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں نے غریب شام رین کو سرلیئے موت دلانے میں حصہ لیا۔"

حبشی نے دبی ہوئی آواز سے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔ "کیا اب تمہیں اس فعل پر افسوس ہے؟"

وڈارشن نے جس کے لہجہ سے سچی پشیمانی ظاہر ہوتی تھی۔ کہا "میں اس کے لئے خدا کا معافی کا طلبگار ہوں۔ حقیقت میں مجھے اس بات کا سخت افسوس ہے۔ کہ میں نے اس خوفناک معاملہ میں حصہ لیا۔ غریب شام رین کی روح میرے ابتدائی ایام حراست میں ہر وقت میری نظروں کے سامنے پھرا کرتی تھی۔ شاید آپ اس بات کو عجیب خیال کریں۔ مگر آپ کی آواز میری روح کے اندر اسی طرح پہنچتی ہے۔ گویا وہ شام رین کی آواز ہو۔ مگر اب میں ان خیالات پر غالب آچکا ہوں۔ اور دعا کی برکت سے میرے ہر قسم کے توہمات دور ہو گئے ہیں۔ جب کبھی مجھے افسردگی کا احساس ہوتا ہے۔ تو میں سفرنامے پڑھنا شروع کر دیتا ہوں۔ جس سے پھر میری طبیعت سکون پذیر ہو جاتی ہے۔"

حبشی نے پوچھا۔ "کیا اس بڑھاپے میں تم اس بات کے خواہشمند ہو۔ کہ تمہیں پھر اپنی نیک چلنی کے ثبوت کا موقعہ دیا جائے۔ اور تم دوبارہ دیانت داری سے روزی کمانے کے قابل ہو جاؤ۔"

"اے کاش ایسا ممکن ہوتا" شخص مذکور نے بڑے پر شوق لہجہ میں کہا لیکن پھر ذرا تامل کے اداس ہوتے ہوئے لہجہ میں کہنے لگا۔ "مگر ایسا ہونا غیر ممکن ہے۔ مجھ سے غریب شام رین کے معاملہ میں ایک ایسے گناہ کا ارتکاب ہوا۔ کہ اس کی سزا میں مجھے تادم راحت حاصل ہونے کی امید نہیں۔ میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ خدا آپ کی وساطت سے مجھے میرے گناہوں کی سزا دے رہا ہے۔ اگرچہ یہ دیکھتے ہوئے کہ آپ کا سلوک بہت نرمی کا ہے۔ میں اسے سزا بھی نہیں کہہ سکتا۔ بارہا میرے جی میں آتی ہے کہ مجھے یہاں پر اس سے بہت زیادہ سخت سزا ملتی۔ تاکہ میں اپنے گناہوں کا کفارہ اس خلاق عالم کے حضور میں جانے سے پہلے اس دنیا میں ہی کر لیتا۔"

حبشی کہنے لگا "مدارش یاد رکھو وہ قادر مطلق رحیم و کریم ہے۔ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں وہ رحیم ہے"۔ اس نے دوبارہ پرجوش لہجہ میں کہا "تمہارے مستقبل کی نسبت میں نے جو ذکر اس سے پہلے اشارۃً کیا تھا ممکن ہے۔ وہ عملی صورت اختیار کر لے تاکہ تم عمر رسیدہ ہو۔ مگر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ابھی تم کے سال زندہ رہو گے۔ اس حالت میں مناسب جانتا ہوں اپنی پشیمانی کا عملی ثبوت دینے کا موقعہ نہ دینا غلط اور قابل نفرت امر ہوگا۔ لیکن سردست میں اس معاملہ پر زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتا۔ میں تمہارے لئے چند اور کتابیں لایا ہوں۔ ان میں سے ایک "ڈکار ڈف ویکفیلڈ" نام کا ناول ہے۔ جس کے مطالعہ سے تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ اس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ نیک راہ پر چلنے والے کو شروع میں کتنی ہی مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔ انجام کار وہ ضرور کامیاب ثابت ہوتا ہے اب میں چند دن بعد پھر تم سے ملنے آؤں گا"

اتنا کہہ کر حبشی نے وہ چوبی رخنہ بند کر دیا۔ اور خود دروازہ سے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد اُس نے دروازہ کھولا اور اپنے نوکر سے قیدی کو کھانا اور چند عمدہ کتابیں مہیا کیں۔

اس کوٹھری سے چل کر یہ لوگ۔ اس کمرہ کی طرف گئے۔ جس میں ٹوپی منس اور اس کی بیوی دونوں اکٹھے زیر حراست تھے۔ یہاں بھی سابق کی طرح حبشی نے دروازہ میں بنے ہوئے ایک رخنہ میں سے گفتگو کی۔ جس کے اندر روشنی نمودار تھی

بدستور بدلے ہوئے لہجہ میں حبشی نے کہا "کچھ عرصہ تم دونوں کو علیحدہ رکھنے کے بعد اب میں نے تمہیں تین دن سے یکجائی کا موقعہ دیا ہے۔ اب یہاں سے کہنا۔ تم اس ملاپ کو اس جدائی سے بہتر سمجھتے ہو یا نہیں؟"

مسز منس التجا کے لہجہ میں کہنے لگی "جناب ہمیں اکٹھا ہی رہنے دیجئے۔ اب ہمارے تعلقات بہت خوشگوار ہیں۔ اور میں نے اپنے شوہر سے اس بات کا وعدہ کر لیا ہے کہ کبھی بلاوجہ کوئی سخت لفظ اس کے لئے استعمال نہ کروں گی"

ٹوپی کہنے لگا "جناب میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ اب اس کی حالت بالکل ہی بدل گئی ہے لیکن دراصل . . . "

"ہاں دراصل کیا ہے؟" حبشی نے استعجال دکھا کر پوچھا۔

بس جب یہ لگا کہ میں سلسلہ کیفیت آپ کے سامنے صاف طور پر عرض کر دیتا ہوں۔ کیونکہ اب آپ کی طرف سے مجھے کسی طرح کا خوف باقی نہیں رہا۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا۔ کہ شاید اس مسئلہ نے بھی مشوہر کے خیالات میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ اور شکوہ سے بیان سے نکل کر وہ پھر ...

عورت نے قطع کلام کر کے کہا۔ تو بھی مجھے امید نہیں۔ کہ آئندہ تم مجھے کبھی بدلا ہوا پاؤ گے اس وقت اس کے لہجہ میں دہ پورا تغیر اور انداز موجود نہ تھا۔ کچھ کہنے لگی۔ میں جب وقت ملتا ہے انجیل پڑھ کر سناتی ہوں۔ تو طبیعت بہت مطمئن ہوتی ہے۔ اسی طرح اس شریف مرد نے ہمیں چند اچھی اچھی کتابیں دی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے بھی بہت خوشی ہوتی ہے میری خواہش ہے۔ کہ اس مشکل میں مبتلا ہونے سے پہلے بھی ہمارا وقت اسی طرح گذرتا پھر یکایک وہ دروازہ کی طرف منہ کر کے کہنے لگی۔ کیوں جناب کیا آپ ہمیں اس جگہ ہمیشہ کے لئے رکھنا چاہتے ہیں؟

حبشی نرم لیکن استقلال آمیز لہجہ میں کہنے لگا۔ تم مجھ سے کسی طرح کے سوالات نہ پوچھو یہی بات میں تمہیں اس سے پہلے کہہ چکا ہوں۔ ہر قسم کی بے صبری کو دبانے کی کوشش کرو۔ اور استقلال اور برداشت کا مادہ حاصل کرو۔ تم نے اس دنیا میں بہتوں کو تکلیف دی ہے۔ اور تم ایک شریر النفس بد باطن شخص کی شرارتوں کا ذریعہ بنی ہو۔ اب دیکھ لو۔ خدا تمہیں اسی شخص کے ذریعہ سے سزا دے رہا ہے جسے تم پر اقتدار حاصل ہے"

عورت نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔ اور کہنے لگی "اے کاش میری اس قابل نفرت شخص لیونز سے کبھی ملاقات نہ ہوتی"

لوبی بنس نے بھی حقیقی پشیمانی کے لہجہ میں کہنے لگا "کیا ہی اچھا ہوتا۔ کہ میں بھی اپنا تجارتی کام دیانت داری سے جاری رکھتا"

حبشی کہنے لگا "ان باتوں کا اکثر ذکر کیا کرو۔ اور یہ فقرے عام طور پر ایک دوسرے کے سامنے کہتے رہا کرو۔ چند دن کے عرصہ میں میں پھر تم سے ملنے آؤں گا"

اتنا کہہ کر وہ رخنے سے پرے ہٹ گیا۔ دلشن نے دروازہ کھولا۔ اور میاں بیوی کو عجیب کرب اور اخلاقی کشمکش میں چھوڑ گئیں۔

اب یہ سارے آدمی یعنی حبشی اور اس کے ملازم اس سقف زمین دوز راستہ میں

ہے کے اطراف میں مختلف کوٹھریاں بنی ہوئی تھیں۔ اور آگے بڑھتے۔

قیصر نے اپنے آقا سے دبے ہوئے لہجہ اور کپکپاتی ہوئی آواز میں گویا وہ کسی مبہم خوف میں مبتلا ہو۔ پوچھا: "کیا آپ اس سے بھی آج ہی رات ملنا چاہتے ہیں؟"

حبشی نے اس کا فوری جواب نہ دیا۔ بلکہ اپنا ہاتھ پیشانی سے لگا کر کم و بیش ایک لمحہ کسی گہری فکر میں رہا۔

ولٹن جو قیصر کی طرح اپنے آقا کی راز کی باتوں سے باخبر نہ معلوم ہوتا تھا۔ حبشی کی طرف تعجب اور اندیشہ سے دیکھتا رہا۔

کچھ دیر بعد آخر پراسرار حبشی نے کہا: "ہاں میں آج اول مرتبہ بنجمن بلونز سے براہ راست گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ جب سے اسے یہاں لایا گیا ہے۔ اب تک تم لوگ ہی میری طرف سے گفتگو کرتے رہے ہو۔"

یہ سب چپ چاپ چلتے ہوئے مسقف راستہ کے آخری حصہ میں پہنچے۔ وہاں جا کر حبشی نے شمع قیصر کے ہاتھ میں دے دی۔ اور اسے اور باقی ملازموں کو اشارہ سے پیچھے ہٹ کر کھڑے رہنے کا حکم دیا۔ تاکہ جس وقت دروازہ کھلے۔ روشنی کی کوئی شعاع کمرہ کے اندر داخل نہ ہو۔

انہوں نے اس حکم کی خاموشی کے ساتھ تعمیل کی۔ اور ان کا آقا فوراً دروازہ کھول کر کوٹھری کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر پہنچتے ہی دروازہ کو اس پھرتی کے ساتھ بند کر لیا۔ جیسے کوئی وحشی جانوروں کا سدھانے والا استاد کسی درندہ کے پنجرہ میں داخل ہوتے وقت کیا کرتا ہے۔

کمرہ کا اندرونی حصہ بالکل تاریک تھا۔ اتنا تاریک کہ نظر کو کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔ یہ ایسی تاریکی تھی۔ جس کے متعلق کہا کرتے ہیں۔ کہ انسان اسے محسوس کر سکتا ہے۔ اور جو آنکھوں کے سامنے ایک کپڑے کی طرح چھا جاتی ہے۔

"کون ہے؟" اندر ڈیتھ نے اپنی معمولی کھسکھسی آواز میں پوچھا۔ اس آواز میں تندی اور وحشیانہ غراہٹ بھی شامل تھی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ اس کے دل میں اس شخص کے خلاف جس نے اسے یہاں زیر حراست رکھا۔ سخت نفرت اور انتقام کا جذبہ موجود ہے۔

حبشی نے اپنے لہجہ میں جو ڈنڈا رسٹن اور مبش کے ساتھ گفتگو کرتے وقت اس کی تبدیل شدہ آواز سے بھی بہت زیادہ بدلا ہوا تھا کہا: "میں وہ ہوں۔ جس نے تمہیں اس

کمرہ میں رکھا ہوا ہے"۔

ہر چند کہ آواز بالکل بدلی ہوئی تھی۔ تاہم اس میں کوئی خصوصیت ایسی کا اثر اولڈ ڈیتھ کے قلب پر ہوا۔ اور وہ وقتاً چونک کر بھاری گلوگیر آواز سے کہنے لگا" آخر تم کون ہو؟ - کوئی جاندار ہو - یا روح - اور تم چاہتے کیا ہو؟" -

حبشی نے بدستور بدلے ہوئے لہجہ میں کہا" میں بھی تمہاری طرح ایک جاندار شخص ہوں - مگر کیا تمہیں روحوں کا خوف لگا رہتا ہے؟"

کچھ عرصہ خاموشی رہی - اس عرصہ میں صرف اولڈ ڈیتھ کے سانس لینے کی آواز سنائی دیتی تھی - ایسا معلوم ہوتا تھا وہ اپنے قلب میں اس کمرہ کی تاریکی کا دباؤ محسوس کرتا ہے۔

حبشی جو دونوں بازو پیچھے دروازہ کے ساتھ لگا کھڑا تھا - اور جس کا رخ اس طرف تھا۔ جہاں اس کے خیال میں اولڈ ڈیتھ بیٹھا ہوا تھا - کہنے لگا" میں پھر پوچھتا ہوں - کیا تمہیں روحوں سے خوف آتا ہے؟" یہ الفاظ اس نے اولڈ ڈیتھ کو دیکھے بغیر اس سمت میں منہ کر کے کہے جدھر سے اس کی آواز سنائی دیتی تھی - اگرچہ انتہائی تاریکی میں اس کی صورت نظر نہ آتی تھی۔

بنجمن بونز کہنے لگا" تم یا تو شمع لے آؤ - یا مجھے رہا کر دو - پھر میں تمہارے سوالات کا جواب دوں گا"۔ ہر چند کہ اس وقت اس کے سینہ میں اس شخص کے خلاف جس نے اسے زیر حراست رکھا ہوا تھا سخت غصہ تھا۔ تاہم آزادی حاصل کرنے کے خیال سے اس نے اپنی آواز میں نرمی اور التجا کا عنصر شامل کر لیا۔

"کیا تم رحم کے مستحق ہو؟ کیا تمہیں کسی قسم کی رعایات کا حق دار سمجھا جا سکتا ہے؟" حبشی نے [illegible] لہجہ میں کہا۔

"مگر تم میری بابت کیا جانتے ہو؟ تم کون ہو؟ تم نے مجھے یہاں کس لئے منگایا ہے؟ - اور تمہیں مجھ کو اس خوفناک مقام میں رکھنے کا کیا حق حاصل ہے؟" اولڈ ڈیتھ نے نیم وحشیانہ انداز سے پوچھا۔

حبشی کہنے لگا" کیا [illegible] بدترین بدمعاشات تھیں کہ [illegible] زمین [illegible] تماشائیں تم [illegible]

کو قید رکھا کرتے تھے۔ اسی میں تم کو قید کر دیا گیا ہے۔"

"اس سے معلوم ہوا کہ مجھے یہاں لانے میں بدمعاش اینگلم کا ہاتھ ہے۔" پونز نے ایسے لہجہ میں کہا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ وہ غصے سے کانپ رہا ہے "شیطان! دیو سیرت! تم ہی لارڈ اینگلم ہو۔ تم نے اپنا لہجہ بدلنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن میں تمہیں خوب پہچانتا ہوں۔ پہلے دل میں خیال آیا تھا ... اگرچہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ ایک احمقانہ خیال تھا۔ . . بہرحال پہلے تمہاری آواز سنکر میں نے یہ سمجھا تھا۔ کہ یہ آواز ٹام رینا کی ہے"

"ہا ہا ہا!" عمر رسیدہ بدمعاش نے وحشیانہ خوشی سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "مگر میں نے اس دنیا سے اس کا رخت سفر باندھ دیا۔ میں نے اسے پانی پر لٹکوا دیا اور اب اس کی لاش کو یقیناً کیڑے کھا رہے ہونگے۔"

"اینگلم.. کیونکہ میں جانتا ہوں۔ تم ضرور لارڈ اینگلم ہو... اے شیطان دیو سیرت نواب ہر چند کہ تم نے مجھے یہاں زیر حراست رکھا ہوا ہے۔ مگر اس حالت میں بھی میں نے ہی تمہیں پہچان لیا ..."

"بدنصیب بڈھے!" حبشی نے بدستور بدلے ہوئے لہجہ میں ترحمانہ انداز سے کہا۔ "کیا تیرا ضمیر کبھی تجھے ملامت نہیں کرتا؟..."

"وہ تمہیں قریب دیکھ کر مجھے اکساتا ہے..." بنجمن پونز نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے کپڑوں کی سرسراہٹ سنائی دی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ وہ غصے سے بپھرا ہوا ہے "ظالم نے میرا مکان کھدوایا۔ اور جو اسے مجھ سے حاصل کر سکا اب مجھے اسی میں زیر حراست رکھتا ہے۔ کیا یہ انتقام نہیں! تم تو کہا کرتے تھے۔ مجھے کبھی انتقام یا کینہ کا خیال بھی نہیں آتا۔"

حبشی زوردار لہجہ میں کہنے لگا "میں خدا کو حاضر جان کر کہتا ہوں۔ تمہارے خلاف میرے دل میں ذرا بھی کینہ نہیں۔ لیکن کیا تم اس جوش کو چھوڑ کر سکون اور اطمینان کے ساتھ گفتگو نہیں کر سکتے؟"

"میں اس کی کوشش کروں گا۔" اولڈ ڈیتھ نے کہا۔ "بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں کہتا ہوں۔ تم ایک عمر رسیدہ آدمی ہو۔ اور اب اس دنیا میں تمہیں بہت دن زندہ نہیں رہنا ہے.."

"شیطان! کیا تم مجھے قتل کرانا چاہتے ہو؟" لوتر نے اس طرح چیختے ہوئے کہا۔ کہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ اس وقت نہایت خوف زدہ اور خشمگین ہے۔

حبشی نے جواب دیا "بے وقوف اگر مجھے تم کو قتل ہی کرانا ہوتا۔ تو اسی وقت کرا دیتا جب تمہیں یہاں پر زیر حراست لایا گیا تھا۔ پس تم اطمینان رکھو۔"

"مگر تم میری جان لینا نہیں چاہتے۔" اولڈ ڈیتھ نے اشتیاق کے انداز سے کہا ہر چند کہ وہ فطرتاً نہایت تند مزاج تھا۔ مگر اس کے اندر بزدلی بھی حد درجہ کی تھی۔

"خدا نہ کرے۔" حبشی نے کہا۔

اولڈ ڈیتھ کانپ کر کہنے لگا "یہ آواز پیرٹامرینی کی تھی! بالکل نہیں۔ میں کتنا بیوقوف ہوں۔ اسے تو میں پھانسی پر لٹکوا چکا۔ یقیناً تم ارل ہو۔ بتاؤ کیا تم ارل آف ایلنگھم نہیں ہو؟"

حبشی نے جواب دیا "میں خواہ کوئی ہوں۔ لیکن اگر تم مجھ سے سوالات پوچھو گے۔ تو ابھی چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

اولڈ ڈیتھ التجا کے لہجہ میں کہنے لگا "نہیں تھوڑی دیر کے لئے نہ جانا مجھے اس کوٹھری میں رہتے ایک مہینہ گزر چکا ہے۔ تمہارے آدمی سہ بار مجھے کھانا دینے آتے ہیں اور میں ان کی آمد کے اوقات کو گنتا رہا ہوں۔ اس حساب سے میں جانتا ہوں۔ کہ مجھے یہاں قید ہوئے ایک ماہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔ مگر اس ایک ماہ کے طویل عرصہ میں مجھے بمشکل کسی سے دس لفظ کہنے یا سننے کا موقع ملا ہے۔ اف! اس جگہ کی تنہائی خوفناک ہے!"

حبشی نے کہا "کیا تمہیں اس فرصت میں اپنے جرائم پر غور کرنے کا موقعہ ملا؟"

اولڈ ڈیتھ "اب پھر حساب کتاب لینے لگے۔ تمہیں کس نے میرا حاکم بنایا ہے؟ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنے گناہوں کا تمہارے سامنے اعتراف کر لوں۔ اور اس کے بعد تم مجھے رہا کر دو۔ تو خیر میں اس کے لئے آمادہ ہوں۔" یہ الفاظ اس نے طنزیہ لہجہ میں کہے۔

حبشی بولا "جب تک طبیعت میں استغفار پیدا نہ ہو۔ گناہوں کا اعتراف بیکار ہے۔ اس کے علاوہ میں تمہارے افعال سے پہلے ہی خوب واقف ہوں۔ سالا!

سال پیشتر تم نے اپنی سوتیلی بہن آگنیٹو یا مینرز کے ساتھ جو بدسلوکی کی غریب جیک سمتھ کے ساتھ تمہاری سختیاں اور مسٹر نیوٹن کی جان لینے کی خاطر تمہاری سازش ان سب کا مجھے اچھی طرح علم ہے"

اولڈ ڈیتھ چلا کر کہنے لگا "ان باتوں سے مجھے یقین ہو گیا۔ کہ تم ارل آف المنگہم ہی ہو" پھر یکایک التجا کا لہجہ اختیار کرکے اس نے کہا "مائی لارڈ مجھے بے وجہ اس جگہ زیر حراست نہ رکھئے۔ اجازت دیجئے کہ میں چلا جاؤں۔ میں اقرار کرتا ہوں ہمیشہ کو لندن سے رخصت ہو جاؤں گا۔ مائی لارڈ غور کیجئے۔ میں ایک بہت عمر رسیدہ آدمی ہوں۔ اور خود آپ نے ابھی کہا تھا۔ کہ تمہیں زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہنا ہے۔ لیکن غور کیجئے۔ مجھے یہاں رکھنا میری جان لینے سے کم نہیں۔ مجھے باہر دیہات میں کہیں بھیج دیجئے جہاں آپ کی مرضی ہو بھیج دیجئے۔ میں ہمیشہ آپ کا شکرگزار رہوں گا۔ لیکن میں التجا کرتا ہوں۔ کہ مجھے یہاں زیر حراست نہ رکھئے"

حبشی نے کہا "جب کوئی وحشی درندہ کمزور اور بےبس حیوانات کی جان لینے لگے۔ تو اسے زیر حراست کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ بنجمن پوئنز تم نے ایک شمہ ذرا بھی تاسف کا اظہار نہیں کیا۔ ایک مہینہ تمہیں یہاں رہتے ہو گیا۔ ۳۰ دن برابر تم اپنے گناہوں پر غور کرتے رہے مگر اس کے باوجود تمہاری طبیعت میں ذرا بھی پشیمانی پیدا نہیں ہوئی۔ چنانچہ زیادہ دیر نہیں گزری۔ تم اپنی طویل اور گنہگار زندگی کے ایک سب سے بڑے فعل پر اظہار مسرت کر رہے تھے"

اولڈ ڈیتھ جلدی سے کہنے لگا "مجھے آپ کے خلاف غصہ ہے۔ کہ آپ نے مجھے یہاں زیر حراست رکھا۔ اس لئے میں نے آپ کو دق کرنے کی خاطر جیم ربن کا ذکر کیا تھا" پھر ذرا رک کر وہ کہنے لگا "بارہا میرے دل میں اپنے افعال پر تاسف پیدا ہوتا ہے۔ مائی لارڈ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ مجھ سے کوئی بے جا حرکت نہ ہوگی۔ اگر آج جیم ربن زندہ ہوتا۔ اور مجھے اس پر اختیار حاصل ہوتا۔ تو میں ہرگز اسے ضرر نہ پہنچاتا"

حبشی افسردگی کے لہجہ میں بولا "یہ معلوم ہوتا ہے تم یہ باتیں اس لئے کہہ رہے ہو کہ تنہائی اور تبدیلی کا تم پر کچھ اثر ہوا ہے۔ لیکن جب تمہیں آزاد کر دیا جائیگا جب تم دن کی روشنی میں نکلو گے۔ اور سابق کی طرح خرابیاں برپا کرنے کا تمہیں اختیار ہوگا۔ تو پھر

اسی طرح برے کام شروع کروگے"۔

اولڈ ڈیتھ کہنے لگا "جو کچھ مجھ سے ہوا۔ اس کا مجھے تہ دل سے افسوس ہے۔ میں مانتا ہوں۔ وحشت اور تندی میری فطرت میں داخل ہے۔ مگر کیا آپ ظلم کرکے اسے دور کرسکتے ہیں! اور یہ ظاہر ہے۔ کہ آپ کا مجھے زیر حراست رکھنا سراسر ظلم میں داخل ہے۔ اس سے میرے دل میں آپ کے خلاف جذبۂ انتقام پیدا ہوتا ہے۔ اور کئی بار خیال آتا ہے کہ مجھے آپ سے سخت نفرت ہے"۔

حبشی نے جواب دیا "اس کے باوجود میں تمہیں کچھ عرصہ۔ اور اس جگہ تاریکی میں رکھونگا کیونکہ میں دیکھتا ہوں۔ تم اپنے انتقامی جذبات کو دبانے کی کوشش نہیں کرتے۔ مجھے یہ جانکر سخت افسوس ہوتا ہے کہ تمہارے جیسے عمر رسیدہ شخص میں اس قدر برائی اور شرارت بھری ہوئی ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں۔ کہ تمہاری جماعت کو منتشر اور بے اثر کیا جاچکا ہے اسی تہ خانہ میں تمہارے ساتھی اور کارکن ٹموتھی سپلنٹ جوشوا پیڈلر مسز بنس۔ اس کا شوہر اور ڈارفس زیر حراست ہیں"۔

"جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے باہر سے کسی امداد کی امید نہیں ہوسکتی"۔ اولڈ ڈیتھ نے غرا کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے کپڑوں میں پھر وحشیانہ بے صبری کی سرسراہٹ پیدا ہوئی۔ ایک لمحہ کے لئے حبشی کو ایسا معلوم ہوا۔ کہ تاریکی میں دو آنکھیں نہایت تیزی کے چمک رہی ہیں۔ لیکن بلاشبہ یہ محض اس کا واہمہ تھا۔

حبشی کہنے لگا "تم ہر قسم کی خارجی امداد سے دور ہو۔ اور میری مرضی اور منظوری کے بغیر یہاں سے کہیں نہیں جاسکتے۔ تمہارے سارے کارکن اور ساتھی بحفاظت اس جگہ زیر حراست ہیں۔ اور زیادہ قابل ذکر بات یہ ہے۔ کہ وہ سب اپنے افعال سے تائب ہوچکے ہیں۔ بہتر ہے تم میری بات کو غور سے سنو۔ کاش میری ہدایات تمہارے لئے موثر ثابت ہوں۔ ٹموتھی سپلنٹ آجکل انجیل پڑھتا اور اس شفاعت کا امیدوار ہے جو بدترین گنہگار کو بھی توبہ کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ جوشوا پیڈلر نے اپنی داشتہ کے نام جسے اس نے غرض پر مجبور کیا تھا۔ اور جواب عزت کی زندگی گذار رہی ہے۔ ایک ہدایتی چٹھی لکھی ہے۔ ڈارفس کو اس بات پر سخت ندامت ہے کہ وہ ہمیشہ تمہارا شریک اور آلۂ کار بنا۔ وہ بھی آجکل عمدہ کتابیں پڑھنے میں مصروف ہے۔ بنس اور اس کی بیوی دونوں

آگیا۔ کوبٹری میں رہتے ہیں۔ اور مسز ہنس نے اپنے شوہر پر جو بے جا اقتدار قائم کر رکھا تھا وہ اس سے دست بردار ہو رہی ہے۔ انہیں بھی اس بات کا افسوس ہے۔ کہ وہ تمہارے [illegible] بنے۔ اور وہ آجکل انجیل پڑھ کر تسکین حاصل کر رہے ہیں۔ غرض ان چھ شخصوں میں سے جنہیں میں نے اس مکان میں جو کبھی تمہارے قبضہ میں ہوا کرتا تھا۔ زیر حراست رکھا۔ پانچ بالکل تائب ہو چکے ہیں۔ فقط تم چھٹے آدمی اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہو"۔

"ایسے دوستوں پر خدا کی لعنت ہو۔ میں خیال کرتا ہوں۔ وہ اب میری بدگوئی کرتے ہونگے"۔ عمر رسیدہ بدمعاش نے کراہتے ہوئے کہا۔ اس وقت اس کی آواز معمول سے زیادہ کھوکھلی اور ہیبت ناک تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے اپنے منہ کو دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا ہے"۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کہ وہ لوگ جن پر میں نے اتنے بھاری احسانات کئے۔ یعنی ہنس ... ٹڈمارش ..."

"وہ اب اس وقت تک تم سے گفتگو کرنا نہیں چاہتے۔ جب تک کہ تم بھی اپنے برے افعال سے توبہ کر لو"۔ حبشی نے فقرہ ختم کرتے ہوئے کہا۔ "اس طرح تم دیکھ سکتے ہو۔ کہ تم جو ان چھ شخصوں میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ اور قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہو۔ اور سب سے زیادہ گناہگار ہو۔ اور جرائم کے مرتکب ہو چکے ہو۔ تم یعنی بنجمن بوز سب سے کم توبہ کرنے اور پشیمان ہونے پر آمادہ ہو۔ کیا یہ امر موجب افسوس نہیں؟ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ اس حالت میں بھی تمہیں اس بات کا رنج ہے۔ کہ تمہارے ساتھیوں نے تم سے بے تعلقی کر لی۔ غالباً تم یہ سمجھتے تھے۔ کہ وہ لوگ اتفاقیہ طور پر تمہارا مقام حراست دریافت کر کے تمہیں یہاں سے بچا لے جائیں گے"۔

اولڈ ڈیتھ باوجود انتہا کی جرأت کوشش کے دردناک لہجہ میں کراہنے سے باز نہ رہ سکا۔

"ہاں تمہارے دل میں کچھ اسی قسم کے خیالات موجزن تھے۔ اور تم ایسی ہی امید رکھتے تھے"۔ حبشی نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "مگر اب تمہیں اس [illegible] سے [illegible] پیدا ہو گیا ہے۔ سب [illegible] رفیق [illegible] اب تمہارا [illegible] اسی [illegible] اس دام میں پھنسا [illegible] جو [illegible] تمہارے لئے بچھایا تھا۔ اور ہرگز امید نہیں۔ کہ وہ تمہیں بچانے کی کوشش کرے گا۔ اسے [illegible] علم نہیں۔ کہ تم

جائے حراست کہاں ہے؟"

بدنصیب بڈھے نے سارے حالات سنکر ایک دردناک آہ کھینچی۔ اور چیختے ہوئے لہجہ میں کہنے لگا۔" اس سے معلوم ہوا۔ کہ ساری دنیا میرا ساتھ چھوڑ چکی ہے"

"ہاں مگر ایک مقدس ہستی ایسی ہے۔ جو انتہائی مشکلات میں بھی اپنے بندوں کا ساتھ نہیں چھوڑتی" حبشی نے کہا۔" جانتے ہو۔ میرا اشارہ اس خالق کون و مکان کی طرف ہے"

"آہ! یہ آواز بہر رین تو ڑکی تھی!" اولڈ ڈیتھ نے ناقابل بیان خوف کے زیر اثر کانپتے ہوئے کہا۔" لیکن نہیں۔ یقیناً یہ ٹام رین کی روح نہیں۔ بلکہ آپ ارل آف الینگہم ہیں۔ مگر اس کے باوجود کیا وجہ ہے۔ کہ آپ گاہ بہ گاہ ٹام رین کا لہجہ اختیار کر لیتے ہیں؟ مائی لارڈ کیا آپ مجھے ڈرانے کے لئے ایسا کرتے ہیں؟"

حبشی کہنے لگا۔" میں دیکھتا ہوں۔ تم پر کوئی بھی خوف دیرپا اثر نہیں کر سکتا۔ گاہ بگاہ تمہارے دل میں پشیمانی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن بے اختیاری کی حالت میں اس کا اثر بھی فوراً ہی مٹ جاتا ہے۔ کیا تم خدا کے سامنے اپنے گناہوں کی توبہ نہیں کرنا چاہتے؟ کیا تم اس بات کو منظور کرتے ہو۔ کہ تمہیں نیک ہدایات دینے کے لیے کسی پادری کو یہاں بھیجا جائے؟"

اولڈ ڈیتھ جلدی سے کہنے لگا۔" نہیں میں دعا کرنے کے ناقابل ہوں۔ میں کسی پادری کے سوالات کا جواب نہیں دے سکتا" پھر وہ رک کر اس نے کہا۔" لیکن نہیں میرا جواب غلط ہے۔ آپ ضرور کسی پادری کو بھیجئے۔ اس کے آنے سے یہاں روشنی کا انتظام تو ہوگا۔ یہ تنہائی تو دور ہوگی۔ مائی لارڈ ... کیونکہ میں جانتا ہوں۔ آپ ارل آف الینگہم ہی ہیں ... از برائے خدا مجھ پر رحم کیجئے۔ میں ایک عمر رسیدہ ... ہاں نہایت عمر رسیدہ آدمی ہوں۔ اور اس حراست میں بہت مدت زندہ نہ رہ سکوں گا میں نے تھوڑا دیر پیشتر آپ سے کہا تھا۔ کہ جو کچھ مجھ سے آپ کے سوتیلے بھائی ٹام رین کے متعلق ہوا۔ اس کے لئے مجھے سخت افسوس ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ اب اسے زندہ کرنا میرے اختیار میں نہیں۔ اور اگر آپ مجھے جان سے ماریں گے تو بھی وہ زندہ نہ

ہوسکے گا۔ اس لئے مجھ پر رحم کیجئے۔ اور اجازت دیجئے۔ کہ میں اس خوفناک جگہ سے رخصت ہو جاؤں"۔

"کہ تم دوبارہ دنیا میں جاکر گناہ کا دور شروع کر سکو"۔ حبشی نے قطع کلام کر کے کہا "نہیں بونز ایسا نہیں ہوسکتا۔ پہلے مجھے اس بات کا یقین ہونا چاہئے۔ کہ تم اپنے افعال بد پر سچے دل سے پشیمان ہو چکے ہو۔ اور اپنی طویل زندگی میں تم نے جتنے جرائم کئے۔ ان کے لئے اپنے دل میں ندامت محسوس کرتے ہو اس کے بعد تمہاری حالت کو اصلاح پذیر کرنے کی کوشش کا ذکر کیا جائے گا۔ سر دست تم مجھے اپنا دشمن نہ سمجھو اور یہ خیال نہ کرو۔ کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں۔ وہ کسی جذبہ انتقام کی وجہ سے ہے۔ بالکل نہیں۔ کیونکہ اگر میں تم سے بدلہ ہی لینا چاہتا۔ تو میرے پاس اس کے لئے عظیم وسائل موجود تھے۔ مثلاً میں تمہیں دنوں بھوکا رکھ سکتا ہوں۔ مگر تم دیکھتے ہو۔ میں مشفقانہ طور پر تمہیں اچھی غذا بھیج رہا ہوں۔ پھر اگر میں چاہتا۔ تو تمہیں جان سے مروا سکتا تھا۔ لیکن میں نے تمہیں ذرا بھی ضرر نہیں پہنچایا۔ اب میں کل رات پھر آؤں گا۔ اس عرصہ میں اپنے جذبات پر ایسا قابو پانے کی کوشش کرو۔ کہ آئندہ مجھ سے حلیمانہ طریق پر گفتگو کر سکو"۔

اتنا کہہ کر حبشی دفعتاً دروازہ کھول کر کمرہ سے باہر نکل آیا۔ مگر عین اس وقت قیصر جو ولسن کے ساتھ سقف راستہ میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا شمع ہاتھ میں لئے اس کوٹھری کے دروازہ سے اتنا قریب پہنچ گیا۔ کہ جس وقت حبشی اولڈ نیتھ کمرہ سے نکلا شمع کی روشنی پوری طور پر اس کے چہرہ پر پڑی۔

یہ روشنی کمرہ کے اندرونی حصہ میں بھی داخل ہوئی۔ اور قیصر نے بے اختیار کمرہ کے اندر اس طرف کو نگاہ کی۔ جہاں اس کے خیال میں نجمین بونز بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ خوفناک بڈھا چارپائی پر اس طرح سکڑ کر بیٹھا ہوا ہے۔ کہ اس کے بازو زانو کے گرد لپٹے ہوئے ہیں۔ اور بدن گھٹنوں کے اوپر اس قدر جھکا ہوا ہے۔ کہ ٹھوڑی زانو کی ہڈی سے بالکل ملی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

دفعتاً حبشی نے اپنی نگاہ اس طرف سے ہٹائی۔ اور کمرہ سے باہر نکل کر اسے زور سے بند کر کے قفل لگا دیا۔ پھر وہ قیصر سے ملامت آمیز لہجہ میں کہنے لگا۔ "تم نے بڑی بے احتیاطی کی۔ کہ روشنی لیکر کمرہ کے قریب آگئے۔ اس ایک لمحہ میں بھی جبکہ روشنی کی چمک میرے

چہرہ پر پڑی تھی۔ اولڈ ڈ یتھ نے ضرور میری صورت دیکھ لی ہوگی"

میئر اس ناعاقبت اندیشی پر پشیمان ہو کر کہنے لگا " مجھے اس غلطی کا سخت افسوس ہے۔ لیکن میرے خیال میں اس کے لئے آپ کو پہچاننا سراسر غیر ممکن ہے"

حبشی نے کہا " ہاں میرا بھی یہی خیال ہے۔ بہر حال اب اس معاملہ پر بحث بے سود ہوگا" پھر وہ گفتگو کا رخ پلٹ کر دبی آواز سے کہنے لگا " بڈھا اب تک اپنی ضد سے باز نہیں آیا۔ مگر اس کے باوجود میں امید کرتا ہوں۔ کہ اسے جلد یا بدیر اصلاح پذیر کیا جا سکے گا"

اس کے بعد ولسن نے کوٹھری کے دروازہ میں بنا ہوا رخنہ کھول کر کھانے کی چیزیں اس کے اندر داخل کر دیں۔ اور بعد ازاں یہ سب لوگ باہر نکلنے کے اس راستہ سے جو ریڈ لائن سٹریٹ کلرکن ویل کی طرف کھلتا تھا۔ باہر نکلے۔

ہم امید کرتے ہیں۔ کہ ناظرین پیشتر ہی یہ سمجھ گئے ہونگے۔ کہ حبشی کا مکان وہی تھا جس میں کسی زمانہ میں اولڈ ڈ یتھ رہا کرتا تھا۔ لیکن اگر کوئی صاحب نہ سمجھے ہوں۔ تو خیر اب انہیں اس کا علم ہو گیا۔

سلسلہ ثانی کی گیارہویں جلد ختم ہوئی

لاجواب ناول

وطن پرست

الگزینڈر ڈوما کے ایک بے نظیر پولیٹیکل ناول کا ترجمہ

اس قصہ کا پلاٹ اتنا دلچسپ اور نظارے ایسے وجد آور ہیں کہ ناظر عش عش کر جاتا ہے

تعداد ۵۳۰ صفحے۔ قیمت چار روپے

عشق صادق کی فرحت خیز تصویر عشق اور حب وطن کا مقابلہ

لال سٹورس۔ پبلشرز نولکھا لاہور

رینالڈس کے مشہور ناول پیری سائڈ کا اردو ترجمہ

باپ کا قاتل

(از منشی شمیم الدین صاحب بلہوری)

کیا یہ بتانیکی حاجت ہے کہ یہ ناول کتنا دلچسپ ہے! کیا اس کا نام ہی نفس مضمون کا مظہر نہیں ہے! باپ اپنے چھوٹے بچہ کو زانو پر بٹھا کر پیار کرتا۔ اور اس کے نرم چکیلے اور گھرے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ یہاں تک کہ محبت میں وہ اپنی قابل فخر انسانی حالت کو بھی قطعی فراموش کر کے ننھے بچہ کی دلبستگی کے لئے بالکل مہمل اور بے معنی زبان میں گفتگو کرنے لگتا ہے۔ وہ اپنے بچہ کی خاطر حکائیتیں بیان کرتا اور سنجیدگی۔ قائم مزاجی اور دنیا کی فکر سب کچھ اس پر قربان کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے ساتھ اس کی اچھل کود میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور ان سب باتوں کی تہہ میں صرف یہ امید اس کیلئے باعث راحت ہوتی ہے کہ میں اپنے بچہ کے لئے وافر دولت کما سکوں۔ اسی فکر میں اس کی ساری زندگی بسر ہوتی ہے۔ اور اس کا انعام!... ملاں اس کا انعام تمام مسرت بخش ہوتا ہے۔ بچہ اس کی آمد کے وقت متبسم زار باغ باغ۔ خوشی سے اچھلتا۔ دروازہ کے باہر معلوم قدموں کی آہٹ سنکر دوڑتا اور ننھے بازو پھیلا کر توتلی زبان میں کہتا ہے "ابا جان!" لیکن یہی بچہ جوان ہو کر باپ کو قتل کرے!.. یہی ننھے ہاتھ اتنے قوی ہو جائیں کہ اس پر محبت دل میں خنجر بھونک دیں۔ جو ہر وقت اس کے لئے فکر مند اور مضطرب رہتا تھا۔ یہی معصوم بچہ بالغ ہو کر دنیا کے ذلیل ترین گناہ کا مرتکب ہو!... ہائے کیا فطرت انسانی اس درجہ قابل نفرین ہو سکتی ہے!" (مصنف کی تمہید سے ماخوذ)

گہرے جذبات سے پر تخیل اور لفظی تصویر کشی کا بہترین نمونہ

دو جلدوں میں مکمل قیمت للعہ۔ علاوہ محصولڈاک

لال برادرس پارسنز روڈ نولکھا لاہور

سراغرسانی کے ناولوں میں سب سے بے نظیر

خونی ہیرا!

ایم لیبلانک کے فرانسیسی ناول دی ریسٹ آف آرسین لوپن کا اردو ترجمہ

منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے

اپنی طرز کا پہلا اور آخری ناول ہے اگر آپ نے اسے نہیں پڑھا تو کچھ نہیں پڑھا

اس ناول میں سر آرتھر کانن ڈائل کے مشہور آفاق سراغرساں شرلاک ہالمز کا مقابلہ لیبلانک کے مشہور عالم نیک نہاد چور آرسین لوپن سے ہوتا ہے۔ کس طرح ایک کی ہشیاری دوسرے کی عیاری کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتی ہے۔ اور کیونکر ایک اپنے عدیم النظیر ذہن رسائی کی مدد سے دوسرے کی لاجواب عاقبت بینی پر غالب آنا چاہتا ہے۔ اس جدوجہد کی داستان نہایت درجہ دلچسپ ہے۔ شرلاک ہالمز کی سراغرسانہ جدوجہد اور آرسین لوپن کی مدافعانہ کارروائیاں صرف دس روز میں ختم ہو جاتی ہیں اور واقعات اس طرح جلد جلد تبدیل ہوتے چلے جاتے ہیں کہ پڑھنے والے کو استعجاب ہوتا ہے۔ کانن ڈائل کا کیرکٹر شرلاک ہالمز اپنی مختلف فوق البشر قابلیتوں کے لحاظ سے بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکا ہے۔ لیکن لوپن کے مقابلہ میں اسے جو جو زکیں اٹھانی پڑتی ہیں اور جو جو دشواریاں پیش آتی ہیں ان کی اختتامی حیثیت پر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کانن ڈائل کے پیدا کردہ کیرکٹر کے مقابلہ میں اگر کوئی دوسرا شخص اسی پایہ کا کیرکٹر پیدا کر سکتا ہے تو وہ صرف لیبلانک ہے۔ فسانہ کی طرز تحریر عام رسمی تحریروں سے بالکل جدا ہے۔ ساری کتاب میں التزام کے ساتھ تلاش کرنے پر بھی ایسا کوئی فقرہ نہیں مل سکتا۔ جس کے نکال دینے پر کتاب کی خوبی میں فرق نہ آ سکے۔

ترجمہ کی خوبیوں کے لئے مترجم کا نام ہی بجائے خود معتبر ضمانت ہے۔ جن کے قلم سے شریف [illegible] اور دنیا اندھیر کے دیگر اعلیٰ ناول اردو لباس میں ملک کے ہر حصہ میں پہنچ چکے ہیں ان کتب کی مقبولیت ہم صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ جس شخص نے اس کتاب کا مطالعہ نہیں کیا اس نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ قصہ کا ہر باب بلکہ ہر صفحہ یہاں تک کہ ہر سطر بدن میں سنسنی پیدا کرتی ہے پڑھنے والا حیرت میں آکر سوچتا ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ اور اسکی محویت اس قدر بڑھتی ہے کہ قصہ ختم کئے بغیر چین نہیں آتا۔ اس ناول کو ضرور ہی دیکھئے۔

دو جلدوں میں مکمل قیمت ۱۲/ علاوہ محصولڈاک۔

لال برادرس ۷ پارسنز روڈ۔ لوکھا لاہور

فسانۂ لندن

سلسلۂ ثانی

مکمل اُردو ترجمہ ۵۲ جلدوں میں

از منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری

رینالڈس کے معرکۃ آرا ناول مسٹریز آف لندن کے دو سلسلے ہیں۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ دو جداگانہ داستانیں ہیں جنہیں اس نام سے شایع کیا گیا ہے۔ سلسلہ ثانی سلسلہ اول سے بلحاظ نفس مضمون بالکل مختلف ہے۔ اس ناول کا ہیرو جدا۔ کیرکٹر الگ اور پلاٹ بالکل علیحدہ ہے۔ مگر دلچسپی اور سحر نگاری کے اعتبار سے یہ سلسلہ ... اگر ممکن سمجھا جائے ... تو سلسلہ اول پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔

اس سلسلہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ جہاں سلسلہ اول میں امیر طبقہ کی برائیاں دکھائی ہیں۔ وہاں اس میں ان کی خوبیوں کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ قابل مصنف نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ دولت ہر حال میں انسان کی فطری خوبیوں کو تلف نہیں کر دیتی۔ اور آدمی میں فیاضی اور شرافت کا جوہر موجود ہو۔ اور خدا اسے نیکی کی توفیق دے تو وہ اپنی ثروت کو دنیا کی بہتری کے لئے کیونکر صرف کر سکتا ہے۔ پھر دکھایا ہے۔ کہ امیر اپنے غریب بھائی کی مصیبت میں دستگیری کرے تو وہ غریب ایک ایسے زبردست ایثار کا ثبوت دیتا ہے۔ کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے ضمناً اس داستان میں سیکڑوں نئے کیرکٹر شامل کئے گئے ہیں۔ یوں سمجھنا چاہیئے کہ مصنف کے دماغ نے ایک شہر آباد کیا ہے جس کے افراد کی حرکات و سکنات آپ کے لئے غایت درجہ دلچسپی رکھتی ہیں۔

ضخامت ۴۲۰۰ صفحوں سے زیادہ قیمت مبلغ ۵؎ محصولڈاک الگ۔

جدا جدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں۔ ہر حصہ کی قیمت ۱۲/ علاوہ محصولڈاک ہے۔

لال برادرس ۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

رینالڈس کے مشہور ناولوں کے ترجمے

نام کتاب	نام ترجمہ	نام مترجم	صفحہ	
مسٹریز آف لنڈن (سلسلہ اول)	فسانہ لنڈن (۷ حصے)	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۳۴۸	[illegible]
(سلسلہ ثانی)	" (۲۵ حصے)	"	۲۶۶۴	[illegible]
پیری سانڈ	باپ کا قاتل (۶ حصے)	منشی شمیم الدین صاحب بلہوری	۵۲۵	للعہ
سیمٹریس	سوزن عشق	پنڈت بشمبر ناتھ صاحب سپرد	۵۱۹	سے
پوپ جان	طلسمات	منشی خلیل الرحمن صاحب	۲۹۸	عہ ۱۲
فاسٹ	فریب حسن	خواجہ اکبر حسین صاحب	۵۵۰	للعہ
مے مڈلٹن	شکستہ دل	مسٹر پی ایم کمار	۱۳۴	۱۲/
لیلی یا اسٹار آف منگریلیا	فسانہ الہ دین ولیلی	منشی محمد امیر حسن صاحب	۴۲۷	عہ ۸/
برونز سٹیچو	لعبت فرنگ	منشی رام نرائن صاحب	۶۲۴	۸/
مارگریٹ	مارگریٹ	منشی گرجا سہائے صاحب بی اے	۱۴۸	۱۲/
عمر	عمر پاشا (۲ حصے)	منشی غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی	۵۰۳	سے
سونجرس وائف	سپاہی کی دلہن	ڈاکٹر لکشمیدت صاحب عابد	۱۴۴	۱۲/
روزا لمبرٹ	روزا لمبرٹ (۲ حصے)	منشی جے نارائن صاحب وسا اثر لکھنوی	۳۵۶	عہ ۸/
نیکرومینسر	اسرار (۲ حصے)	منشی صدیق احمد صاحب	۶۶۴	سعہ
وگیز دی وہر وولف	ویگز و نیڈا	منشی محمد امیر حسن صاحب	۹۲۴	۸/
ماسٹر ٹموتھیز بک کیس	دھوکا یا طلسمی فانوس	منشی سجاد حسین صاحب مرحوم	۳۶۱	
کینلم	پاداش عمل (۵ حصے)	مولوی صدیق حسن صاحب	۱۱۰۰	۱۲/
میری پرائس	سرگذشت (۴ حصے)	منشی نوازش علی صاحب	۱۱۱۰	۸/
الفرڈ	شاد کام	منشی احمد حسین خاں صاحب مرحوم	۲۱۰	
لوز آف دی حرم	اسرار حرم	منشی احمد الدین صاحب بی اے مرحوم	۲۱۰	۸/
نیکڈ وچیں	شاہ جوانی (۲ حصے)	منشی نوبت رائے صاحب نظر لکھنوی	۶۰۰	۱۵
فشرمین	نیرنگ	سید احمد شاہ صاحب لکھنوی	۹۵	۸/

لال برادرس ۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

جارج سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ ایشر داس پرنٹر چھپا